آثار
امام محمدؒ
و
امام ابو یوسفؒ

یعنی

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے دستِ راست اور شاگردِ رشید، فقہ حنفی کے امام کبیر اور مجتہدِ اعظم امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے آثار و اخبار، حالات و سوانح مجتہدات فتاویٰ کا ایک دل آویز مرقع ــــ!

از

مولانا سید رئیس احمد جعفری (ندوی)

ناشرین

آثار امام محمدؒ

سید رئیس احمد جعفری ندوی

ناشرین

کتاب منزل

کشمیری بازار۔ لاہور

جنرل بک ڈپو
بالمقابل سلیقہ سیونگ مشین
فریئر روڈ کراچی نمبر 1

[illegible]

امام ابو حنیفہؒ کے دست راست
امام ابو یوسفؒ کے شاگردِ رشید
فقہ حنفی کے امام ہمام
محمد بن الحسن رضی اللہ عنہ

کے

حالات وسوانح، سیرت وکردار، وضع و
اخلاق، کمالات وفضائل اور صفات وخصائل کا ایک
مجمل لیکن نہایت مستند اور دل آویز و دلپذیر
مرقع

جملہ حقوق محفوظ ہیں

سلسلہ مطبوعات نمبر ۲۴۸

ترجمہ و تہذیب ــــــ سید رئیس احمد جعفری

طابع ــــــ شیخ نیاز احمد

مطبع ــــــ علمی پرنٹنگ پریس

ناشر ــــــ شیخ غلام علی اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور

طبع اول ــــــ ۱۹۶۰ء

خلیفہ ہارون الرشید کی عہد شکنی پر امام محمد کا نعرۂ حق

فاخرج الینا الامان الذی کتب
لیحییٰ بن عبد اللہ بن الحسن بن
الحسن بن علی ابن ابی طالب علیہم
السلام فدفع الیّ، فقرأتہ فقلت
ھذا امان موکّد لاحیلۃ فی نقضہ
...... فانتزع الصک من یدی،
...... !"

امام محمد کہتے ہیں:
ہارون نے وہ امان نامہ نکالا جو اس نے یحییٰ بن عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام کو لکھا تھا، میں نے اُسے پڑھا اور کہا، یہ امان مؤکّد ہے، جسے از روئے شرع کسی طرح توڑا نہیں جا سکتا، ...... ہارون نے وہ امان نامہ مجھ سے درہم برہم ہو کر چھین لیا ......'

امام محمدؒ کی حق گوئی پر خلیفہ ہارون الرشید کا عتاب

واسند ابن ابی العوام عن محمد بن سماعہ انہ قال: وامر ھارون ان تفتش کتب محمد بن الحسن خوفاً من ان یکون فیھا شیئ مما یحض الطالبین علی الخروج ..... فلما فتشت کتبہ لم یوجد فیھا شیئ الا مجموعۃ فیھا فضائل علی علیہ السلام

محمد بن سماعہ راوی ہیں کہ ہارون نے (برہم ہوکر) حکم دیا کہ امام محمد کی کتابوں کی چھان بین کی جائے۔ کہیں ان میں ایسا مواد تو نہیں ہے جو علویوں کو خروج اور بغاوت پر اکساتے؛ تفتیش کی گئی تو کوئی (قابل اعتراض) چیز برآمد نہیں ہوئی، ہاں ایک مجموعہ نکلا جو فضائل علی علیہ السلام پر مشتمل تھا!

دربارِ خلافت میں امام محمدؒ کا اعلائے کلمۃ الحق

ان ھارون التفت الی محمد بن الحسن فقال ھذا امان لم اکتبہ انما امرت من یکتبہ فما تقول فی رجل حلف ان لایکتب کتاباً فامر غیرہ فکتبہ، فقال محمد: ان کان ھذا الحال من العامۃ لم یحنث وان کان سلطاناً احنث، لان کتاب السلطان ما کتب بامرہ

(اپنا امان نامہ جسے توڑنے پر ہارون بضد تھا) امام محمدؒ کی خدمت میں پیش کرکے ان کی رائے کا جویا ہوا اور کہا، یہ امان نامہ ہے جسے میں نے نہیں لکھا ہے، ہاں میرے کہنے سے لکھا گیا ہے۔ پھر ایسے شخص کے بارے میں آپ کیا فتویٰ دیتے ہیں جس نے نہ لکھنے کی قسم کھائی ہے اور دوسرے سے لکھواتا ہے، امام محمدؒ نے کہا، اگر یہ حرکت ایک عامی سے سرزد ہو تو وہ حانث نہیں ہوگا، لیکن اگر ایک بادشاہ اس کا مرتکب ہو تو وہ حلف شکنی کا مرتکب ہوگا۔ کیونکہ سلطان کا خط وہی ہے جسے وہ لکھوائے۔

دُنیا اور امورِ دُنیا سے امام محمدؒ کی بے نیازی

وذکر الذهبی فی جزئه والصیمری والخطیب بسندهما عن محمد بن سماعة انه قال : ان محمد بن الحسن قال لاهله لا تسألونی حاجة من حوائج الدنیا تشغلوا قلبی وخذوا ما تحتاجون الیه من وکیلی .....،

محمد بن سماعہ کہتے ہیں، امام محمد نے اپنے اہل و عیال سے کہہ رکھا تھا، ضروریات دنیا میں سے، مجھ سے کوئی سوال کرکے میری (علمی) یکسوئی میں خلل انداز نہ ہو، تمہیں جو کچھ چاہیئے میرے مختار سے لے لو،

امام محمدؒ کے نزدیک جاہ و منصب کا حصول علماء کی شان کے خلاف تھا

یروی ان ابا یوسف لما قبل القضاء فی اواخر عهد المهدی کان محمد غیّره بذلك

روایت ہے کہ امام ابو یوسف نے جب خلیفہ مہدی کے آخر عہدِ حیات میں منصب قضا قبول کر لیا تو امام محمد نے (حکومت کا منصب قبول کرنے پر) انہیں غیرت دلائی، (کہ اہل علم کا یہ شیوہ نہیں)!

امام محمدؒ ابو یوسف کی نظر میں

وروی الطحاوی عن ابن ابی عمران عن الطبری انہ سمع معلی بن منصور یقول: لقینی ابو یوسف بھیئۃ القضا فقال لی، یا معلی من تلزم الیوم؟ قلت الزم محمد بن الحسن، فقال الزمہ فانہ اعلم الناس

معلیٰ بن منصور کہتے ہیں، ایک مرتبہ امام ابو یوسف سے جبکہ وہ منصب قضا پر فائز ہو چکے تھے، میری ملاقات ہوئی، انھوں نے مجھ سے پوچھا

کیوں معلیٰ آج کل تم کس کے دامنِ علم سے وابستہ ہو؟

میں نے جواب دیا، امام محمد کے دامن سے وابستہ ہوں!

یہ سن کر فرمایا: ان کا دامن نہ چھوڑنا اس وقت سب سے بڑے عالم وہی ہیں!

امام مالکؒ کی نظر میں امام محمدؒ کی وقعت و منزلت

ذکر ابن ابی العوام الحافظ بسندہ ان مالک بن انس قال یوماً وعندہ اصحاب الحدیث ما یاتینا من ناحیۃ المشرق احد فیہ معنی — وکان فی الجماعۃ محمد بن الحسن فوقعت عینہ علیہ فقال — الا ھذا الفتی

ابن ابی العوام کہتے ہیں کہ ایک روز امام مالک نے اصحابِ حدیث کی موجودگی میں ارشاد فرمایا:

مشرق سے ہمارے پاس کوئی ایسا آدمی نہیں آتا جو صاحب فکر و نظر ہو — حاضرین میں امام محمد بھی تھے، امام مالک نے امام محمد پر ایک نظر ڈالی، اور فرمایا

"سوا اس نوجوان کے،!"

امام شافعی کا قول

امام محمدؒ سے بڑا عالمِ قرآن کوئی نہیں

ان الشافعی قال: ما رایت اعلم بکتاب
اللّٰہ عزوجل من محمد بن الحسن، کانہ
علیہ نزل،

وقال ایضاً: ما سمعت احدًا
قط کان اذا تکلم رایت ان القران
نزل بلغتہ غیر محمد بن الحسن ولقد
کتبت عنہ حمل جمل بختی ذکر،

امام شافعی کا قول ہے: "میں نے قرآن کریم کا محمد بن الحسن سے بڑا عالم کوئی اور نہیں پایا، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ انہی پر نازل ہوا ہے"

امام شافعی کہتے ہیں: "امام محمد جب معارف قرآنی پر زبان کھولتے تھے تو مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ قرآن محمد بن الحسن کے علاوہ کسی اور کے لغت پر نازل نہیں ہوا ہے، میں نے ان سے ایک بار شتر مسائل تحریر کیے ہیں"

امام محمد حلال و حرام اور ناسخ و منسوخ کے سب سے بڑے عالم تھے

یقول الشافعی:
ما رأیت رجلا اعلم بالحلال و
الحرام والناسخ والمنسوخ من
محمد!

امام شافعیؒ فرماتے ہیں، میں نے امام محمدؒ سے زیادہ حلال و حرام اور ناسخ و منسوخ کا عالم کسی اور کو نہیں پایا!

فہرست

مباحثِ کتاب

افتتاحیہ ، ۲۷

نسب و مولد

صفحہ		صفحہ	
خاندانی شجرہ	۳۰	شاگرد کا سوال، استاذ کا جواب	۴۵
اصل وطن	۳۰	فن حدیث کی طرف رجوع	۴۶
سال ولادت	۳۸	امام صاحب کا پایۂ علم	۴۶
معلومات معتبرہ	۳۸	شوق مطالعہ	۴۷
		امور دنیا سے بے نیازی	۴۷

امام محمد امام ابوحنیفہ کی مجلس درس میں

تحصیل قرآن و علوم ضروریہ	۴۲
امام ابوحنیفہ کی مجلس درس	۴۴
حصول فقہ کا ذوق و شوق	۴۴

امام محمد کے شیوخ حدیث

کوفی اساتذہ کی فہرست	۵۱
شیوخ مدینۂ منورہ	۵۲

امام احمد بن حنبل کا امام محمد کی کتابوں سے استفادہ

قال الخطیب . . . . . . اخبرنا ابراهیم الحربی قال سئلت احمد بن حنبل قلت هذه المسائل الدقائق من این لک ؟ قال من کتب محمد بن الحسن !

خطیب کی روایت ہے کہ ابراہیم الحربی نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا

یہ دقیق مسائل آپ نے کہاں سے حاصل کئے ہیں ؟

امام احمد بن حنبل نے جواب دیا،

"امام محمد کی کتابوں سے !"

	صفحہ
مکۂ مکرمہ کے اساتذہ بصرہ کے ائمۂ حدیث	۵۴
واسط کے شیوخ حدیث شام کے اکابر حدیث خراسان کے اساتذہ	۵۵
علمائے یمامہ سے استفادہ شوقِ تحصیل علم	۵۶
امام محمد کے اصحاب و تلامیذ	
ابوحفص احمد بن حفص العجلی ابوسلیمان جوزجانی امام شافعی ابوعبید ہروی	۶۰
عمرو حرانی محمد بن سماعہ تمیمی علی ابن معبد معلی بن منصور	۶۱
ابوبکر بن ابی مقاتل اسد بن فرات [illegible]	۶۲

	صفحہ
یحییٰ بن معین علی بن مسلم	۶۲
موسیٰ بن نصر شداد بن حکیم حسن بن حرب ابن جبلہ	۶۳
ابوالعباس حمید ابوتوبہ عبیداللہ بن ابی حنیفہ ابویزید مصعب بن عبداللہ	۶۴
ایوب بن حسن خلف بن ایوب علی بن صبیح عقیل بن عنبسہ علی بن مہران	۶۵
عمرو بن مہیر یحییٰ بن اکثم ابوعبدالرحمن [illegible]	۶۶

صفحہ	
ابوجعفر	۶۶
شعیب بن سلیمان	
علی بن صالح	
اسماعیل بن توبہ	۶۷
ابوبکر ابراہیم	
ابوزکریا	
ابو موسیٰ	
سفیان بن سحبان	۶۸
محمد بن عمر واقدی	

امام محمد امام مالک کے حضور میں

موطا امام مالک	۷۱
موطا امام محمد	۷۲
موطا یحییٰ لیثی	
امام مالک اور موطا	
اختلاف نسخ	۷۳
امام محمد کا طریقہ	
سب سے بڑا کام	۷۴
امام محمد اور امام مالک	۷۷
استاد اور شاگرد کے باہمی تعلقات	

صفحہ	
امام مالک اور اہل عراق	۸۹
ردّ وکد	۸۰
امام محمد کا مقصد	
ایک اہم نکتہ	۸۱
امام مالک اور فقہ	
علماء عراق کی حاضر دماغی	
تین ہزار مسائل	۸۲
تخریج مسائل	
امام محمد کی سماعت امام مالک سے	۸۳
نادر ونایاب	
امام محمد کو ترجیح دوسرے مشائخ پر	۸۴
خطیب کی روایت	
ذہبی کا ارشاد	۸۵
فضائل گوناگوں	

تدوینِ مذہبِ مالکی سے امام محمد کا تعلق

اسد بن فرات کا امام محمد سے استفادہ	۷۹
اسد بن فرات اور امام مالک	
اسد بن فرات عراق میں	۹۰

	صفحہ
قدر افزائی	۱۱۴
امام صاحب کے کردار و سیرت کا خلاصہ مناظرہ سے انکار	۱۱۵
امام شافعی کا اعتراف امام شافعی کا اعتراف سپاس امام شافعی سے حسن سلوک	۱۱۶
امام شافعی و امام محمد ایک مناظرہ کی روایت	۱۱۷
یہ روایت غلط ہے درایت کے لحاظ سے بھی غلط ہے	۱۱۸
قطعاً غلط اور ناقابل یقین دعویٰ لیکن دلیل نہیں	۱۱۹
ابن حجر کی روایت	۱۲۰
مجہول اور ناقابل یقین خطیب کی ایک روایت	۱۲۱
صیمری کی تخریج امام محمد کی شان فتویٰ	۱۲۲
تبصرہ ایک اور غلط روایت قریش کے بارے میں حدیث	۱۲۳

	صفحہ
خطیب کی حیثیت	۱۲۴
تاریخی حقائق	۱۲۵
الحجۃ امام شافعی کے سفر کا ذکر	۱۲۶
ناقابل قبول ہونے کے اسباب حقیقت واقعہ	۱۲۷
یہ روایت بھی غلط ہے غلط طرز کار حقائق سے انکار	۱۲۸
امام شافعی کا سفر یمن	۱۲۹
امام محمد کا کلمۂ حق ہارون کے سامنے بیہقی کی حقیقت	۱۳۰
شافعیہ کے اہل علم اکابر علم کا رویہ دوسرا سفر بغداد	۱۳۲
روایت کے اہم اجزاء	۱۳۳
تبصرہ دروغ محض	۱۳۴
تحیص و تحقیق	۱۳۵

	صفحہ
اسد اور امام محمد	۹۱
اسد کا بیان / امام محمد کا ایثار	۹۲
شاگردوں سے حسنِ سلوک / سفرِ عراق کا ذکر اسد کی زبان سے	۹۳
ذہبی کی روایت / ایک قابلِ غور بات	۹۴
اسد پھر مدینہ میں / اسد مصر میں	۹۵
اسد اور ابن القاسم / یہی واقعہ بطرزِ دیگر	۹۶
اسدیہ / ابن ابی حاتم کیا کہتے ہیں؟ / ابن عبدالبر کی رائے زنی	۹۷
اسد اور اشہب / سوال و جواب	۹۸
رد و کد — تیسرا دریا	۹۹
اسد کا استفادہ احناف سے / ایک اور رام	۱۰۰

	صفحہ
مالک کا استفادہ ابوحنیفہ سے	۱۰۱
شافعی کی روایت دراوردی سے / روایات کثیرہ	۱۰۲
استفادہ اور انتفاع / اندلس کی سرحد تک	۱۰۳
اسد کی وفات	۱۰۴
مالک اور ابوحنیفہ کا اختلاف	۱۰۵

امام شافعی امام محمد کے حضور میں

امام شافعی کی گرفتاری	۱۰۹
رہائی کے بعد / امام شافعی کی امام محمد سے عقیدت	۱۱۰
ثابت شدہ حقیقت / تاریخ کبیر کی روایت	۱۱۱
علمی کارنامہ / ابن قاضی شہبہ کا بیان / امام صاحب کی دادودہش	۱۱۲
مخصوص برتاؤ / ابن ابی حاتم کی روایت	۱۱۳

	صفحہ
دلچسپ اور عجیب	۱۳۶
بیش قرار امداد / ایک اور کذبِ صریح	۱۳۷
ایک تحقیقی نظر	۱۳۸
رنگ آمیزی / خطیب کی غلط کاری	۱۳۹
غلط بیانی کا طومار / مبسوط کی روایت / روایت کے اصل الفاظ	۱۴۰
ایک اور سوال / بحث مفاضلت	۱۴۱

امام محمدؒ امام ابو یوسف کی مجلسِ علم میں

فقہ و حدیث کی تحصیل اور حوادثِ مابعد / طحاوی کی ایک روایت	۱۴۷
جواب کی صحت پر اصرار	۱۴۸
امام محمد اور امام ابو یوسف / محمد بن شجاع کا بیان / ابن ابی العوام کا قول	۱۴۹

	صفحہ
فرق الفاظ / محمد بن سماعہ کا ارشاد / بیان سفائی / امام محمد بغداد میں	۱۵۱
اصل مقصد / جاہ و منصب سے نفرت / یحییٰ برمکی کے دربار میں	۱۵۲
ذہبی کا بیان کردہ واقعہ	۱۵۳
اصل وجہ / یہ بھی غلط	۱۵۴
سرخسی کی غلط روایت	۱۵۵
غلطی بڑوں سے بھی ہوتی ہے	۱۵۶
ایک تنقیدی نظر	۱۵۷
بودا اعتراض	۱۵۸
کیا عذر ہے؟ / علم کا کوہِ گراں	۱۵۹
خدا کا منشا / حسنِ نیت کے باوجود غلطی	۱۶۰

جاہ و منصب سے امام محمدؒ کی نفرت

	صفحہ
حکومت میں شرکت سے بیزاری — امام محمد کی معزولی عہدۂ قضا سے	۱۷۰
ہارون کے سامنے اعلاء کلمۃ الحق — امام محمد کی طلبی — امام کا اعلان حق	۱۷۱
خلیفہ کی برہمی — قاضی القضاۃ کی مداہنت	۱۷۲
جوش وفاداری — فتویٰ دینے کی ممانعت — خلیفہ کی والدہ کا استفتا	۱۷۳
ماں کی بیٹے سے سفارش — نظر بندی — مسلمانوں کے قتل کا فتویٰ	۱۷۴
ہارون امام محمد کی حق گوئی سے متاثر ہوا — دربار خلافت میں حق کا نعرہ	۱۷۵
مظلوم کی ظالم سے استدعا — امام محمد کا گریۂ بے اختیار	۱۷۶
ہارون کا قصہ	۱۷۷
اعتراف تقصیر — ایک حسرت	۱۷۸

	صفحہ
خلیفہ کا عتاب امام محمد پر — امام محمد کی تلاشی	۱۷۹
مجموعہ فضائل علی — فتویٰ دینے کی ممانعت	۱۸۰
طالبی کا تخاطب خلیفہ سے — ابوالبختری کون تھا؟	۱۸۱
امام محمد خلیفہ کے استقبال کو کھڑے نہیں ہوئے	۱۸۲
محمد اور ہارون میں سوال وجواب	۱۸۳
ہارون کا عذر — ناقابل قبول عذر — سوال وجواب	۱۸۴
خلیفہ کا سوال وجواب	۱۸۵
ہارون کا تذلل	۱۸۶
امام محمد کی بے خوفی	۱۸۷

امام محمد کی سیرت و کردار کے چند پہلو

	صفحہ
حاضر دماغی، جامعیت، انکسار، تفقہ اور تدین	۱۹۱
امام محمد کا زمانہ	۱۹۱
روشنی اور تاریکی	۱۹۲
علما کا حال زبوں	۱۹۳

	صفحہ
اصحاب عزائم	۱۹۳
امام محمد عوام میں / مجتہد کے اوصاف	۱۹۴
امام محمد کا جواب	۱۹۵
ہر پہلو پیش نظر رہتا / امام بخاری کے اُستاد / قول روایت	۱۹۶
حاسدوں کو جواب	
شرط سماعت	۱۹۷
ایک واقعہ / اصحاب حدیث کا مجمع / ایک کمی کا احساس	۱۹۸
ابوالہیثم امام محمد کے پاس / سادگی اور اخلاص	۱۹۹
امام ابویوسف کا ذکر	۲۰۰
مجتہد کی خطا و صواب	۲۰۱
اجتہاد کے سلسلہ میں موقف کیا تھا / سیرت و کردار / اچانک ملاقات	۲۰۲
...	۲۰۳

	صفحہ
جب چاہو آؤ	۲۰۳
سادگی اور ملنساری / حدیث اور احناف / ایک الزام	۲۰۵
الزامی جواب / امام محمد کا علم حدیث	۲۰۶
بالغ نظر رائے / عیسیٰ بن ابان / خلیفہ مامون کی قدردانی	۲۰۷
الحجۃ الکبیر فی رد علیٰ قدیم الشافعی	۲۰۸

امام احمد بن حنبل کی رائے

	صفحہ
امام محمد کی کتابوں کے بارے میں / فقہی گروہ بندی	۲۱۱
امام محمد کے تفقہ کا اعتراف / امام محمد کی کتابوں سے استفادہ	۲۱۲
امام محمد ماہر عربیت / امام احمد بن حنبل کا اقرار صالح	۲۱۳
فقہ پر حدیث کو ترجیح دو / مقصود اصلی ...	۲۱۵

	صفحہ
الوحاظی کا جواب	۱۱۵
اضطراب روایت / تطبیق روایت	۱۱۶
احمد بن حنبل ابو یوسف کے شاگرد تھے / فقہ مستنبط سے اختلاف / افکار و خیالات میں انقلاب	۲۱۷
فقہی آراء سے رجوع / تدوین علوم کی برکت	۲۱۸
جمہور امت کا مسلک	۲۱۹
حدیث و فقہ قید تحریر میں	۲۲۰
اصل بات / دینی خدمت اور فریضہ	۲۲۱

چند متنازعہ فیہ اعتقادی مسائل

	صفحہ
اور ان مسائل سے متعلق امام محمد کی رائے / خلق قرآن کا مسئلہ	۲۲۵
محسوسات کا انکار	۲۲۶
خدا کا سماء دنیا پر نزول	۲۲۷
صفات الٰہی پر ایمان	۲۲۸
مخالفانہ اقوال کی تردید	۲۲۹
میرا مذہب وہی ہے جو خلفائے راشدین کا تھا	۲۲۹
امام محمد کا عقیدہ	۲۳۰

امام محمد کی ثنا و صفت

	صفحہ
وقت کے اصحاب علم و فضل کی زبان سے	۲۳۳
دوسرے مکاتب فکر کا اعتراف / مالک کی زبان سے محمد کی تعریف	۲۳۴
امام شافعی کا اعتراف / امام شافعی کا ایک اور قول	۲۳۵
امام محمد میرے استاد تھے / امام محمد سب سے بڑے فقیہ تھے	۲۳۶
میں نے امام محمد سے بہت کچھ حاصل کیا / مزنی کا اقرار	۲۳۷
امام محمد کی فصاحت و بلاغت / خطیب کی روایت / امام محمد کی دانش و بینش	۲۳۸
جیسے قرآن امام محمد پر نازل ہو رہا ہے / "فقیہ تو امام محمد ہیں!" / میں فقہ میں امام محمد کا زیر بار احسان ہوں / حسن کلام امام محمد کا حصہ تھا	۹۳۹

مضمون	صفحہ
مناقب شافعی کا ایک ٹکڑا جامہ زیب اور خوش لباس	۲۴۰
نزاعی مسائل پر سوال امام محمد کی مجلس رحم و مروت کا برتاؤ	۲۴۱
ناسخ و منسوخ کا عالم فتویٰ دینے میں ماہر تحمل اور بردباری	۲۴۲
نادرہ الامتیاز یگانہ خصوصیت	۲۴۳
مستقبل کا نوجوان حافظہ ہو تو ایسا الجامع الصغیر کی کتابت	۲۴۴
شدت تحقیق و تجسس کتاب الحیٰ کا عالم محمد بن سلام کا قول	۲۴۵
سب سے بڑا فقیہ امام محمد کی تقسیم اوقات شب بیداری	۲۴۶
کوفہ کی مسجد میں درس علوم	۲۴۷
ابو حازم کا قول	۲۴۷
سب سے بہتر کتاب الجامع الکبیر کی مثال	۲۴۸
ابداع و ایجاد کی نشانی جامعیت اور افادیت	۲۴۹
محمد بن سعد کی روایت امام محمد کی تعریف امام محمد سے احتجاج	۲۵۰
قوت حافظہ کا کمال امام محمد کی ثنا و صفت حقائق اور واقعات	۲۵۱
ابن ابی حاتم کی روایت	۲۵۲
امام محمد اور واقدی امام محمد اور واقدی کا معاملہ	۲۵۳
کیا امام محمد مخالف آثار تھے؟ پیروی حدیث رسول	۲۵۴

امام محمد کے مصنفات و کتب

مضمون	صفحہ
تعارف، تذکرہ، تنقید	۲۵۹
امام محمد صرف فقیہ نہ تھے امام محمد ... کا فضل	۲۶۰

	صفحہ
کتب امام محمد کا انداز و اسلوب	
کتب و مصنفات پر ایک نظر	۲۶۱
امام محمد کی کتابیں	
علماء ہند کا ذکر	۲۶۲
انقلاب انگیز کتابیں	
اسدیہ کی تدوین میں امام محمد کا حصّہ	۲۶۲
کتب شافعی اور امام محمد	
امام احمد بن حنبل کا علم مسائل اور امام محمد	۲۶۳
الاصل یعنی المبسوط	
طریق بحث و گفتگو	۲۶۴
آثار صحابہ و تابعین	۲۶۵
الجامع الصغیر	
سبب تالیف	۲۶۶
السیر الصغیر	
الجامع الکبیر	۲۶۷
فقہ و اصول کی سب سے بڑی کتاب	
ابوبکر رازی کا قول	۲۶۷
اخفش کی روایت	
الجامع الکبیر سے تاثر	۲۶۸
جماہیر اہل علم کا اتفاق	۲۶۹
امام ابن تیمیہ کا اعتراف	
شروح و حواشی	۲۶۹
رواۃ جامع الکبیر	
الزیادات و زیادۃ الزیادات	۲۷۰
سبب تالیف	
السیر الکبیر	
شروح و حواشی	
غیر زبانوں میں ترجمے	۲۷۱
کتب ستّہ کی روایت	
الرقیات	۲۷۲
کیسانیات	
کتب خانہ آصفیہ	۲۷۳
الجرجانیات	
الہارونیات	۲۷۴
کتاب النوادر	
الکسب	۲۷۵
المخارج و الحیل	
موطا امام محمد	۲۷۶
شروح و حواشی	
علامہ عبدالحی کی غلط فہمی	۲۷۷

	صفحہ
اسناد پہ گفتگو	۲۷۸
الحجج	
کتاب الآثار	۲۷۹
مسند ابی حنیفہ	
اجتہاد ورائے	
الاستحسان	
الخصال	۲۸۰
الرد علی اہل المدینۃ	
اصول الفقہ	
اجمالی خاکہ	۲۸۱

امام محمدؒ کی تصنیفات وکتب کے اسناد

	صفحہ
ایک تحقیقی اور غائر مطالعہ	۲۸۵
کتاب الآثار کے اسناد	۲۸۶
مسند محمد کے اسناد	۲۸۸
الموطا کے اسانید	۲۸۹
کتب ستہ کے اسناد	۲۹۰
السیر الکبیر کے اسناد	۲۹۱

امام محمدکی وفات

	صفحہ
وفات	۲۹۵
ہارون کا ماتم	۲۹۶
تدفین	
عالم نزع میں گریہ	
خواب میں ملاقات	۲۹۷
جنت میں	۲۹۸
ایک غم انگیز مرثیہ	۲۹۹
کتابیات	۳۰۲

ضمیمہ

	صفحہ
قاضی اسد بن فرات فاتح صقلیہ	۳۲۹ تا ۳۲۵

افتتاحیہ

جن لوگوں نے فقہ حنفی کا درس مدارس عربیہ میں سبقاً سبقاً لیا ہے، اور جنھوں نے ہدایہ وغیرہ کا مطالعہ کیا ہے، وہ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب

(۱) امام ابویوسف

(۲) امام محمد

(۳) امام زفر

وغیرہ سے ناواقف نہیں ہو سکتے۔

جن لوگوں نے فقہ حنفی کی کتابوں سے باقاعدہ استفادہ کیا ہے، ان سے یہ حقیقت بھی پوشیدہ نہیں کہ شرح وقایہ اور ہدایہ وغیرہ درسی کتابوں میں جو مسائل درج ہیں، ان میں امام ابوحنیفہؒ، امام ابویوسفؒ، امام زفر اور امام محمدؒ وغیرہ کے اقوال بھی زیر بحث مسئلے کے بارے میں درج ملتے ہیں لیکن ایک طالب علم یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے، ——— اور اس لیے حیران رہ جاتا ہے کہ اس کی نظر صرف اپنے سبق تک ہی محدود ہوتی ہے۔ اس لیے زیادہ نہ وہ کچھ سوچتا ہے، نہ سوچنا چاہتا ہے، نہ سوچنے کی فرصت ہوتی ہے، نہ اس فن کے پس منظر اور ائمۂ فقہ کے حالات و سوانح

اور علمی و ذہنی کارناموں سے واقف ہوتا ہے ــــــ کہ ان مسائل میں مفتیٰ بہ مسائل کا بہت کافی حصّہ وہ ہے جو امام محمدؒ کے اقوال پر مشتمل ہے۔

امام محمد کی عظمت وجلالت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ان کے اقوال، استاد اور اس کے اصحاب کی موجودگی میں بھی اتنے اہم مانے جاتے ہیں کہ فتویٰ ان ہی پر دیا جاتا ہے۔

یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ اردو زبان میں امام محمدؒ پر کوئی مقالہ تک نہیں ملتا۔ حالانکہ ان کی شخصیت اس کی مستحق تھی کہ ان پر ایک مفصّل اور مکمل کتاب لکھی جاتی۔

مجھے طالب علمی کے زمانہ ہی سے امام محمدؒ اور ان کے مُدلّل و دلّ اقوال سے غیر معمولی شغف رہا ہے، لیکن بدقسمتی سے اس موضوع پر قلم اٹھانے کی نوبت نہ آئی۔ نیے مہلت دی نہ آنا سرو سامان میسّر آیا کہ اس جمیل وجلیل موضوع پر قلم فرسائی کر سکتا۔

خوش قسمتی سے محمد زاہد بن الحسن الکوثری مصری کی ایک کتاب سیرۃ امام محمد بن الحسن الشیبانی اس مرتبہ کراچی کے مجلس علمی کے کتب خانے میں نظر سے گذری ــــــ موصوف مصر کی نہایت جلیل القدر شخصیتوں میں سے ہیں، تحقیق وتمحیص ان کا حصّہ ہے، کتب تاریخ کے جزئیات تک پر ان کی نظر نہایت وسیع ہے۔ وہ جب کسی موضوع پر قلم اُٹھاتے ہیں تو اس کا حق ادا کر دیتے ہیں، کوئی گوشہ نہیں چھوڑتے، ہر پہلو پر سیر حاصل بحث کرتے ہیں۔ صاحب موصوف کی جلالت شان اور علمی مرتبہ کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ استاد ابوزہرہ جو متعدد تحقیقی اور تنقیدی کتابوں کے مؤلف ومصنّف کی حیثیت سے لازوال شہرت حاصل کر چکے ہیں، اس کتاب کے مصنّف کوثری کے شاگرد ہیں، مقالات کوثری پر انھوں نے جو مقدمہ لکھا ہے، اس میں اس کا اعتراف فخر وناز کے ساتھ کیا ہے، اور جس شخص نے علامہ کوثری کے مقالات اور مصنّفات کا مطالعہ کیا ہے، وہ یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ موصوف گوناگوں مکارم وملکات کے حامل ہیں۔ وہ بہت بڑے انشار پرداز ہیں، زورِ کلام، روانی سخن اور خطابت ان کی تحریر کا جوہر ہے۔ تحقیق کے میدان میں گام فرسائی کرنے والے اصحاب، دل شگفتگی ... ہیں، لیکن علامہ کوثری تحقیق اور ریسرچ کی خشک وادی کو بھی اپنے

خامۂ بہار آفریں سے باغ وبہار بنادیتے ہیں۔

علّامہ کوثری کی دوسری نہایت اہم اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ان کا دماغ علم ومعارف کا گنجینہ ہے اور ادب، فقہ، اصول فقہ، حدیث، تفسیر، روایات اور رجال واشخاص پر جب وہ تنقیدی اور تحقیقی نظر ڈالتے ہیں تو کسی کے ساتھ رعایت نہیں کرتے، ان کی سیرت نگاری اور تاریخ نویسی نہ کسی عقیدت سے متاثر ہوتی ہے نہ حسن ظن سے، وہ کسی شخصیت سے مرعوب نہیں ہوتے، وہ ہر ایک کا قول پرکھتے ہیں، اسے نقد ونظر کی کسوٹی پر کستے ہیں، اور پھر جو رائے ہوتی ہے، اسے بے خوف لومۃ لائم صفائی کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں۔ وہ اپنی رائے اور فیصلہ میں نہ تبدیلی کرتے ہیں، نہ لچک پیدا ہونے دیتے ہیں۔ وہی کہتے ہیں جو ان کے نزدیک حق ہوتا ہے۔ نطق وفکر کی یہ بیباکی، واقعہ یہ ہے کہ بہت بڑی نعمت ہے۔ جسے اللہ بخش دے۔

یہ کتاب مختصر ہونے کے باوجود جامع تھی ــــ مفصّل اور مکمل کتاب کی ضرورت اب بھی باقی ہے ــــ میں نے اس کا مطالعہ کیا اور طے کر لیا کہ اس کا ترجمہ کروں گا۔

اپنے ذوق کی جب کوئی کتاب عربی یا انگریزی کی مل جاتی ہے، پھر دوسرے پروگرام بغیر کسی تامّل کے فوراً ملتوی کر دیتا ہوں۔ لاہور سے جب تبادلۂ آب وہوا کے مقصد سے کوئٹہ جاتے ہوئے چند روز کے لیے کراچی ٹھہرا تو مجوزہ کاموں کا پروگرام ساتھ تھا، لیکن اس کتاب کو دیکھتے ہی سارے پروگرام ملتوی کر دیئے، اور کوئٹہ پہنچنے کے دوسرے ہی روز سب طرف سے یکسو ہو کر اس کتاب کے ترجمے میں مصروف ومنہمک ہو گیا ــــ الحمدللہ کہ آج اس کار اہم سے فارغ ہو چکا ہوں۔ خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو قبول عام عطا فرمائے۔ مجھے امید ہے کہ فقہ حنفی سے دلچسپی اور شغف رکھنے والے اصحاب اس کتاب کو شرف مطالعہ سے محروم نہ کریں گے۔

کسی کتاب کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں جو خیالات پیش کئے گئے ہیں اور جن افکار و خیالات کا اظہار کیا گیا ہے، وہ سب کے سب بعینہٖ وبجنسہٖ قابل قبول ہیں، لیکن ہر شخص کو اس کی آزادی ضرور ہے کہ وہ کسی شخص یا مسئلہ پر اپنے خیالات کا صفائی سے اظہار کر سکے۔ یہی بات میں اس کتاب کے

بارے میں بھی کہنا چاہتا ہوں۔

میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ مولانا محمد طاسین صاحب کا شکریہ ادا کروں، جو کتب خانہ مجلس علمی کے انچارج ہیں۔ انھوں نے مجھے ہر طرح کی سہولت بہم پہنچائی۔ جب اور جس کتاب کی ضرورت میں نے محسوس کی، مولانا نے نہایت خندہ جبینی کے ساتھ مجھے استفادہ کا موقع دیا۔

رئیس احمد جعفری (ندوی)

۳۱ر جولائی ۱۹۵۹ء

بعد عصر،

خیر پور ہاؤس کوئٹہ

اَلاِھدَاءُ

میں اپنی اس ناچیز کاوش کو اپنے مرحوم اُستاذ
مولانا محمد شبلی صاحب مُعلّمِ فقہ دار العلوم ندوۃ العلما
لکھنؤ کے نامِ نامی سے منسوب کرتا ہوں، !

رئیس احمد جعفری

اِبتدائی حالات

○

وطن — ولادت — آغازِ تعلیم

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

نسب و مولد (۱)

امام صاحب کا پورا نام اور سلسلۂ نسب یہ ہے :

خاندانی شجرہ

ابو عبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد، امام صاحب نسبی تعلق کے لحاظ سے شیبانی ہیں، ابو منصور عبدالقاہر بن طاہر تمیمی بغدادی شافعی نے اپنی کتاب "التحصیل فی اصول الفقہ" میں اور جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب "جزیل المواہب فی اختلاف المذاہب" میں یہی لکھا ہے، لیکن اہل علم کا ایک بڑا طبقہ اس طرف گیا ہے کہ امام محمد شیبانی تو ہیں لیکن از روئے ولا نہ کہ از روئے نسب

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ امام محمد کے دادا کا نام فرقد نہیں بلکہ واقد تھا، لیکن یہ غلط ہے۔

ابن عساکر نے اپنی یگانۂ روزگار اور مشہورِ دیار و امصار تاریخ دمشق میں امام محمدؒ کے والد حسن کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بڑے دولت مند اور فارغ البال شخص تھے۔

اصل وطن

قاضی ابو حازم جو امام ابو جعفر طحاوی کے شیخ ہیں، فرماتے ہیں کہ

خصوصیت

○

"تاریخ فقہ اس حقیقت کی شاہد ہے، کہ مذاہب متبوعین کی کتب مؤلفہ فقہ و اصول مثلاً "المدونۃ" "الحجۃ" اور "الام" وغیرہ کی تدوین امام محمدؒ کی تصنیف کردہ کتابوں کی روشنی میں ہوئی"! —— !

○

"محمد بن حسن فلسطین کے قریب رملہ کے جوار میں ایک موضع کے رہنے والے تھے۔ میں نے یہ مقام دیکھا ہے اور اس خاندان کے بعض لوگوں سے ملا بھی ہوں، پھر یہ خاندان یہاں سے کوفہ میں نقل مکانی کر گیا!"

ابو عبداللہ حسین بن علی بن محمد الصیمری نے اپنی کتاب "اخبار ابی حنیفہ واصحابہ" میں مذکو
سند سے اس واقعہ کی تخریج کی ہے۔

محمد بن سعد، کاتب واقدی، اپنی کتاب "الطبقات الکبریٰ" میں تحریر فرماتے ہیں:-

"محمد بن حسن، یہ جزیرہ کے باشندے ہیں۔ ان کے والد سپاہ شام میں ملازم تھے۔ شام سے پھر یہ واسط میں آئے، ۱۳۲ھ میں یہیں ان کی ولادت ہوئی!"

سالِ ولادت

امام محمدؒ کا مذکورہ بالا سالِ ولادت تاریخی طور پر بالکل صحیح ہے، ابن عبدالبر نے "انت
میں اور ابن خلکان نے "وافیات الاعیان" میں امام صاحب کا سالِ ولادت ۱۳۵
تحریر کیا ہے۔ یہ سہو محض ہے۔

خطیب نے اپنی "تاریخ بغداد" میں اس مسئلہ پر بحث و گفتگو کرتے ہوئے تحریر کیا

"محمد بن حسن دمشق کے باشندے ہیں، ان کے قریہ کا نام "حرستا" ہے۔ پھر ان کے والد حسن، عراق میں آکر بس گئے۔ یہیں واسط کے مقام پر امام محمدؒ کی ولادت ہوئی، اور کوفہ میں انہوں نے نشو و نما کے مراحل طے کیے!"

معلوماتِ معتبرہ

مذکورہ بالا تصریحات اور دوسرے معتبر معلومات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ

کہ امام محمد کا خاندان دراصل جزیرہ کا رہنے والا تھا، پھر ان کے والد فوجی ملازمت کے سلسلہ میں شام گئے اور وہیں عرصہ تک رہے، کبھی حرستا میں، کبھی فلسطین کے قریب ایک قریہ میں، یہ دونوں مقامات بہرحال ارضِ شام سے تعلق رکھتے ہیں، یہاں سے یہ خاندان کوفہ میں منتقل ہو گیا، حسن اپنی ملازمت کے سلسلہ میں واسط بھی آتے جاتے تھے، کبھی کبھی زیادہ دنوں تک بھی اپنی ذمہ داریاں انجام دینے کے سلسلہ میں قیام پر مجبور ہو جاتے تھے چنانچہ واسط کے دورانِ قیام میں امام محمدؒ کی ولادت ہوئی، اور اس کے بعد، پھر یہ خاندان واسط سے کوفہ میں چلا آیا۔ جہاں مستقل طور پر اس نے بود و باش اختیار کر رکھی تھی، چنانچہ کوفہ واپس آنے کے بعد امام محمدؒ کی تعلیم و تربیت، نشو و نما اور بلوغ و شعور کے مراحل یہیں اتمام کو پہنچے اور پھر وطنی نسبت بھی یہیں سے قائم ہو گئی، چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد لوگوں نے یہ فراموش کر دیا کہ درحقیقت یہ خاندان کہاں کا رہنے والا تھا؟ اس کی اصل کیا تھی؟ نقلِ مکانی کر کے کہاں کہاں پہنچا؟ —— صرف اتنا یاد رہ گیا کہ امام صاحب کوفی تھے!

تحصیل علم و فن کا دور

○

امام اعظم ابو حنیفہؒ کی بارگاہِ فیض آثار میں:

امام محمدؒ

○

امام ابو حنیفہؒ کے حلقۂ درس میں

امام محمدؒ کو قدرت کی طرف سے ذہانت و ذکاوت اور فراست کی دولت بے حساب عطا ہوئی تھی، ساتھ ہی ساتھ صحت و توانائی کے اعتبار سے بھی وہ یکتا تھے، شکل و صورت اور اخلاق و سیرت کے لحاظ سے بھی اپنی مثال آپ تھے، بدن مائل بہ فربہی، لیکن فکر و روح لطیف اور سبک، عیش و تنعم کے جملہ سامان فراہم تھے، فراغ خاطر اور سکونِ قلب کی دولت سے مالامال، نہ کوئی فکر نہ غم، نہ پریشانی، نہ اندیشہ، زندگی کیا تھی یکسر سرور و نشاط،

تحصیلِ قرآن و علوم ضروریہ

سنِ تمیز کو پہنچنے کے بعد امام صاحب نے قرآنِ کریم کی تحصیل کی، اور اس کا کافی حصّہ حفظ بھی کرلیا۔ پھر عربی زبان، ادب و لغت روایت و محاضرات کی تحصیل پر متوجہ ہوئے،

امام محمد کا علمی مرتبہ

"" جب تک تقلید محبت کا دور دورہ نہیں ہوا اور فقہی گروہ بندی نے تعصب کی صورت اختیار نہیں کی، امام محمدؒ کی کتابیں ہر مکتبِ فکر کے فقہاء کے ہاں متداول رہیں، اور ان سے استفادہ کا سلسلہ بغیر کسی تامّل کے برابر جاری رہا ———— ""

اس زمانہ میں کوفہ علوم عربیہ کا گہوارہ اور فقہ و حدیث کا مرکز تھا، کیونکہ حضرت علیؓ نے جب کو اسے پایۂ تختِ خلافت بنانے کا شرف بخشا تھا، کبار صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے مکہ اور مدینہ سے آکر یہیں کی اقامت اختیار کرلی تھی۔

امام ابو حنیفہؒ کی مجلس درس

جب چودہ سال کی عمر ہوئی تو ایک روز امام ابو حنیفہؒ کی مجلس میں پہنچے تاکہ ان سے اس مسئلہ کے بارے میں دریافت کریں جس نے دل میں کھٹک پیدا کر رکھی تھی۔

امام ابو حنیفہؒ سے محمدؒ نے پوچھا،

"اس نوجوان کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر سویا ہو، اور پھر اُسے احتلام ہو گیا ہو؟ کیا اسے نمازِ عشاء از سرِ نو پڑھنی چاہیئے؟"

امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا،

"ہاں، اسے نماز دہرانی چاہیئے!"

یہ سن کر محمدؒ اٹھے، جوتے بغل میں دبائے، اور گوشۂ مسجد میں جاکر، نماز دوہرائی۔

امام ابو حنیفہؒ نے انہیں نماز دوہراتے دیکھ کر کہا،

"یہ لڑکا انشاء اللہ ترقی کرے گا!"

حصولِ فقہ کا ذوق وشوق

اور کوئی شبہ نہیں امام ابو حنیفہؒ کا یہ قول بار آور ثابت ہوا، چنانچہ کچھ عرصہ کے بع[illegible] محمدؒ کے دل میں حصولِ فقہ کا ذوق وشوق پیدا ہوا، انہوں نے فقہی مجالس کے جلال و وقار [illegible]
[illegible] چنانچہ حصولِ فقہ کی آرزو لیے ہوئے وہ امام ابو حنی[illegible]

کی مجلس میں حاضر ہوئے، اور اپنی یہ تمنا امام صاحب کے سامنے پیش کی، انہوں نے فرمایا۔

"اگر فقہ کا شوق ہے تو سب سے پہلے قرآن کریم پر عبور حاصل کرو!"

کیونکہ ابوحنیفہؒ کے مسلک پر چلنے والے کے لئے قرآن کریم پر عبور لینا ضروری ہے، جو شخص قرآن پر عبور رکھتا ہوگا، اسے پھر کسی دلیل و حجت کی ضرورت نہیں، کیونکہ ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک حجت اور دلیل کے سلسلہ میں سب سے پہلا ماخذ قرآن ہی ہے۔

محمد سے جب امام ابوحنیفہؒ نے یہ بات کہی تو قرآن پر ان کی نظر کچھ زیادہ وسیع نہیں تھی چنانچہ وہ چپ چاپ مجلس سے اُٹھ گئے، کچھ عرصہ بعد اپنے والد ماجد کے ساتھ پھر تشریف لائے اور گویا ہوئے،

"میں نے قرآن کریم حفظ کر لیا اور اس پر اچھی طرح نظر ڈال لی!"

شاگرد کا سوال، اُستاد کا جواب

اس کے بعد محمدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے ایک مسئلہ کے بارے میں استفسار کیا، امام صاحب نے دریافت کیا،

"یہ سوال خود تمہارے دل میں پیدا ہوا ہے، یا کسی سے پوچھکر آئے ہو؟"

محمد نے جواب دیا:

"میں نے کسی سے نہیں پوچھا، یہ سوال خود میرے دل میں پیدا ہوا ہے!"

امام ابوحنیفہ نے فرمایا،

"لیکن یہ سوال تو کسی ایک نوعمر و نوخیز نوجوان کے بجائے کسی باشعور مرد کا معلوم ہوتا ہے!"

اس سوال وجواب کے بعد، امام صاحب نے انھیں اپنے حلقۂ درس میں باقاعدہ شریک کرلیا اور وہ کامل یکسوئی، استغراق اور انہماک سے حصولِ فقہ میں لگ گئے۔ چار سال تک وہ امام ہمام کے حلقۂ درس سے مستفید ہوتے رہے، پھر وہ وقت آیا جو سب کے لیے ناگزیر ہے یعنی امام ابوحنیفہؒ نے سفرِ آخرت اختیار کیا، امام صاحب کی وفات کے بعد، محمدؒ نے امام صاحب کے شاگردِ رشید اور جانشین، امام ابویوسفؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، کیونکہ فقہ حنفی کا ان سے بڑھ کر رمز آشنا کوئی اور نہ تھا۔!

فنِ حدیث کی طرف رجوع

امام محمدؒ نے، فنِ حدیث کی طرف بھی توجہ کی، کیونکہ علم فقہ کے لیے جس طرح علم قرآن لازمی ہے، اسی طرح فقیہ کے لیے ضروری ہے کہ حدیث پر بھی اس کی نظر وسیع ہو، حدیث کی سماعت انھوں نے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ سے کی، اس کے بعد، کوفہ، البصرہ، المدینہ، مکہ، شام اور بلادِ عراق کے مشائخِ حدیث سے یہ فن حاصل کیا۔ انھوں نے ابوحنیفہؒ اور ابویوسفؒ کے علم میں، اوزاعی، ثوری اور مالک رضی اللہ عنہم کا علم بھی جمع کردیا، یہاں تک کہ فقہ کی طرح حدیث کے بھی وہ امام بن گئے، چنانچہ اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ جس طرح وہ فقہ کے امام تھے، اسی طرح حدیث اور تفسیر میں بھی حجت تھے، اور لغت و ادب میں بھی مہارتِ خصوصی کے مرتبہ پر فائز تھے۔

امام محمدؒ فرمایا کرتے تھے،

"مجھے ورثہ میں تیس ہزار اشرفیاں ملیں، ان کا نصف میں نے فن لغت و شعر کے حصول میں صرف کردیا، اور باقی نصف حدیث و فقہ کی تحصیل میں۔"

امام صاحبؒ کا پایۂ علم

امام ذہبی نے محمد بن حسن کے ترجمہ (حالات و سوانح) کے سلسلہ میں اپنی کتاب میں

اور ابن ابی العوام نے طحاوی سے، اور انھوں نے ابوحازم سے، اور انھوں نے محمد بن سماعہ سے جو روایت کی ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام صاحب کا پایۂ علم کیا تھا؟ روایت یہ ہے:

"محمد بن حسن نے سب طرف سے منہ موڑ کر فقہ کا علم حاصل کیا۔!"

شوقِ مطالعہ

ابوحازم امام محمدؒ کے نواسہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا۔

"میں نے اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ گھر میں نانا جان (امام محمدؒ) کے معمولات کیا تھے؟ میری والدہ نے بتایا، خدا کی قسم میرے بچے، وہ اس گھر میں کتابوں کے ڈھیر کے سامنے بیٹھے رہتے تھے، اور ان کا مشغلہ صرف کتب بینی اور مطالعہ و تحریر رہ گیا تھا، کسی سے بات نہیں کرتے تھے، احباب اور دربان سے بھی انگلیوں کے اشارہ سے جو کچھ کہنا ہوتا، فرمادیا کرتے تھے۔!"

امورِ دنیا سے بے نیازی

امام ذہبیؒ نے، اپنی کتاب میں، اور صیمری اور خطیب نے محمدؒ بن سماعہ سے روایت کی ہے کہ:-

"امام محمدؒ نے گھر والوں سے کہہ رکھا تھا کہ ضروریاتِ دنیاوی کے سلسلہ میں مجھ سے بات چیت نہ کیا کرو، کچھ نہ کہا کرو، جتنے روپے یا جس چیز کی ضرورت ہو، میرے مختار سے لے لیا کرو، کیونکہ اس طرح میرا وقت ضائع نہ ہوگا اور میں یکسوئیِ قلب کے ساتھ اپنا کام جاری رکھ سکوں گا۔"

طلبِ علم اور تحصیلِ فن کی منزل

○

حفاظِ حدیث کی بارگاہِ تحقیق و تمحیص سے استفادہ

امام محمدؒ کا پایۂ علمی

—" علومِ حدیث وفقہ واصول پر امام محمدؒ نے جو کتابیں تصنیف وا تالیف کی تھیں، ان کے مرتبہ کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ہر مکتبِ فکر کے فقہاء، ان کتابوں کا مطالعہ کرنے پر اپنے تئیں مجبور پاتے تھے، کیونکہ جس خوبی کے ساتھ تعبیرِ مسائل، توضیحِ بیان، تفصیلِ احکام اور تفریع وتدلیل کے جوہر یہاں نظر آتے تھے، کہیں اور نہیں۔!"

امام محمدؒ کے شیوخ حدیث

امام محمد کے مشائخ حدیث کی فہرست کافی طویل ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے :۔

کوفی اساتذہ کی فہرست

کوفہ میں امام محمدؒ نے جن لوگوں سے تحصیلِ حدیث کی، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں :۔

(۱) امام ابوحنیفہؒ
(۲) اسماعیلؒ بن ابی خالد الاحمسی
(۳) سفیانؒ ابن سعید الثوری
(۴) مسعرؒ بن کرام
(۵) مالکؒ بن مغول
(۶) قیسؒ بن الربیع
(۷) عمرؒ بن ذر
(۸) بکیرؒ بن عامر

(۹) ابوبکر النهشلی عبداللہ بن قطاف

(۱۰) محل ابن محرز الضبی

(۱۱) ابوکدینہ یحییٰ بن المهلب البجلی

(۱۲) عبدالرحمٰن بن عبداللہ ابن عتبۃ المسعودی

(۱۳) اسرائیل بن یونس

(۱۴) بدر بن عثمان

(۱۵) ابوالاحوص سلام بن سلیم

(۱۶) سلام بن سلیمان

(۱۷) ابوالعاویۃ الضریر محمد بن خازم

(۱۸) زفر بن الہذیل

(۱۹) ابویوسف القاضی

(۲۰) اسماعیل بن ابراہیم البجلی

(۲۱) فضیل بن غزوان

(۲۲) حسن بن عمارہ

(۲۳) یونس بن ابی اسحاق السبیعی

(۲۴) عبدالجبار بن العباس الهمدانی

(۲۵) محمد بن ابان بن صالح القرشی

(۲۶) سعید ابن جلید الطائی

(۲۷) ابوفروہ عروہ بن الحارث الهمدانی

(۲۸) ابوزہیر العلاء ابن زہیر

شیوخِ مدینۂ منورہ

مدینۂ منورہ میں جن شیوخِ حدیث سے امام محمدؒ نے تحصیل کی، ان کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:-

(۱) مالکؒ بن انس
(۲) ابراہیمؒ بن محمد بن ابی یحییٰ
(۳) عبید اللہؒ بن عمر بن حفص العمری
(۴) عبد اللہؒ بن عمر بن حفص العمری
(۵) خارجہ بن عبد اللہؒ ابن سلیمان
(۶) محمدؒ بن ہلال
(۷) ضحاکؒ بن عثمان
(۸) اسماعیلؒ بن رافع
(۹) عطافؒ بن خالد
(۱۰) اسحاقؒ بن حازم
(۱۱) ہشامؒ بن سعد
(۱۲) اُسامہؒ بن زید اللیثی
(۱۳) داؤدؒ ابن قیس الفراء
(۱۴) عیسیٰؒ بن ابی عیسیٰ الخیاط
(۱۵) عبد الرحمنؒ ابن ابی الزناد
(۱۶) محمدؒ بن عبد الرحمن بن ابی ذئب
(۱۷) خثیمؒ بن عراک

مکہ مکرمہ کے اساتذہ

مکہ مکرمہ کے جن مشائخِ حدیث سے امام محمدؒ نے درس لیا، وہ یہ ہیں:-

(۱) سفیان بن عیینہ کوفی، مقیم مکہ
(۲) زمعہ بن صالحؒ
(۳) اسماعیل بن عبد الملکؒ
(۴) طلحہ بن عمروؒ
(۵) سیف بن سلیمانؒ
(۶) ابراہیم ابن یزید الاموئؒ
(۷) زکریا ابن اسحاق
(۸) عبد اللہؒ بن عبد الرحمن بن یعلیٰ الثقفی الطائفیؒ

بصرہ کے ائمہ حدیث

بصرہ کے جن ائمۂ حدیث سے امام محمدؒ نے سماعت کی، وہ یہ ہیں:-

(۱) ابو العوام عبد العزیز بن الربیع البصری
(۲) ہشام ابن ابی عبد اللہؒ
(۳) ربیع بن صبیحؒ
(۴) ابو حرہؒ واصل بن عبد الرحمٰن
(۵) سعیدؒ بن ابی عروبہ
(۶) اسماعیلؒ بن ابراہیم البصری

(۷) مبارک بن فضالہ

واسط کے شیوخِ حدیث

واسط کے جن اَساطینِ حدیث سے اِمام محمدؒ نے کسبِ فیض کیا، وہ یہ ہیں :-

(۱) عباد بن العوام
(۲) شعبہ بن الحجاج
(۳) ابو مالک عبد الملک النخعی

شام کے اکابرِ حدیث

شام کے جن اکابرِ حدیث سے امام محمدؒ نے استفادہ کیا، وہ یہ ہیں :-

(۱) ابو عمرو عبد الرحمٰن بن الاوزاعی
(۲) محمد بن راشد المکحولی،
(۳) اسماعیل بن عیاش الحمصی
(۴) ثور بن یزید الدمشقی

خراسان کے اَساتذہ

خراسان کے اساتذۂ حدیث میں، عبداللہ بن مبارک کا نام نامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہے جن سے امام محمدؒ مستفید ہوئے۔

علمائے یمامہ سے استفاضہ

اہلِ یمامہ میں سے امام محمدؒ جن بزرگوں سے مستفیض ہوئے، اُن میں ایوب بن عتبۃ التیمی کا اسمِ گرامی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔

شوقِ تحصیلِ علم

اپنے اقران و اماثل میں جن لوگوں کو امام محمدؒ نے فنِ حدیث میں یکتا، اور فنِ روایت و درایت میں ماہر پایا، بغیر کسی جھجک کے اُن کے پاس بھی پہنچے، سماعت کی، اور روایت کی، ان اقران و اماثل میں ایسے لوگ بھی تھے جو مرتبہ و مقام کے اعتبار سے امام محمدؒ سے فروتر تھے، لیکن نہ معاصرانہ چشمک آڑے آئی، نہ مقام و رُتبہ کی فروتری دیوار بنی، اعاظمِ رجال کی طرح امام محمدؒ نے احساسِ برتری کا اظہار نہیں کیا، اپنے سے کم مایہ لوگوں کے پاس بھی حدیثِ رسول علیہ التحیۃ والسلام کی جستجو اور طلب کے سلسلہ میں وہ ذوق و شوق اور وجد و کیف کے عالم میں پہنچے اور جن سے جو کچھ مل سکا، اُسے لیا، اور فخر و انبساط کے ساتھ اسے اپنے کیسہ میں رکھ لیا۔ کہ شانِ اکابرِ حدیث سے یہی چلی آتی ہے کہ وہ اصاغر سے روایت کرنے میں تامّل نہیں کرتے،

چشمۂ علم اور تشنگانِ علم

○

ہر کجا بود چشمۂ شیریں ،
مردم و مرغ و مور گرد آئیند

کمالاتِ گوناگوں

—"امام محمد کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ یک فنی نہیں تھے، بلکہ جملہ علومِ ضروریہ پر مجتہدانہ نظر رکھتے تھے، وہ جس طرح تخریجِ احکام اور تفریعِ مسائل پر حاوی تھے، اسی طرح اسرارِ تشریع اور اسرارِ عربیت کے بھی رمز آشنا تھے،!"

○

امام محمد کے اصحاب و تلامیذ

امام محمد بہت جلد ہمہ گیر شہرت کے مالک بن گئے۔ ان کی شہرت ایک کونے سے دوسرے کونے تک پہنچ گئی، ان کی تصنیفات کا چرچا سارے عالمِ اسلام میں ہونے لگا، وہ مرتبۂ اجتہاد پر فائز تھے، اور لوگ عقیدت و عظمت کے ساتھ اُن کی یہ حیثیت تسلیم کرتے تھے، علم فقہ حاصل کرنے کے لیے، جوق در جوق لوگ، دور و دراز مقامات سے زحمتِ سفر برداشت کرتے، تکالیف اور مصائب سے کھیلتے، دشواریوں اور مشکلوں کا مقابلہ کرتے ان کے حضور میں آنے لگے۔ امام ابوحنیفہ کے فضل و کمال، تحقیق و اجتہاد، عرفان و آگہی کے وہ بہت بڑے وارث تھے، اور اس ورثہ میں حصہ لینے کے لیے تشنگانِ علم ہر طرح کی پریشانیاں برداشت کرتے، ان کے پاس پہنچتے تھے اور شاد و بامراد ہو کر واپس جاتے تھے۔ ان کے مقام و مرتبہ سے وہی شخص ناواقف تھا جو اکابر رجال ...... کے ذہنی اور علمی کارناموں سے کوئی واقفیت نہیں رکھتا تھا، ورنہ ہر طالب علم ان کا قدر شناس اور مدّاح و معتقد تھا۔

ان تمام لوگوں کا استقصاد تو ناممکن ہے، جنہوں نے امام محمد سے کسبِ فیض کیا البتہ ان کے اصحاب و تلامیذ میں سے چند سربرآوردہ شخصیتوں کا ہم ذکر ضرور کریں گے تاکہ

اندازہ ہو سکے کہ اپنے زمانہ میں، وہ حقیقی طور پر شیخ المجتہدین تھے،!

ابو حفص احمد بن حفص العجلی

یہ بڑے پایہ کے امام اور مجتہد تھے، ان کے مقام عرفان و آگہی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ فقہ اہل الرائے کی تحصیل امام بخاریؒ نے انہی سے کی تھی
ثوریؒ نے بھی اپنی علمی جہاں گشتی سے پہلے ان کے حلقۂ درس میں شرکت کی تھی۔

ابو سلیمانؒ جوزجانی

ابو سلیمان موسیٰ بن سلیمان جوزجانی کا شمار بھی امام محمدؒ کے مخصوص اصحاب میں ہوتا تھا۔ یہ اپنے وقت کے مانے ہوئے صاحب علم و نظر تھے، مشرق و مغرب میں کتب ستہ کی شہرت و بقا انہی کے وجود باجود کی رہین منت ہے۔

امام شافعیؒ

ابو عبداللہ محمد بن ادریس، شافعی، — یکے از ائمۂ اربعہ — بھی امام محمدؒ کے شاگردوں میں تھے، امام شافعی کے فضل و کمال، ان کے تفقہ اور بصیرت، اور پایۂ اجتہاد سے کون اہل علم ہے جو واقف نہ ہو، فقہ اسلامی کے چار مشہور و معروف مذاہب میں ایک اُن کا مذہب بھی ہے جس کے ماننے والے لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں،

ابو عبیدؒ ہروی

ابو عبید قاسم بن سلام ہروی اپنے وقت کے بہت بڑے امام اور مجتہد گذرے ہیں، ان کا ... بہت وسیع تھا، ان کی تحقیق و اجتہاد کا سکہ ہر اہل علم کے دل پر بیٹھا ہوا تھا، —

یہ بھی امام محمدؒ کے شاگردوں میں سے تھے۔

عمرو حرانیؒ

امام محمدؒ کے مایۂ ناز شاگردوں میں عمرو بن ابی عمرو الحرانی کا نام کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، کتاب و سنت پر ان کی وسیع اور گہری نظر تھی، تفقہ میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے، ان کے علم و بصیرت کا سارے آفاق میں شہرہ تھا، نازک سے نازک مسائل کو آسانی سے حل کر کے رکھ دیتے تھے،

محمدؒ بن سماعہ تمیمی

امام صاحب کے قابلِ فخر اصحاب و تلامیذ میں محمد بن سماعہ تمیمی کا نام بھی ہے، یہ بھی اپنے وقت کے مجتہد اور امام گذرے ہیں۔

علیؒ بن معبد

علی بن معبد بن شداد الرقی، ان لوگوں میں ہیں جنہوں نے "جامع کبیر" اور "جامع صغیر" کی روایت کی ہے، یہ بھی امام صاحب کے شاگرد تھے،

معلیؒ بن منصور

معلی بن منصور الرازی بھی اپنے زمانہ میں فقہ کے امام یکتا گذرے ہیں۔ فقہ کے ساتھ ساتھ قرآن کریم اور سنت رسول اللہ پر بھی ان کی وسیع نظر تھی اور اختلافاتِ فقہی کے بھی یہ پورے عالم تھے، انہوں نے بھی امام صاحب کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیا تھا۔

ابو بکر بن ابی مقاتل

ابو بکر بن ابی مقاتل بہت بڑے فقیہ تھے، ان کے معاصرین بھی ان کا احترام کرتے تھے، اور اُن کے پایۂ فضل و کمال کو تسلیم کرتے تھے، یہ ابن جریر کے اُستاد تھے، امام محمد کے حلقۂ درس سے انہوں نے بھی پورا استفادہ کیا تھا۔

اسد بن فرات

اسد بن فرات القیروانی کے پایۂ فضل و کمال اور علم و معرفت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یہ سحنونؒ کے اُستاذ تھے، امام مالکؒ کے فقہی مذہب کی تدوین میں بھی انہوں نے بڑا حصّہ لیا تھا اُنھیں امام محمد کی شاگردی پر فخر تھا۔

محمد بن مقاتل

محمد بن مقاتل الرازی، ابن جریرؒ کے اُستاذ تھے، اور اپنے زمانہ کے مانے ہوئے فقیہ اور مُجتہد تھے، امام محمدؒ کے حلقۂ درس میں بیٹھ کر علم و آگہی کا یہ منصب بلند انہوں نے حاصل کیا تھا۔

یحییٰ بن معین

یحییٰ بن معین الغطفانی، فنِ جرح و تعدیل کے امام ہمام تسلیم کئے جاتے ہیں، اسماء الرجال کی کتابیں، ان کی دقتِ نظر، وسعتِ علم اور فکرِ بیباک کی ترجمان ہیں، علمائے حدیث ان کی رائے کے آگے سر جھکاتے ہیں، اور اُن کے فیصلوں کو بے چون وچرا تسلیم کر لیتے ہیں۔ راوی یا ان کے متعلق انہوں نے جو فیصلہ کر دیا ہے، وہ سند کی حیثیت رکھتا ہے [illegible] ثقہ یا غیر ثقہ ہوتے سے

اور اسے عام طور پر بغیر حیل و حجت تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ یہ امام یحییٰ بن معین بھی، اُن لوگوں میں تھے، جنھوں نے امام محمد کی بارگاہِ علم میں بیٹھ کر، کسبِ فیض کیا تھا۔

علی بن مسلم

علی بن مسلم طوسی کا شمار بھی، امام محمد کے اصحاب و تلامیذ میں تھا۔

موسیٰ بن نصر

موسیٰ بن نصر الرازی بھی، باہمہ جلالتِ شان امام محمد کے شاگردوں میں شامل تھے۔

شدّاد بن حکیم

شدّاد بن حکیم البلخی اپنے زمانہ میں فقہ کے مانے ہوئے امام اور مجتہد تھے، لیکن اپنے فن میں امامت اور اجتہاد کا یہ درجہ صاحبِ موصوف نے جس درسگاہ سے حاصل کیا تھا، وہ امام محمدؒ کی درسگاہ تھی۔

حسن بن حرب

امام صاحب کے شاگردوں میں حسن بن حرب الرقی کا بھی شمار تھا، جن کے علم و فضل اور پایۂ عرفان و آگہی کا اہلِ علم کے حلقوں میں چرچا رہتا تھا،

ابن جبلہ

ابن جبلہ بھی امام محمد کے دامنِ تربیت سے بہرہ ور ہو کر، دنیائے علم میں آفتاب بن کر چمکے تھے۔

ابوالعباسؒ حمید

ابوالعباس حمید کے تفقہ اور عرفان کا تمام اکابر و معاصر لوہا مانتے تھے، یہ بھی امام محمد کے
شاگردوں میں سے تھے۔

ابو توبہؒ

ابوالتوبہ ربیع بن نافع الحلبی، باہمہ فضل و کمال اس بات پر نازاں تھے کہ وہ امام محمدؒ
شاگرد ہیں اور ان کے حلقۂ درس میں بیٹھ کر کسبِ فیض کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

عبیداللہؒ بن ابی حنیفہ

عبیداللہ بن ابی حنیفہ دبوسی کے لیئے یہ فخر بس کرتا تھا کہ اُن کا شمار امام محمد کے اصحا
میں ہوتا ہے۔

ابو بریدؒ

ابو برید عمرو بن یزید الجرمی بھی اس پر نازاں تھے کہ امام محمدؒ نے ان کی علمی تربیت
حصّہ لیا، اور ان کے حلقۂ درس میں بیٹھ کر علم فقہ کے اسرار و رُموز سے وہ واقف ہو

مصعبؒ بن عبداللہ

مصعب بن عبداللہ الزبیری کے علمِ وسیع اور فکرِ عمیق کا اعتراف جس طرح ان
کو ہے، اسی طرح ان کے اقران و اماثل کو بھی ہے، لیکن مصعب کو اس پر فخر تھا کہ ا
امام محمد کی بارگاہ علم میں بیٹھ کر وہ کچھ سیکھ لیا جو کہیں اور نہ ملا۔ انھوں نے اسی حلقہ

ملکۂ اجتہاد حاصل کیا، اور فقہ کی باریکیوں پر عبور پیدا کیا، یہیں ان کی ذہنی تربیت ہوئی، اور
یہیں انہوں نے علم کا صحیح استعمال سیکھا۔

ایوبؒ بن حسن

ایوب بن حسن ـــ یہ نیشاپور کے رہنے والے تھے، حصولِ علم کے لیے یہ مختلف اداروں
اور حلقوں میں پہنچے، اور جہاں سے جو ملا اُسے شوق و عقیدت سے حاصل کیا، لیکن اُن کی
تشنگی کا مکمل علاج امام محمدؒ کے حلقۂ فیض ہی سے ہوا۔

خلفؒ بن ایوبؒ

خلف بن ایوب بلخی کا مانے ہوئے اصحابِ علم میں شمار ہوتا تھا۔ یہ بھی امام محمدؒ کے
شاگرد تھے۔

علیؒ بن صبیح

امام محمدؒ کے شاگردوں میں علی بن صبیح بھی ہیں، جن کے فضل و کمال کا شہرہ دُور دُور تک
پہنچا ہوا تھا، اور جن کے تفقّہ کی دھوم تھی۔

عقیلؒ بن عنبسہ

یہ بھی امام صاحبؒ کے شاگرد تھے، اور ان کی جلالتِ علم کا اعتراف ہر شخص کو تھا۔

علیؒ بن مہران

یہ بھی امام صاحب کے یگانۂ روزگار شاگردوں میں تھے۔

عمروؒ بن مهیر

ان کے ذوقِ تحقیق اور مرتبۂ فضل و کمال کو سب مانتے ہیں، ایک عرصہ تک یہ بھی امام صاحبؒ کے حلقۂ درس میں شریک رہے۔

یحییٰؒ بن اکثم

فقہ و حدیث کا کون طالب علم ہے، جو یحییٰ بن اکثم کے نام نامی و اسم گرامی، ان کے علمی مرتبہ، اور فقہی پایہ سے واقف نہ ہو، ؟ انھوں نے بھی امام محمدؒ سے بہت کچھ حاصل کیا اور اس پر مفتخر بھی رہے۔

ابوعبدالرحمٰنؒ

ابوعبدالرحمٰن المؤدب، جو آل شبیب کے تادیب کنندہ بھی تھے، امام محمدؒ کے شاگردان [illegible] اختصاص میں ایک خاص درجہ رکھتے تھے۔

علیؒ بن حسن

علی بن حسن الرازی، امام محمدؒ کے نمایاں اور ممتاز اصحاب میں سے تھے۔

ہشامؒ بن عبیداللہ

ہشام بن عبیداللہ الرازی کا علم و تفقہ رہینِ منت تھا امام محمدؒ کا۔

ابوجعفرؒ

[illegible] نے مؤطا کی روایت امام صاحب ہی سے [illegible]

شعیبؒ بن سلیمان

شعیب بن سلیمان الکیسانی، انھوں نے امام صاحب سے جو روایتیں کیں، وہ "کیسانیات" کے نام سے مشہور و معروفِ انام ہیں۔ اہلِ علم کے طبقہ میں انہیں غیر معمولی تفوّق حاصل ہے۔ اصحاب امام محمدؒ میں یہ بڑے بلند مرتبہ مانے جاتے ہیں۔

علیؒ بن صالح

علی بن صالح الجرجانی، انہوں نے امام محمدؒ سے جو روایتیں کی ہیں "جرجانیات" کے نام سے یاد کی جاتی ہیں۔

اسماعیلؒ بن توبہ

اسماعیل بن توبہ القزوینی، نے امام صاحب سے "السیر الکبیر" کی روایت کی ہے۔

ابوبکرؒ ابراہیم

ابوبکر ابراہیم بن رستم المروزی — انہوں نے امام محمدؒ سے جو روایتیں کی ہیں "النوادر" کے نام سے طبقاتِ اہلِ علم میں معروف ہیں۔

ابوزکریاؒ

ابوزکریا یحییٰ بن صالح الوحاظی الحمصی، امام بخاریؒ کے شامی اساتذہ میں سے ہیں، لیکن یہ بھی امام محمدؒ کے حلقۂ درس و فیض سے مستفید ہو چکے ہیں، ان کے تعارف کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ امام بخاری کے شیخ تھے۔

ابوموسیٰ

ابوموسیٰ عیسیٰ بن ابان البصری نے امام محمدؒ سے جو روایتیں کیں، وہ "الحج علی اہل المدینہ" کے نام سے مشہور ہیں۔ ابوموسیٰ نے کئی کتابیں بھی تصنیف کیں، جن میں خاص اور اہم کتب یہ ہیں :-

(۱) "الحج الکبیر"
(۲) "الحج الصغیر"
(۳) "کتاب الرّد علی المریسی والشافعی فی شروط قبول الاخبار"

سفیانؒ بن سحبان

"کتاب العلل" اور دوسری بلند مرتبت کتابوں کے مصنّف، سفیان بن سحبان البصریؒ بھی اصحابِ امام محمدؒ میں سے تھے۔

محمدؒ بن عمر واقدی

محمد بن عمر واقدی نے بھی امام محمدؒ سے روایت کی ہے، خود امام صاحب نے بھی واقدیؒ سے روایت کی، واقدی کی ثقاہت بیک دیگر قران و معاصرین میں عام اور معروف تھی۔

صفحاتِ بالا میں امام صاحب کے اصحاب و تلامیذ میں سے جن چند سر برآوردہ شخصیتوں کا ذکر ہم نے کیا ہے، ان سے بآسانی اندازہ ہو سکتا ہے کہ امام صاحب کا حلقۂ درس و فیض کتنا وسیع تھا!

راہِ علم کا رہرو

○

"حکمت مسلمان کی گمشدہ میراث ہے،
جہاں پائے حاصل کرلے!"
(الحدیث)

فکر و نظر

— "امام محمد کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ جس اُستاذ کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کرتے تھے، اس سے انتہائی عقیدت رکھنے کے باوجود آنکھ بند کرکے اس کی تقلید نہیں کرتے تھے، اپنی فکر و نظر کے جوہر کو کام میں لاتے تھے اور اس سے کبھی اور کسی حالت میں دستبردار نہیں ہوتے تھے!"

○

امام محمدؒ امام مالکؒ کے حضور میں

خلیفہ مہدی کے اوائل عہد میں امام مالکؒ کی مؤطا کا چرچا پھیلا، امام محمدؒ کے علم میں جب یہ بات آئی، تو انھوں نے طے کر لیا کہ مدینۂ منورہ جائیں گے، اور امام مالکؒ کے حلقۂ درس میں شریک ہوں گے، چنانچہ سر و سامان سفر مہیا کر کے، وہ مدینۂ منورہ پہنچے اور امام مالکؒ کے حلقۂ درس میں شریک ہو گئے، تین سال تک پابندی اور باقاعدگی سے اپنا یہ سلسلہ اُنھوں نے قائم رکھا۔ امام مالک سے جو حدیثیں انھوں نے سُنیں، ان میں سے سات سو حدیثیں الفاظ اور سند کے ساتھ یاد کر لیں، اس سفر کے دوران میں اُنہوں نے صرف امام مالکؒ کی حدیثوں پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ شیوخ مدینہ کے حلقۂ درس سے بھی برابر کسبِ فیض کرتے رہے۔ اس سے قبل مدینۂ منورہ کے سفر میں انھوں نے مدینہ کے حفاظِ حدیث سے جو حدیثیں سنی تھیں، اس مرتبہ کے سفر میں، انھوں نے پہلے سے بھی کہیں زیادہ اپنی جھولی بھر لی۔

مؤطا امام مالکؒ

مؤطا امام مالکؒ میں بائیس روایتیں ایسی ہیں جن میں زیادتی اور کمی ہے، یعنی

کسی روایت میں کوئی جملہ یا لفظ زیادہ ہے — دوسری روایت میں، کوئی لفظ یا جملہ جو پہلے تھا، اب موجود نہیں ہے،

ایسی زیادتی اور نقصان والی روایتوں میں سے بعض کی طرف دارقطنی نے اپنے اس رسالہ میں بحث کی ہے جو صرف موطا کی مختلف فیہ اور متفق علیہ روایتوں کی بحث و تحقیق پر مشتمل ہے۔

مؤطا امام محمدؒ

اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو "مؤطا امام محمدؒ" تمام مؤطات میں، اگر سب سے نہیں، تو اکثر سے ممتاز اور فائق ہے۔

کیونکہ امام محمد نے مسلسل تین سال تک امام مالکؒ سے ان کی مؤطا کی ملفظ سماعت کی اور سماعت کے بعد، اپنی مؤطا لکھی، اس میں احادیث الباب بیان کرنے کے بعد، یہ بھی بتایا ہے کہ فقہاء عراق کا فقہی مسلک ان میں سے کس کس کے مطابق ہے۔ اور یا اگر مخالف ہے تو اس مخالفت کی بنیاد کن احادیث پر ہے، ؟ مؤطا امام محمدؒ کی صرف یہی ایک خصوصیت ایسی ہے جو اسے دوسری مؤطات سے ممتاز کرتی ہے۔

مؤطا یحییٰ لیثی

اس نمونہ پر یحییٰ لیثی متوفی ۲۳۴ھ کی مؤطا بھی ہے۔ یحییٰ کی مؤطا کا دوسرے مؤطات سے امتیاز یہ ہے کہ انھوں نے مسائل سے متعلق ذکرِ احادیث کے بعد، یہ بتایا ہے کہ خود امام مالک کا فقہی مسلک ان مسائل کے بارے میں کیا تھا؟

امام مالکؒ اور مؤطا

امام مالکؒ نے اپنی مؤطا درحقیقت اپنے لیے لکھی تھی، اور ان کا یہ معمول تھا کہ اسماعِ حدیث کے وقت اسے پیشِ نظر رکھتے، تاکہ کسی طرح کی غلطی نہ ہونے پائے۔ اور دورانِ سماعت میں ہر موقع پر، وہ حذف و اضافہ کا سلسلہ اپنی تحقیق کے مطابق جاری رکھتے۔
چنانچہ مؤطا امام مالکؒ کے نسخے راویوں کے اختلافِ سماعت کی وجہ سے مختلف ہیں،
کیونکہ قاعدہ یہ تھا کہ ہر راوی اپنی روایتوں کو باعتبارِ سماع مدوّن کرلیتا تھا، ایسا بھی ہوتا کہ امام مالکؒ اس موقع پر جو کمی یا زیادتی کرتے، وہ فوراً نہ لکھتا، اور یوں بات رہ جاتی۔

اختلافِ نسخ

غور کیجئے تو مؤطا امام مالکؒ کے نسخوں میں جو اختلاف پایا جاتا ہے، اس کا راز یہی ہے،
چنانچہ مؤطا کے تقریباً بائیس نسخوں میں یہ نقص رہ گیا۔

امام محمدؒ کا طریقہ

لیکن امام محمدؒ نے جو طریقہ اختیار کیا، اس نے اس نقص کو باقی نہ رہنے دیا، ان کا یہ عملِ جلیل ہر اعتبار سے نافع اور مفید ثابت ہوا۔
احادیثِ احکام پر جو بھی غور کرے گا، وہ محسوس کرے گا کہ احادیث حجاز علماءِ امصار کے مابین مشترک تھیں، صرف مشترک ہی نہیں، معروف و معلوم بھی، لہٰذا ان میں کسی طرح کی غلطی یا کمی کا امکان باقی نہیں رہ گیا تھا۔ اس لیے کہ وہ بار بار پڑھی گئیں، پڑھائی گئیں اور دوہرائی گئیں۔
اس طرح اس بات کی معرفت آسان ہوگئی کہ مسائل و احکام میں، فقہا نے ان حدیثوں میں سے کون سی احادیث لی ہیں، اور کون سی ترک کردی ہیں، جو حدیثیں قبول کی ہیں، ان کی بنیاد کیا

ہے؟ اور جنہیں ترک کردیا ہے، ان کے سببِ ترک کے سلسلہ میں وہ کیا دلائل رکھتے ہیں؟

سب سے بڑا کام

امام محمدؒ نے اپنی موطا میں سب سے بڑا کام یہی کیا ہے کہ اس مشکل کو آسان کر دیا ہے، انہوں نے پوری تحقیق اور جانفشانی سے کام لے کر، وضاحت کے ساتھ یہ بتا دیا ہے کہ اخذ حدیث کے اسباب و علل کیا ہیں، ؟ اور ترکِ حدیث کے عوامل اور محرکات کون سے ہیں؟ —— دونوں کے دلائل انہوں نے کھول کر بیان کر دیئے ہیں!

حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ، —— حدیث کے اخذ و ترک کا مسئلہ —— امام محمدؒ اور ان کے اصحاب کے نزدیک اتنا جذباتی نہیں ہے، جتنا سنجیدہ غور و فکر اور تحقیق و تمحیص کا مستحق ہے اس لیے کہ اس راستہ میں اگر ذرا سی بھی لغزش ہو جائے تو دین و دنیا دونوں کا زیاں ہے، اس لیے اس باب میں سب سے زیادہ احتیاط و تأمل، اور غور و فکر کی ضرورت ہے۔

اور امام محمدؒ نے اس حقیقت کو کبھی فراموش نہیں کیا کہ حدیث، قرآن کے بعد، سب سے بڑا ماخذ اور سرچشمۂ احکام و مسائل ہے، چنانچہ جو لوگ ان پر اس سلسلہ میں معترض ہوتے تھے، ان کو جواب دیتے ہوئے کئی مواقع پر انہوں نے اس امر کی وضاحت کی ہے، چنانچہ اگر نگاہِ تعمق سے فقہِ حنفی کی کتابوں کا عام طور پر، اور امام محمد کی مصنفات و مؤلفات کا خاص طور پر مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ حدیث سے کسی موقع پر بھی بے نیازی نہیں اختیار کی گئی ہے، البتہ اس کے ردّ و قبول میں امکانی احتیاط اور تحقیق و تمحیص سے ضرور کام لیا گیا ہے، اور کوئی شخص بھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ وضعِ احتیاط معیوب تھی!

افادہ اور استفاضہ

○

تحقیق و تفحص اور آزادیٔ فکر و رائے کا دور

وصفِ خاص

—— "امام محمد کا خاص وصف یہ تھا کہ وہ آزادئ فکر و رائے کی قدر و قیمت سے واقف تھے، اور زندگی کے ہر دور میں اس خصوصیت سے بہرہ ور رہے۔ ان کے نزدیک طالب علم کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ فکر و نظر کی آزادی سے کام لے، اور اس کی اہمیت محسوس کرے، چنانچہ، طلب علم کے زمانہ میں بھی، اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد بھی، وہ اس مسلک پر سختی اور شدّت کے ساتھ عامل رہے"!

○

امام محمدؒ اور امام مالکؒ

استاد اور شاگرد کے مابین تبادلۂ فکر و رائے!

امام مالکؒ کے تفضّل و کمال کا اعتراف اُن کے معاصرین کو تھا۔ عام اس سے کہ وہ شاگرد کی حیثیت رکھتے ہوں یا مساوی مرتبہ رکھتے ہوں، مدّاح اور خوشہ چین ہوں یا نقّاد اور نکتہ چین، ان کی بارگاہِ علم میں دور و دراز مقامات سے سفر کی زحمتیں اور صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے لوگ پہنچتے تھے، اور جب تک ان کی مجلسِ علم میں شریک ہو کر، قلب و نظر کی تسکین کا سامان فراہم نہیں کر لیتے تھے، انھیں قرار نہیں آتا تھا۔

آج سفر کی جو آسانیاں اور سُہولتیں حاصل ہیں، آج سے ۱۲ - ۱۳ سو سال پہلے ان کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا، لیکن شوقِ علم کشاں کشاں بڑھائے لیے جاتا تھا، نہ صحرا و بیاباں کی ہول خیزیاں سنگِ راہ بنتی تھیں، نہ دشت و جبل کی رُاہ پیمائیاں عزائم میں تزلزل اور ضُعف پیدا کرتی تھیں"!

یہ تھا وہ دَور جب لیلائے علم کے مجنوں، رختِ سفر باندھ کر، ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچتے تھے، چنانچہ امام محمدؒ بھی عراق سے اُٹھے، اور مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچ گئے۔

خطیب اپنی سند کے ساتھ جو مجاشع بن یوسف پر ختم ہوتی ہے، روایت[1] کرتے ہیں:-

"میں مدینہ میں امام مالکؒ کے پاس بیٹھا تھا، معاملات و مسائل کے سلسلہ میں لوگ ان سے استفادہ کر رہے تھے، اور وہ فتویٰ دے رہے تھے، کہ ان کے پاس محمدؒ بن الحسن، ابوحنیفہؒ کے شاگردِ رشید تشریف لائے

انہوں نے پوچھا،

"اگر کسی جُنبی کو مسجد میں پانی دستیاب نہ ہو، تو آپ کی رائے میں پھر اُسے کیا کرنا چاہیئے؟"

مالکؒ نے جواب دیا،

"جُنبی مسجد میں نہیں داخل ہو سکتا — !

محمدؒ نے پوچھا،

"لیکن اگر مسجد میں پانی نہ ہو، اور نماز کا وقت بھی آگیا ہو، کیا پھر بھی جُنبی کو مسجد میں نہ داخل ہونا چاہیئے؟"

اب کے بھی مالکؒ نے وہی جواب دیا جو پہلے دے چکے تھے، اور اسی جواب کو بار بار دُہراتے رہے، لیکن جب محمدؒ اپنے سوال پر قائم رہے، اور بار بار اس کا اعادہ کرتے رہے، اور اس حیص بیص میں کافی دیر گذر گئی تو مالکؒ نے پوچھا،

---

[1] یہ واقعہ اس سفر سے پہلے کا ہے، جب امام محمد صرف مؤطا کی سماعت کے لیے امام مالک کے پاس تشریف لے گئے تھے۔

"آپ بتائیے، اس مسئلہ میں آپ کی رائے کیا ہے؟"

امام محمدؒ نے جواب دیا،

"اس شخص کو تیمم کر کے مسجد میں داخل ہونا چاہیئے، پھر پانی لے کر باہر نکلنا اور غسل کر لینا چاہیئے!"

امام مالکؒ نے سوال کیا،

"آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟"

امام محمدؒ نے زمین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا،

"یہیں کے لوگوں میں سے ایک!"

یہ کہہ کر اُٹھ کھڑے ہوئے، اور تشریف لے گئے، ان کے جانے کے بعد لوگوں نے کہا، یہ محمدؒ بن حسن صاحب ابی حنیفہؒ تھے، یہ سُن کر امام مالکؒ نے کہا،

"لیکن وہ تو کہہ رہے تھے، میں اہلِ مدینہ میں سے ہوں!"

لوگوں نے عرض کیا،

"جی ہاں —— لیکن یہ کہتے ہوئے انہوں نے زمین کی طرف اشارہ کیا تھا!"

امام مالکؒ نے فرمایا،

"اچھا، یہ بات تھی، جو سوال و جواب میں وہ اتنی شدت میرے ساتھ برت رہے تھے!"

امام مالکؒ اور اہلِ عراق

ایک اور روایت ہے کہ ایک مرتبہ امام محمدؒ امام مالکؒ کی مجلس میں تشریف لائے، وہ موجود تھے،

اور حاضرین سے فرما رہے تھے،

"اہلِ عراق کی نہ تصدیق کرو، نہ تکذیب، ان لوگوں کو وہی درجہ دو، جو اہل کتاب کو دیتے ہو"

اتنے میں مالک کی نظر محمد پر پڑ گئی، انھیں دیکھ کر ان کا رنگ رُخ بدل گیا، اور خجل سے نظر [illegible]

لگے، اور فرمایا،

"یہ قول ہمارے بعض مشائخ کا ہے[1]!"

ردّ و کد

ابو اسماعیل ہروی اپنی سند کے ساتھ، امام شافعیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ:-

"میں نے محمدؒ بن حسن کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ میں نے امام مالکؒ کو دیکھا تو اُن کے پاس پہنچا، اور بعض مسائل کے بارے میں ان سے پوچھ گچھ کی، لیکن یہ محل ان کے فتویٰ دینے کا نہ تھا، اس لیے خاموش رہے، انھوں نے کوئی جواب نہ دیا"!

اس پر شافعی اور محمد میں کافی ردّ و کد بھی ہوئی!

لیکن ابن عبدالبر "انتقاء" میں یہ واقعہ یوں بیان کرتے ہیں :-

"امام محمد نے فرمایا، آپ کے امام مالک کے لیے یہ ضروری نہیں کہ ہر سوال کا جواب دیں، اور جو استفتاء ان سے کیا جائے، اس کے بارے میں فتویٰ دیں، لیکن ہمارے امام ابو حنیفہ کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ خاموش رہیں اور جواب نہ دیں۔ ہر وہ استفتاء جو اُن سے کیا جائے، اس کا جواب دینا ان کے لیے ناگزیر ہے!"

---

[1] اس روایت کی تصدیق، کسی دوسرے معتبر اور مستند ذریعہ سے نہیں ہوتی ہے۔

امام محمدؒ کا مقصد

امام محمدؒ کا مقصد، اس بات سے یہ تھا کہ امام مالکؒ، افتاء کے پابند نہیں تھے، کیونکہ وہ اس کام کے لیے متعین نہ تھے کہ ہر وقت، یا کسی خاص وقت فتویٰ دینا ان کے لیے ضروری اور ناگزیر ہوتا، کیونکہ ان کے طبقہ کے دوسرے علماء بھی مدینہ میں موجود تھے، ان سے فتویٰ لیا جا سکتا تھا اور بعض علماء تو ایسے تھے جو ان سے بڑھے ہوئے تھے — ، اس کے برعکس امام ابوحنیفہ کے زمانہ میں ان کا کوئی ہم عصر ایسا نہ تھا جو تفقہ میں ان سے بڑھا ہوا ہوتا یا ان کے طبقہ میں اس کا شمار ہو سکتا، یا جو فتویٰ دینے میں ان کا مد مقابل مانا جا سکتا، لہٰذا ان پر واجب تھا کہ اگر ان سے استفتاء کیا جائے، تو بہرحال جواب دیں۔

ایک اور اہم نکتہ

یہ نکتہ کی بات صرف وہی شخص کہہ سکتا تھا جو علماء مدینہ کے فرق مراتب سے آشنا ہو، اور جانتا ہو کہ امام مالک کے عہد میں جو علماء موجود تھے، ان کا پایہ، اور ان کی منزلت ایک دوسرے کے مقابلہ میں کیا تھی؟ اور ساتھ ہی ساتھ علماء عراق کے فرق مراتب سے بھی واقف ہو اور جانتا ہو کہ امام ابوحنیفہؒ کے عہد میں جو علماء موجود تھے، ان کا پایہ کیا تھا؟ اور ان کی منزلت کا ایک دوسرے کے مقابلہ میں کیا حال تھا؟

امام مالکؒ اور فقہ

اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ امام محمدؒ اگرچہ فن حدیث میں امام مالکؒ کو یکتا اور بے مثل مانتے تھے، لیکن فقہ میں ان کے علوِ مرتبت کے زیادہ قائل نہیں تھے، اور شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اکثر خود ہی فرمایا کرتے تھے۔

"مسائل کے بارے میں مجھے کچھ زیادہ واقفیت نہیں"!

علماء عراق کی حاضر دماغی

اور یہ بھی واقعہ ہے کہ جب ان سے کوئی استفسار کیا جاتا تھا، تو بہت تأمّل اور تاخیر کے بعد جواب دیتے تھے، اس کے برعکس، علمارعراق اپنی حاضر جوابی اور سُرعتِ فکر میں یکتا تھے، جو سوال ان سے کیا جاتا، جس مسئلہ کے بارے میں ان سے رائے لی جاتی، جو استفتار ان کے سامنے رکھا جاتا وہ بغیر کسی تامّل اور تاخیر کے فوراً جواب دیتے اور صرف جواب ہی پر اکتفا نہ کرتے، بلکہ مسئلۂ زیربحث سے متعلق ضروری تفصیلات، تفریعات، اور تخریجات بھی پیش کر دیتے، اور اپنے فتوے کی اصل اور بنیاد بھی، اگر ضرورت ہوتی تو پیش کر دیتے۔

تین ہــزار مسائل

اور امام محمدؒ جیسا شخص، جس کی مذکورہ بالااتمام پہلوؤں پر وسیع اور گہری نظر تھی، سزاوار ملامت نہیں قرار دیا جاسکتا، کہ اس نے وقت کے علمار کے مابین فرق و امتیاز کے حدود کیوں قائم کئے؟

کسی اہل علم سے بھی یہ بات پوشیدہ نہیں کہ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ، سوالات کے جواب میں صرف اسی وقت فتویٰ دیتے تھے، جب مجبور ہو جاتے اور کوئی چارہ باقی نہ رہ جاتا تھا،

اور ان سوالات کا جواب دینے سے تو قطعی طور پر انکار ہی کر دیتے تھے، جو درحقیقت واقع نہ ہوئے ہوں، بلکہ صرف مفروضہ طور پر انہیں امر واقع شدہ سمجھ لیا گیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مسائل سے متعلق ان کے جوابات کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ یہاں تک کہ مؤطا میں یحییٰ لیثی کی روایت کے مطابق، جنھوں نے ان کے مرویاتِ حدیث کے ساتھ، ان کے آرا بھی جمع کر دیئے ہیں، صرف تین ہزار مسائل کے جوابات پائے جاتے ہیں۔ یہ تعداد اتنی کم ہے کہ اس سے زیادہ تعداد

امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے جوابات صرف تین ماہ کی مختصر سی مدّت کے اندر جمع کر لیے جاسکتے ہیں۔!

تخریج مسائل

اس موقع پر ایک بات اور بھی پیش نظر رکھنی چاہیئے۔

متأخرین کے ہاں امام مالکؒ سے مروی جو مسائل پائے جاتے ہیں، ان کی کثرتِ تعداد سے مغالطہ نہ کھانا چاہیئے، اصل بات یہ ہے، جیسا کہ دوسرے علمار نے بھی اعتراف کیا ہے، یہ مسائل درحقیقت امام مالکؒ کی رائے پر تخریج کیے گئے ہیں۔ اس لیے ان کی تعداد زیادہ ہے۔

امام محمدؒ کی سماعت امام مالکؒ سے

امام محمدؒ بن حسن نے بے شک امام مالکؒ سے مؤطا کی سماعت کی، لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی محسوس کرتے تھے کہ امام مالکؒ کی ہر رائے قابل قبول نہیں ہے، ان کے متعدد آرا ایسے ہیں جو قابل رد ہیں، چنانچہ اسی تاثر کے تحت انھوں نے اپنی کتاب "الحجج" تصنیف کی، جو اہل علم کے حلقہ میں اہل مدینۂ منورہ کے طرز و اصولِ اجتہاد پر مبنی ہے،

اس نادر و نایاب کتاب کا ایک نسخہ مدینہ منورہ کے ایک کتب خانے "المکتبۃ المحمودیۃ" میں ہے، جس کا نمبر ۱۲۴ ہے۔ اس کتاب کا ایک اور نسخہ ایک دوسرے کتب خانے (نور عثمانیہ) میں، جو استنبول (قسطنطنیہ) میں واقع ہے، موجود ہے، اس کا نمبر ۱۴۹۲ ہے۔

لیکن یہ دونوں نسخے ناقص ہیں، مجھے، کئی سال ہوئے، ایسے نسخوں کا پتہ چلا تھا، جو ناقص اور ناتمام فائلوں کی صورت میں بکھرے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ طے شدہ امر ہے کہ یہ اوراق ہیں اسی کتاب کے ——— جو موجود ہیں۔ اور بعض کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ ان کا مقابلہ ان نسخوں سے کرسکوں لیکن افسوس، اب تک مجھے پوری کامیابی

نہ ہوسکی، لیکن میرے مساعی کا سلسلہ جاری ہے اور خدا کے فضل سے امید ہے کہ اس سلسلہ میں جلد یا بدیر مساعی بار آور ہوں گی

نادر و نایاب

امام محمدؒ کی یہ ایسی کتاب ہے، کہ کتبِ رد میں اس کی مثال و نظیر نہیں ملتی، اس کے مطالعہ سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ جن مسائل میں شافعیؒ نے مالکؒ کا رد کیا ہے، وہ اسی کتاب کے مطالعہ اور تاثر کا نتیجہ ہے، چنانچہ جن بعض مسائل میں شافعیؒ نے محمدؒ کا رد کیا ہے، ان میں وہ جودت اور ذہانت نظر نہیں آتی جو اول الذکر میں دکھائی دیتی ہے!

امام محمدؒ کو ترجیح دوسرے مشائخ پر

اہلِ علم کا ایک بڑا طبقہ، فقہ کے فن میں امام محمدؒ کو، ان کے بعض مشائخ پر ترجیح دیتا اور ان سے افضل و برتر مانتا ہے۔

ابوالقاسم بن ابی العوام السعدی کہتے ہیں کہ میں نے طحاوی سے سُنا کہ میں نے محمد بن سنان کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ میں نے عیسیٰ ابن سلیمان کو یہ کہتے سُنا کہ

"یحییٰ بن اکثم مامون کے ساتھ سفرِ مصر کے ارادے سے روانہ ہوئے راستہ میں یحییٰ بن صالح الوحاظی ملے، جو شام کے جید عالم، اور امام بخاریؒ کے اُستاد تھے، ان سے کہا، اے ابو زکریا، تمہارے نزدیک کون زیادہ بیدار مغز ہے؟ مالکؒ بن انس یا محمدؒ بن حسن؟ جواب میں یحییٰ بن صالح نے کہا، اگر محمدؒ (امام محمد) بے خبر نیند سو رہے ہوں، اور مالک ہوشیار اور بہ ثبات عقل و حواس بیٹھے ہوں، تو بھی مالک بن انس کے مقابلہ میں محمد بن حسن

زیادہ بیدار مغز ثابت ہوں گے۔"

خطیب کی روایت

اسی طرح خطیب اپنی سند کے ساتھ یحییٰ بن صالح سے روایت کرتے ہیں کہ:

"مجھ سے ابن اکثم نے کہا، تم مالکؒ سے ملے ہو، ان کے حلقۂ درس میں بیٹھے ہو، ان سے سماعت کی ہے، ساتھ ہی ساتھ محمدؒ بن حسن کی رفاقت بھی تمہیں حاصل رہی ہے، ذرا یہ تو بتاؤ کہ ان دونوں بزرگوں میں زیادہ بلند مرتبت فقیہ کون تھا؟

میں نے جواب دیا،

"محمد بن حسن!"

ذہبی کا ارشاد

امام محمدؒ کے بارے میں امام ذہبیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ

"عراق میں امام محمدؒ پر فقہ کی ریاست اور سرداری ختم ہے، ابویوسفؒ کے بعد کوئی شخص ایسا نہیں جسے ان کا مدِمقابل قرار دیا جاسکے۔ ان کے سرچشمۂ فیض سے بڑے بڑے ائمہ وقت سیراب ہوئے ہیں۔ اس فن پر انہوں نے کئی تصانیف بھی یادگار چھوڑی ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ وہ اپنے وقت کے سب سے زیادہ ذکی اور ذہین فرد تھے۔

فضائل گوناگوں

واقعہ یہ ہے کہ اپنے گوناگوں فضائل اور کمالات کے اعتبار سے امام محمدؒ، اپنے اقران و

مائل میں اگر سب پر نہیں تو بہتوں پر فائق تھے ، قرآن کریم پر ان کی گہری نظر تھی ، احادیث رسول سے ان کو گہرا شغف تھا ، اور انہی دونوں چیزوں نے انھیں فقہ کی طرف مائل کیا ، اور وہ اس فن میں امامِ دوراں بن گئے ، خدا نے انھیں علم کے ساتھ ، فکر و ذہن بھی عطا کیا تھا ، اُن کی فکرِ عمیق اور ذہنِ رسا کے کرشمے ، ان کے مجتہدات و آرار فقہی میں بکثرت نظر آتے ہیں ، حقیقت یہ ہے کہ اگر انھوں نے فقہ کو نہ اپنایا ہوتا تب اپنے اوپر بھی ظلم کرتے اور اس عظیم و جلیل فن پر بھی زیادتی کے مرتکب ، امام محمد کے یہی کمالات ہیں ، جن کی داد حریف بھی اسی طرح دیتے ہیں جس طرح حلیف ، لیے کہ ان سے انکار یا ان کا استخفاف کسی طرح ممکن ہی نہیں ہے۔

⊙ علم کسی کی ملکیت نہیں ،

⊙ مشترک میراث ہے ہر مسلمان کے لیے ،

⊙ علم حق ہے ،

○ اور حق پر ہر انسان کا حق ہے ؛

⊙ علم سچائی ہے ،

⊙ اور سچائی کسی کی متاعِ مملوکہ نہیں ،

بحرِ بے پایاں

"امام محمدؒ کی حیثیت ایک بحرِ بے پایاں کی تھی، جس کا کوئی اور چھور نہیں، جس سے سیراب ہونے کے لیے ہر گوشہ اور ہر جہت سے لوگ جوق در جوق آتے ہیں"؛

چنانچہ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ امام محمدؒ نے فقہ و اصول پر جو یگانۂ روزگار کتابیں لکھیں، وہ دوسرے مذاہبِ فقہی کی تدوین و تشکیل میں سنگِ بنیاد کی طرح کام آئیں؛

•

تدوینِ مذہبِ مالکی سے امام محمدؒ کا تعلق

•

اسد بن فرات کا امام محمدؒ سے استفادہ

سنہ ۱۷۲ھ میں، اسد بن فرات، قیروان سے نکل کر مشرق میں پہنچے، سب سے پہلے وہ مدینۂ منورہ پہنچے، اور یہاں آکر، امام مالکؒ کے سامنے مؤطا کی قراءت کی، ابن القاسم وغیرہ کا شمار اصحابِ مالک میں ہوتا تھا، یہ لوگ اسد بن فرات کو اکساتے تھے کہ وہ بعض مسائل کے متعلق امام مالک سے سوال کریں، کیونکہ وہ عام طور پر سوالات کے جوابات نہیں دیا کرتے تھے اور اسد بن فرات چونکہ دور و دراز سے زحمتِ سفر برداشت کر کے آئے تھے، لہٰذا ان کا پاسِ خاطر عزیز تھا، اور یہ جو کچھ پوچھتے تھے، دل رکھنے کے لیے اس کا جواب ضرور دے دیتے تھے ان کے ساتھ امام صاحب کا برتاؤ لطف و عنایت کا تھا۔

اسد بن فرات اور امام مالکؒ

لیکن جب اسد کے سوالات کا سلسلہ نہ صرف یہ کہ کسی طرح ختم نہ ہوا، بلکہ اس میں

اس میں یوماً فیوماً اضافہ ہونے لگا۔ تو وہ جواب دیتے دیتے تنگ آگئے، اور ایک روز انہوں نے اسد سے کہہ دیا

"اے مغربی[1] اگر تو اپنی پوچھ گچھ کی عادت سے باز نہیں آسکتا تو، عراق جا!"

اسد بن فرات عراق میں

اب اسد بن فرات نے محسوس کیا کہ بات کو طول دینا مناسب نہیں ہے، اور ان کا مقصد اس سفر سے یہ تھا کہ مختلف مکاتب فکر کے اکابر سے ملیں، اور کسب فیض کریں، چنانچہ مدینہ سے رخصت ہو کر وہ عراق پہنچے، یہاں امام ابو یوسفؒ سے ملاقات ہوئی، اور ان کی خدمت میں موطا کا وہ نسخہ پیش کیا، جو خود انھوں نے اپنے مرویات کی بنا پر مرتب کیا تھا، چنانچہ ابو یوسفؒ نے موطا کا مطالعہ کیا، جو روایت اسد پر مبنی تھا، یہ خبر جب امام محمدؒ کو پہنچی، تو انہوں نے فرمایا

"ابو یوسف کو کہیں سے ذرا بھی بھنک مل جائے علم کی، پھر وہ موقع کب ہاتھ سے جانے دیتے ہیں، انہوں نے سوچا، مجھے مدینہ جا کر سماع موطا کا موقع تو ملا نہیں، اب اگر وہ شخص سامنے ہے، جو مدینہ گیا، اور امام مالکؒ سے موطا کی سماعت کی، اور اس کے پاس وہیں کا، اور اسی کا لکھا ہوا نسخہ بھی ہے تو اس کے ہاتھ سے اسے لے کر اپنا یہ جذبہ بھی پورا کر لوں!"

---

[1] مغربی افریقہ کے رہنے والے کو کہتے ہیں، عربی لٹریچر میں جب مغرب کا لفظ آتا ہے تو اس سے مراد افریقہ ہوتا ہے۔ (جعفری)

موطا امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ

امام ابو یوسف کو، مدت سے، فن حدیث سے شغف چلا آرہا تھا، اور روایت آثار کے سلسلے میں وہ گنجینہ کی حیثیت رکھتے تھے، اور چونکہ موطا میں بھی اخبار کے مقابلہ میں آثار زیادہ ہیں، لہذا موطا کے ایک نسخۂ صحیحہ کی انھیں اطلاع ملی، تو وہ اسے نظر انداز نہ کر سکے۔ اس کے برعکس امام محمدؒ بذات خود امام مالکؒ سے موطا کی سماعت کر چکے تھے، حالاں کہ ابھی یہ ان کی نوعمری کا زمانہ تھا، اور معرفت آثار بھی پورے طور پر ابھی انھیں حاصل نہیں ہوئی تھی۔

اسد اور امام محمدؒ

بہر حال اسد بن فرات مدینہ سے عراق آئے اور امام ابو حنیفہؒ کے اصحاب و تلامیذ کے سامنے زانوئے ادب تہ کر کے بیٹھ گئے۔

جن لوگوں سے اسد بن فرات نے علم فقہ حاصل کیا، ان میں قاضی ابو یوسفؒ، اسد بن عمروؒ البجلی اور امام محمد بن حسن وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں،

امام محمد سے اسد کو زیادہ لگاؤ تھا، اور انہی کے دامن علم سے، وہ وابستہ ہونے کی آرزو رکھتے تھے، چنانچہ جب وہ ان کے پاس پہنچے تو عرض گذار ہوئے۔

"میں ایک غریب الدیار مسافر ہوں، علم فقہ سے کورا، لیکن اس کا جویا اور شائق ہوں اور وہ بھی کسی اور سے نہیں صرف آپ سے، اور آپ کا حال یہ ہے کہ ہر وقت عراقی طلبہ آپ کو گھیرے رہتے ہیں اب بتائیے میری مشکل کس طرح آسان ہوگی؟"

امام محمدؒ نے جواب دیا،

"ان کو تو عراقی طلبہ کے ساتھ تم بھی دوسروں کی طرح میرے حلقہ درس میں بیٹھو، باقی رہی رات، وہ ساری کی ساری میں تمہارے لیے وقف کئے دیتا ہوں، شب کو میرے ہی گھر پر رہا کرو، میں

تمہاری ساری کسر پوری کردوں گا۔"

اسد کا بیان

اسد کا بیان ہے کہ:

" اندھا کیا چاہے دو آنکھیں، میں نے امام محمدؒ کے ہاں شب باشی شروع کردی، رات کو، وہ اپنے بالاخانہ سے ایک پیالہ لے کر اُترتے، جو پانی سے لبالب بھرا ہوتا۔ اور مجھے درس دینا شروع کردیتے، جب رات زیادہ گزر جاتی، اور میں اونگھنے لگتا تو ایک چُلّو بھر کر پانی میرے منہ پر چھڑک دیتے، میں فوراً ہوشیار ہوجاتا، ایک عرصۂ دراز تک ہم دونوں کا یہی معمول رہا، یہاں تک کہ میں نے گوہرِ مقصود حاصل کرلیا اور جو کچھ امام صاحب سے سیکھنا چاہتا تھا، وہ سیکھ لیا!"

امام محمد کا ایثار

امام محمد نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ درس سے خارج اوقات میں اسد بن فرات کو تعلیم دیں، اور ان کی علمی پیاس بجھائیں، بلکہ جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ اس طالب علم کی جیب خالی ہوچکی ہے، اور اس کے پاس جو کچھ تھا، وہ خرچ ہوچکا ہے تو انھوں نے اس شائق علم کی مدد کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا، ایسا بھی ہوا کہ اگر انھوں نے اسد کو زیادہ آشفتہ حال اور پریشان روزگار دیکھا، تو اسّی دینار یکمشت دے کر ان کی مدد کی، اور ان کے مشکلات رفع کرنے میں حصہ لیا، پھر حصولِ علم کے بعد جب وہ واپس جانے لگے تو یہ دیکھ کر ان کے پاس زادِ راہ کے طور پر کچھ نہیں ہے، انھوں نے پھر حسب دلخواہ و حسب ضرورت ان کی مدد کی۔[1]

---

[1] اس قسم کے واقعات کی اگر تفصیل درکار ہو تو ملاحظہ کیجیے "معالم الایمان فی تاریخ القیروان" حصہ دوم

شاگردوں سے حسنِ سلوک

ائمۂ علم میں سے، میرے علم میں، امام ابوحنیفہؒ کے سوا کوئی ایسا شخص نہیں ہے، جس نے امام محمدؒ سے زیادہ اپنے شاگردوں سے حُسنِ سلوک کیا ہو، ان کی مالی دشواریاں رفع کی ہوں، اور خود تکلیف اُٹھا کر اُنھیں راحت پہنچائی ہو، اور پیشانی پر بل بھی نہ آنے دیا ہو، یہ سارے کام اس طرح انجام دیئے ہوں، جیسے اُن سے بڑھ کر لطف و لذت کسی اور کام میں ہے ہی نہیں ہے!

سفرِ عراق کا ذکر اسد کی زبان سے

اسد بن فرات اپنے سفرِ عراق کے حالات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

—" ہم لوگ امام محمدؒ کی خدمت میں حاضر تھے، اور ان کا حلقۂ درس دورون پر تھا کہ ایک شخص لوگوں کو پھلانگتا ہوا آیا، — اس نے امام محمدؒ سے کچھ کہا، جسے سنتے ہی بآوازِ بلند انھوں نے فرمایا۔

—" اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُون، افسوس وہ مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہے جس سے بڑی کوئی اور مصیبت نہیں ہوسکتی، مالک امیر المومنین فی الحدیث اس جہاں سے گذر گئے ——!" یہ الفاظ دوسرے لوگوں نے بھی سُنے، اور بہت جلد یہ خبر عام ہوگئی — اور لوگوں پر حُزنُ و الم، اور غم و صدمہ کی کیفیت طاری ہوگئی!

اس کے بعد یہ حالت ہوگئی کہ جب کبھی امام محمدؒ، امام مالکؒ سے سُنی ہوئی حدیثوں کی روایت کرتے، تو لوگ انبوہ در انبوہ جمع ہوجاتے، لوگوں کی اس طرح بھیڑ لگ جاتی کہ دوسروں کے لیے راستہ چلنا دشوار ہوجاتا، اس لیے کہ حدیث امام مالکؒ سے ان کی رغبت اور شغف میں غیر معمولی

اضافہ ہوگیا تھا۔ اور امام محمدؒ، امام مالکؒ کے سوا کسی اور سے حدیث کی روایت کرتے، تو صرف خواص حاضرِ مجلس ہوتے، اور عوام اس طرف زیادہ متوجہ نہ ہوتے۔!"

ذہبی کی روایت

ذہبی نے بھی اسی طرح کی ایک روایت اپنی سند کے ساتھ امام محمدؒ سے کی ہے، کہ ایک با[ر] انہوں نے لوگوں سے فرمایا:۔

"۔۔۔ تم سے بڑھ کر، اپنے اکابر و مشائخ کا ناقدر شناس میں نے کسی کو نہیں پایا جب میں تم سے مالکؒ کے مرویات بیان کرتا ہوں تو تمہارا انٹھہ کا ٹھٹھ لگ جاتا ہے۔ اور جب میں تم سے تمہارے اکابر کے مرویات بیان کرتا ہوں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ بے دلی کے ساتھ آئے ہو!"

ایک قابلِ غور بات

ابن عدی کی "کامل" میں اور ابن عبدالبر کی "انتقا" میں بھی اس طرح کی روایتیں ملتی ہیں۔ لیکن ان روایات سے کوئی مخالفانہ یا معاندانہ نتیجہ نکالنا غلط ہوگا اصل بات یہ ہے کہ ائمہ عراق کی حدیثوں سے سارا عراق واقف تھا، وہ انھیں بار بار اور طرح سُن چکا تھا، پڑھ چکا تھا، لہٰذا تجدیدِ سماعت سے کچھ زیادہ دلچسپی نہ لینا عین مقتضائے [فطرت] فطرت تھا، لیکن امام دارالہجرت مالکؒ بن انس کی حدیثیں، اور وہ بھی امام محمدؒ کی زبان [سے] غیر معمولی کشش اور رغبت کا سبب تھیں، یہی وجہ تھی کہ ایسے مواقع پر لوگ ٹوٹ پڑتے تھے، [اور] ٹھٹھ کا ٹھٹھ لگ جاتا تھا۔ پھر یہ بات بھی تھی کہ امام مالکؒ کے سفرِ آخرت نے، اور بُعدِ مقام [نے] انھیں اور زیادہ توجہ طلب بنا دیا تھا، اگر وہ زندہ ہوتے، اور اتنی دور نہ ہوتے تو کیفیت

عموماً جب تازہ ہوتا ہے، اور جس کا غم ہو، وہ قریب بھی نہ ہو، دور ہو، تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ ۔۔۔ یہ تھا راز حدیثِ مالک کی طرف رغبت کا، اور حدیثِ علمائے عراق کی طرف بے رغبتی کا، کیونکہ وہ موجود تھے، اور پاس تھے، ان سے ہر وقت سماعت ممکن تھی۔

اسد پھر مدینہ میں

اسد بن فرات عراق سے رخصت ہوکر، جب اپنے وطن کے سفر پر روانہ ہوئے، تو راستہ میں مدینہ منورہ پڑا، یہاں وہ کچھ دنوں کے لیے رُک گئے، کہ اصحاب مالکؒ سے ان مسائل کے بارے میں دریافت کریں جو انھوں نے امام محمد کے حلقۂ درس میں سیکھے تھے۔ لیکن مدینہ میں جو اصحاب مالکؒ موجود تھے وہ اسد کی تشفی نہ کر سکے، انھوں نے اسد کو رائے دی کہ وہ مصر جائیں، اور وہاں جو اصحاب مالکؒ موجود ہیں، ان سے ملیں، وہ یقیناً ان مسائل کا شافی جواب دے سکیں گے، چنانچہ اسد مدینے سے روانہ ہوکر مصر پہنچے۔

اسد مصر میں

مصر پہنچنے کے بعد وہ عبداللہ بن وہب کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان سے عرض گذار ہوئے:۔

"یہ ابوحنیفہ کی کتابیں ہیں۔"

پھر گویا ہوئے:۔

"ان مسائل کا جواب مذہبِ مالک کی رو سے کیا ہے، یہ بتلایئے!"

ابن وہب نے سراسیمہ ہوکر کہا۔

"میرے پاس ان مسائل کا کوئی جواب نہیں ہے۔"

اسداور ابن القاسم

یہاں سے رخصت ہو کر اسد بن فرات ابن القاسم کے پاس آئے، انھوں نے ہر سوال کا جواب دیا، جو کچھ امام مالکؒ کے مسلک اور مذہب کے بارے میں مسائل پیش آمدہ سے متعلق معلوم تھا، امام مالکؒ کے الفاظ میں بتایا، اور اگر کہیں کسی مسئلہ میں شک ہوا تو اپنے جواب کو امام مالکؒ کی طرف منسوب نہیں کیا، بلکہ یوں کہا کہ "یہ میرا خیال ہے!" یا "میرا گمان یہ ہے،!" یا "میں یہ سمجھتا ہوں — !"

پھر اسد اپنے تمام معلومات کا پشتارہ لے کر، جو "کتب اسدیہ" کے نام سے معروف و مشہور ہوا، اپنے وطن قیروان تشریف لائے، اور اسی پشتارہ کی بدولت انھیں مسندِ علم کی ریاست نصیب ہوئی۔

یہی واقعہ بطرز دیگر

اوپر جو روایت مذکور ہوئی ہے، وہ ابو اسحٰق شیرازی کی کتاب "طبقات الفقہاء" سے لی گئی ہے، لیکن ایک دوسری کتاب "نیل الابتہاج بتطریز الدیباج" میں یہ واقعہ دوسری طرح بیان کیا گیا ہے، جو یہ ہے:-

"اسد ابن وہب کے پاس آئے اور ان سے سوال کیا، کہ مسائل ابی حنیفہؒ کا جواب از روئے مذہب مالکی دیں، وہ یہ سن کر گھبرا گئے، وہاں سے مایوس ہو کر اسد ابن القاسم کے پاس آئے، انھوں نے امام مالکؒ کے جو الفاظ یاد تھے ان کے مطابق جواب دیا، اور جہاں اپنی طرف سے جواب دیا، وہ بھی بتا دیا اور کہا کہ تمہارے ان مسائل کے جواب ہیں، مجھے ایسا یاد پڑتا ہے کہ امام مالک نے کچھ اس طرح کے کلمات ارشاد فرمائے تھے۔!"

اسدیہ

ابن القاسم نے، از روئے مذہب مالکی، جو جوابات دیئے ہیں، وہی مرتب اور مدوّن ہو کر "اسدیہ" کہلائے، یہ کام پہلے پہل سحنون نے کیا تھا۔ جس پر نظر ثانی اور اصلاح و ترمیم ابن القاسم نے کی۔

ابن ابی حاتم، کیا کہتے ہیں؟

ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب "الجرح والتعدیل" کی چوتھی جلد میں، عبدالرحمن القاسم کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"اسد نے امام محمدؒ سے چند سوالات پوچھے، پھر مصر آئے، اور وہی سوالات ابن وہب سے کئے، اور اصرار کیا کہ ان مسائل میں فقہ، مالکی کی رُو سے کیا کرنا چاہیئے، لیکن ابن وہب امام مالک کے الفاظ میں کوئی جواب نہ دے سکے۔ پھر وہ عبدالرحمن بن القاسم کے پاس گئے، انہوں نے تفصیل کے ساتھ تمام سوالات کے جوابات دیئے، اس کے بعد لوگوں نے مسائل میں لب کشائی کا سلسلہ شروع کر دیا —!"

ابن عبدالبر کی رائے زنی

——— "انتقا" میں ابن عبدالبر نے جس طرح یہ واقعہ درج کیا ہے، اور جو رائے زنی کی ہے، وہ یہ ہے:-

"ابن وہب پر روایت غالب تھی، پس ان کی فطرت اور طبیعت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اس طرح کے سوالات کا جواب دینے سے انکار کر دیں۔ اس

کے برعکس ابن القاسم تقریباً بیس سال تک امام مالک کے دامن سے وابستہ رہے اور گوشِ ہوش سے، ان کے الفاظ وکلمات سنتے رہے، جو بات سنتے، اسے گرہ میں باندھ لیتے، جو کام کی بات سماعت میں آتی، اُسے یاد رکھتے، یہی وجہ ہے کہ مالکیہ، دوسرے تمام اصحاب مالک پر ازروئے فقہ ابن القاسم کو ترجیح دیتے ہیں، باقی رہا لوگوں کا یہ اعتراض کہ اتنے ڈھیر سارے مسائل امام مالک سے ابن القاسم نے کہاں سے حاصل کیے، جب کہ کوئی کتاب بھی ان کی اس سلسلہ میں مدوّن نہیں تھی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ قوتِ حافظہ خدا کی دین ہے جسے چاہے عطا کر دے!"

اسد اور اشہب

"معالم الایمان" میں مرقوم ہے کہ :-

"ابن وہب سے صاف جواب اور صاف انکار پا کر اسد سیدھے اشہب کے پاس پہنچے، اور ان سے بعض مسائل کے بارے میں سوال کیا، اشہب نے جواب دیا، اسد نے جواب سن کر دریافت کیا،

سوال اور جواب

"یہ کس کا قول ہے؟ مالک کا یا ابوحنیفہ کا؟"

اشہب نے کہا،

"خدا تمہیں معاف کرے، یہ میرا قول ہے!"

اسد نے کہا،

"میں نے تم سے مالک یا ابوحنیفہ کا قول، ان مسائل کے بارے میں دریافت

کیا تھا، تم اپنا قول سُنا رہے ہو اور کہتے ہو یہ میرا قول ہے۔ بھلا یہ کیا بات ہوئی؟"

ردّوکد

پھر بڑی دیر تک دونوں میں ردّوکد ہوتی رہی، آخر عبداللہ بن الحکم نے اسد سے کہا،

"یہ کیا خواہ مخواہ کی بات بڑھا رکھی ہے، تم نے ایک سوال کیا، اشہب نے اس کا جواب دیا، چاہو اس جواب کو قبول کر لو، چاہو رد کر دو—!"

عبداللہ نے ان دونوں کا جھگڑا اس طرح ختم کیا، اس کے بعد، اسد عبدالرحمٰن بن القاسم کے پاس آئے—"

اور ابن القاسم کے ساتھ جو ماجرا گذرا، اس کی تفصیل اوپر درج ہو چکی ہے۔

تیسرا دریا

ایک اور روایت اس واقعہ کے سلسلہ میں یہ ہے کہ اشہب نے اپنے آپ کو اس بحث کے دوران میں امام مالک، اور امام ابوحنیفہ سے مشابہت دی، اس پر اسد سے ضبط نہ ہو سکا، انھوں نے بآوازِ بلند کہا،

"اے اشہب، ! اے اشہب، ! اے اشہب، !"

طلبہ نے جو اس موقع پر موجود تھے، اسد کو خاموش کیا—، اور بعض نے ان سے پوچھا،

"آخر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں اشہب سے؟"

اسد نے جواب دیا،

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تمہاری اور مالکؒ و ابو حنیفہؒ کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص ایسے مقام سے گذرا، جہاں دو دریا پہلو بہ پہلو بہہ رہے تھے، وہ ان دونوں کے بیچ میں بیٹھ گیا، پیشاب کیا، اور پھر اپنے پیشاب کو دیکھ کر کہنے لگا،

"یہ تیسرا دریا ہے۔!"

اس پر ہنگامہ آرائی کا بازار گرم ہو گیا۔ بات بڑھی، اور پھر جو کچھ ہوا، اوپر درج کیا جا چکا ہے۔ تفصیل "معالم الایمان" سے معلوم کی جا سکتی ہے۔

اسد کا استفادہ احناف سے

اوپر کے صفحات میں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں، اور جو تصریحات پیش کی گئی ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر وہ سرمایہ نہ ہوتا جو اسد نے فقہ ابو حنیفہ کے سلسلہ میں امام محمد کے حلقۂ درس سے حاصل کیا تھا، اور اسے لے کر، وہ ابن القاسم کے پاس آ کر، ان کے جوابات مذہب مالک کے مطابق نہ حاصل کرتے، تو اہلِ عراق کی ترتیب کے مطابق، ابواب فقہ کے سوالات و جوابات اسد، اور ابن القاسم کی طرف سے اس خوبی سے ظہور میں نہ آتے۔ ——— لہٰذا بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسد کی تدوینِ مسائل، امام محمدؒ کی کتب و رسائل کی روشنی میں ہوئی ہے، سحنون کی مدونہ کی یہی اصل ہے۔

پھر جب اسد نے مغرب (افریقہ) کا رخت سفر باندھا، اور اپنے ساتھ وہ مسائل بھی جو تقریباً ساٹھ مجلدات پر مشتمل تھے، لے جانا چاہے تو ان کا نام انھوں نے "اسدیہ" رکھا۔

ایک اور امر

اس موقع پر نامناسب نہ ہوگا، اگر ہم ایک اور امر کی طرف اشارہ کر دیں۔ مذہب مالکی، اور مذہب حنبلی کے مابین صرف یہی رشتہ نہیں ہے کہ اسد نے امام محمد

کتابوں کی روشنی میں مذہب مالکی کی تدوین کی، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ امام مالک، امام ابو حنیفہ سے فقہی مسائل پر بحث و گفتگو کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے، جب کبھی بھی امام ابو حنیفہ مدینۂ منورہ تشریف لاتے تو امام مالک ان سے فقہی معاملات و مسائل پر ضرور مذاکرہ کرتے تھے۔ ایک سے زیادہ اہل علم کا بیان ہے کہ مدینۂ منورہ میں جب امام ابو حنیفہ آتے، اور امام مالک مسجد نبوی میں، اُن سے مذاکرہ شروع کرتے، تو اکثر ایسا بھی ہوتا کہ رات سے گفتگو شروع ہوتی، اور طلوعِ فجر تک اس مذاکرہ کا سلسلہ جاری رہتا۔

قاضی عیاض کی روایت

قاضی عیاض نے مدارک میں تحریر کیا ہے کہ ایک مرتبہ لیث بن سعد نے امام مالک کو دیکھا کہ وہ پسینہ پسینہ ہو رہے ہیں، انھوں نے پوچھا،

"کیا بات ہے کہ میں آپ کو پسینہ میں تر بتر دیکھ رہا ہوں؟"

مالک نے جواب دیا،

"یہ نتیجہ ہے امام ابو حنیفہ سے بحث و مذاکرہ کا، اے مصری! واقعہ یہ ہے کہ ابو حنیفہ بہت بڑے فقیہ ہیں۔!"

مالک کا استفادہ ابو حنیفہ سے

ابن ابی العوام الحافظ نے یوسف بن احمد المکی سے، انھوں نے محمد بن حازم الفقیہ سے، انھوں نے محمد بن علی الصائغ سے، انھوں نے ابراہیم بن محمد سے، انھوں نے شافعی سے، انھوں نے عبد العزیز الدراوردی سے روایت کی ہے کہ :- "مالک ابو حنیفہ کی کتابوں کا اکثر مطالعہ

ؔ تمہاری کتابوں میں "امام ابو حنیفہ کی جن کتابوں کا ذکر آیا ہے، ان میں ایک کتاب الرائے" ہے باقی تحریر ۱۱۲

کیا کرتے تھے۔ اور ان سے منتفع ہوا کرتے تھے۔ جیسا کہ "فضائل ابی حنیفہ" کے جزو ابن ... سے معلوم ہو سکتا ہے۔ یہ کتاب دمشق کے کتب خانۂ ظاہریہ میں موجود ہے۔ اور نادر کتاب ... کے باعث کتب محفوظہ میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اس کا نمبر ۶۲ ہے۔

شافعیؒ کی روایت دراوردی سے

اسی طرح "کتاب الام" میں امام شافعی نے بعض مسائل سے متعلق دراوردی سے ... کی ہے کہ:-

"امام مالک نے بہت سے مسئلے امام ابو حنیفہ سے حاصل کئے۔ طحاوی دراوردی سے روایت کرتے ہیں کہ امام مالک کے پاس امام ابوحنیفہ سے حاصل کئے ہوئے مسائل کی تعداد ستر ہزار مسائل سے زیادہ تھی۔!"

روایاتِ کثیرہ

اسی طرح مسعود بن شیبہ نے "کتاب التعلیم" میں نقل کیا ہے:-

"علاوہ ازیں اور بھی روایات کثیرہ ہیں، جن سے اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے، میں نے یہ بحث اس لیے چھیڑی ہے کہ لوگ جان لیں کہ ائمۂ متبوعین ایک خاندان کی حیثیت رکھتے تھے، تم دیکھو گے مالک ابوحنیفہ سے مسجد نبوی میں ...

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۲) جس کا ذکر ابن ابی العوام نے کیا ہے۔ ایک اور کتاب "اختلاف الصحابہ" ہے ... ابو عاصم العامری، اور مسعود بن شیبہ نے کیا ہے۔ ایک اور کتاب "الجامع" ہے، جس کا ذکر ابو العباس بن ... "تاریخ مرو" میں کیا ہے، نیز "کتاب السیر" اور "الکتاب الاوسط" اور "الفقۃ الاکبر" اور "الفقۃ الابسط" اور کتاب ...

علم پر مذاکرہ کر رہے ہیں، شافعی مالک کے سامنے مؤطا کی قراءت کر رہے ہیں اور محمد بن حسن سے فقہ کا درس لے رہے ہیں۔

استفادہ اور انتفاع

احمد (امام احمد بن حنبل)، امام ابو یوسف کے حلقۂ درس میں موجود ہیں، اور شافعی امام محمد کی کتابوں سے مستفید اور منتفع ہو رہے ہیں، اور اس طرح ایک دوسرے کا علم، ایک دوسرے کے لیے معین و مساعد ثابت ہو رہا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ ان میں سے بعض نے بعض پر نکتہ چینی کی، تو حقیقت یہ ہے کہ اعداء دین کا دین پر یہ کذب صریح ہے، فقہاء اسلام کے بارے میں ان اکاذیب سے صرف وہی لوگ دھوکا کھا سکتے ہیں، جو بالکل ناواقف اور جاہل ہوں۔۔۔!" اس سلسلہ میں اگر تفصیل مطلوب ہو، تو منتقی شرح مؤطا میں "حدیث الداء" کی جو شرح باجی نے کی ہے (ج ۷، ص ۳۰۰) وہ ملاحظہ کیجئے، اور ابو الولید باجی تعارف سے بے نیاز ہیں، ان کی منزلت کا سب کو اعتراف ہے۔ وہ حدیث فقہ اور اصول دین میں مالکیہ کے بہت بڑے سربرآوردہ شخص مانے جاتے ہیں!"

اندلس کی سرحد تک

اسد بن فرات ہی وہ شخص ہیں جس نے افریقہ میں امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا مذہب پھیلایا، ... ان کی ساری سرگرمیاں صرف مذہب حنفی کے لیے مخصوص و محدود ہو کر رہ گئیں، یہ مذہب انھوں نے ... مغرب (افریقہ) میں اندلس کی سرحد تک پھیلا دیا، یہاں تک کہ افریقہ کے باشندوں کی بہت ... اکثریت مذہب حنفی کی پیرو ہو گئی، ابن بادیس کے عہد تک یہی کیفیت رہی۔ قاضی عیاض نے "المدارک" میں اور ابن فرحون نے "طبقات المالکیہ" میں اسد بن فرات کے حالات و سوانح

اور فضائل و کمالات کا ذکر بسط و تفصیل کے ساتھ کیا ہے، اور صاحب معالم الایمان نے تاریخ قیروان میں تو بہت زیادہ تفصیل سے ان کے حالات و سوانح بیان کئے ہیں۔

اسد کی وفات

یہ اسد وہی ہیں جو فاتح صقلیہ[1] کی حیثیت سے مشہور انام ہیں، انہی کے سبب وہاں اسلام پھیلا، جہاں ۲۱۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

---

[1] سسلی کو عربوں نے "صَقلیہ" بنالیا، یہ ملک اٹلی کا ایک زرخیز صوبہ تھا، جسے عربوں نے فتح کیا اور عرصہ دراز تک یہاں حکومت کرتے رہے۔ یہ حکومت اس شان و شکوہ اور جاہ و تجمّل سے کی کہ آج بھی تاریخ کا روشن اور تابناک باب ہے۔

پھر مسلمانوں کی افتراق پسندی اور خانہ جنگی نے حالات کا رُخ ایسا بدلا کہ عربوں کو، اور مسلمانوں کو یہاں سے جلا وطن ہونا پڑا، اور عیسائی پھر قابض ہوگئے، اور قابض ہوتے ہی انھوں نے ایسے لرزہ خیز مظالم مسلمانوں پر توڑے کہ ان کی نظیر اندلس کے سوا کہیں اور نہیں ملتی،؟

علّامہ اقبال جب پہلی مرتبہ لندن جارہے تھے، اور جہاز پر سے انھوں نے دور سے سسلی کا نظارہ کیا، ان کے سامنے عہدِ گذشتہ کی تاریخ آگئی، اور وہ بے تاب ہوکر کہہ اُٹھے۔

رو لے اب دل کھول کے اے دیدۂ خوں نابہ بار،
وہ نظر آتا ہے تہذیبِ حجازی کا مزار!
یہ چمن مسکن تھا ان صحرا نشینوں کا کبھی
بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی

پورا مرثیہ سوز و گداز کے اعتبار سے اپنا جواب آپ ہے۔

(رشید احمد جعفری)

بہرحال اسد کی ذاتِ گرامی، افریقہ میں مذہب مالکی و حنفی کے لیے ایک رشتۂ اتصال ہے، جیسا کہ صاحب "احسن التقاسیم" نے تاریخ قیروان میں ذکر کیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بعض کبار فقہاء مالکیہ کا قول ہے کہ :-

"اگر کسی مسئلہ میں امام مالکؒ کی رائے نہ معلوم ہو، تو امام ابو حنیفہ کے قول پر عمل کیا جائے گا — !"

مالک و ابو حنیفہؒ کا اختلاف

بلکہ کبار فقہاء نے مالک، و ابو حنیفہ کے اختلاف کو، صرف تیس ۳۶ مسائل تک محدود کر دیا ہے، باقی تمام مسائل میں دونوں کم و بیش متفق ہیں، تفصیل مطلوب ہو تو "قمع اهل الزيغ والالحاد عن الطعن فی تقلید ائمة الاجتهاد" از شیخ محمد الخضر الشنقیطی المالکی (ص ۶۶-۶۷)

سرچشمۂ علم و معرفت

○

اقبال کے الفاظ میں امام محمدؒ کی دُعا بارگاہِ الٰہی میں اپنے علم کے متعلق

•

مرے قافلے میں لُٹا دے اسے
لُٹا دے ٹھکانے لگا دے اسے
یہی کچھ ہے ساقی متاعِ فقیر!
اِسی سے فقیری میں ہوں میں امیر

•

شفیق اور فیاض استاد

—— "امام محمد کا برتاؤ اپنے شاگردوں سے عام طور پر اور شاگرد رشید امام شافعی سے خاص طور پر انتہائی شفقت و محبت، رحم و کرم، رافت و مروّت، بذل و عطا، اور جود و سخا کا تھا، وہ اپنے شاگرد کی تکلیف دیکھ ہی نہیں سکتے تھے، خود دُکھ اُٹھاتے تھے، اسے سکھ پہنچاتے تھے، خود تکلیف برداشت کرتے تھے، اس کے لیے سر و سامانِ راحت مہیا کرتے تھے، اپنی ضروریات روک کر اس کے لیے اپنا مال و دولت بےدریغ صرف کر ڈالتے تھے۔"

امام شافعیؒ امام محمدؒ کے حضور میں

امام شافعی کی گرفتاری

امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ نے فقہ مکۂ مکرمہ میں مسلم بن خالد زنجی سے حاصل کی، پھر مدینۂ منورہ تشریف لے گئے، اس وقت ان کی عمر صرف چودہ [۱۴۴ھ] سال کی تھی، یہاں موطا کی قرأت مالکؒ کے سامنے کی، نیز ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ الاسمی کو امام مالک پر نکتہ چینی کرتے سنا، اس کے بعد مکہ واپس آئے اور ابن عیینہ سے سماعت کی —— اس کے بعد یمن تشریف لے گئے، تاکہ وہاں کے حکام و عمّال سے مل کر اپنے لیے کوئی کام حاصل کریں، کیونکہ عسرت اور تنگدستی نے پریشان کر رکھا تھا، یہاں کچھ عرصہ تک ان کا قیام رہا، اور علم سے منہ موڑ کر صرف روزگار اور کسب معاش کی اُلجھن میں گرفتار رہے —— اسی اثنا میں ان پر یہ الزام لگایا گیا کہ عباسی حکومت کے برخلاف، وہ علویوں سے ساز باز کرتے رہتے ہیں، چنانچہ اس الزام کے تحت گرفتار کر لیے گئے، اور عراق لائے گئے۔

یہ واقعہ ۱۸۴ھ کا ہے۔

رہائی کے بعد

پھر جب بری ہوئے، اور یہ الزام ان پر سے اُٹھ گیا، تو پھر علم کی طرف متوجہ ہوئے، امام محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان سے فقہ کا علم حاصل کرنے لگے اور پوری یکسوئی اور ... کے ساتھ، ان کے دامن سے وابستہ رہے۔ اور ان کے مصنفات کافی رقم خرچ کرنے کے ... کیے، اور اپنی ساری توجہ حصول فقہ پر صرف کردی، اس محنت و ریاضت، ذوق و شوق ... جوش کارنے، ان کی صلاحیت کو اُجاگر کیا، اور ان کی صلاحیت کو پختہ کر دیا۔ اپنی جاں فشانی ... بدولت انھوں نے رفعت اور منزلت حاصل کرلی۔

امام شافعیؒ کی امام محمدؒ سے عقیدت

ابن جوزی نے "المنتظم" میں طحاوی سے، اور ابن عبدالبر نے بھی، امام شافعی ... شوقِ علم، اور امام محمدؒ سے حسنِ عقیدت کے واقعات بیان کیے ہیں۔ صیمری کہتے ہیں ... ابواسحاق نیشاپوری نے، کہا کہ ہم سے یعقوب بن الاصم نے بیان کیا کہ ہم سے ربیع ... نے روایت کی کہ شافعی نے امام محمد بن حسن کو ایک معروضہ لکھا، یہ منظوم خط تھا، جس ... انھوں نے لکھا تھا کہ آپ اپنی کتابیں، کچھ مدت کے لیے عاریتہً مرحمت فرمائیے، تاکہ ... کی نقل حاصل کرسکوں، جب اس گذارش کے پورے ہونے میں تاخیر ہوئی تو انھوں نے ... کے ذریعے عرض حال کیا، چنانچہ، فوراً ہی امام محمد نے اپنی کتابیں انھیں نقل کے لیے دے ...

ابواسحاق شیرازی نے بھی یہ قصہ اپنی کتاب "طبقات الفقہاء" میں مع مذکورہ ... درج کیا ہے، لیکن سند نہیں دی ہے۔

ثابت شدہ حقیقت

بہر حال یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ امام شافعی نے امام مالک کی زیارت کی تھی، نیز وکیع بن الجراح اور ابن عُیینہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے تھے۔ لیکن اپنے اشعار میں انھوں نے اگر کسی کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے، تو وہ صرف امام محمد ہیں، ان کے بارے میں انھوں نے کہا ہے کہ میں نے محمد بن حسن سے زیادہ بلند پایہ عالم، اور عالی مرتبت فقیہ کوئی نہیں دیکھا، جو اپنے علم و فضل میں مثل ابو حنیفہ کی مثال ہیں، جن کی زیارت سے میں بہرہ ور نہیں ہوا۔

امام شافعی ان شعراء کی طرح نہیں تھے جو آمدِ سخن میں، جھوٹی سچی، ہر طرح کی، بات کہہ جاتے ہیں، مبالغہ جن کا شعار ہوتا ہے، اور جو اپنے الفاظ کا وزن محسوس کیے بغیر جو چاہتے ہیں، کہہ گذرتے ہیں، بلکہ امام شافعی ان لوگوں میں تھے، جو تول کر بات کرتے ہیں، اور وہی کہتے ہیں، جو ان کے دل میں ہوتا ہے۔ نہ وہ جھوٹ بولتے ہیں، نہ مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں، جن کے قلب اور زبان میں پوری یکسانیت اور ہم آہنگی ہوتی ہے، ذرا بھی فرق نہیں ہوتا۔

تاریخ کبیر کی روایت

اپنی تاریخ کبیر میں ذہبی نے لکھا ہے۔

"ابو علی صواف کہتے ہیں کہ مجھ سے احمد ابن الحسن طحانی نے بیان کیا کہ میں نے ابو عبید کو کہتے ہوئے سنا کہ امام شافعی سے میں اس وقت ملا جب ... امام محمد کے حضور میں حاضر تھے، امام محمد نے انھیں پچاس دینار دیئے، اس سے پہلے انھیں وہ پچاس درہم بھی دے چکے تھے، اور فرمایا کہ اگر واقعی تم علم کے جویا ہو، تو بس اس سے چمٹے رہو، اس کا دامن چھوڑو نہیں۔ ابو عبید کہتے ہیں کہ میں نے شافعی کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں محمد بن حسن

سے بہت کچھ سُنا اور لکھا ہے۔

ابن ابی حاتم ربیع سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے شافعی کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں نے محمد بن حسن سے ایک بارشتر علم حاصل کیا، یہ سارا علم سماعی تھا،

علمی کارنامہ

ابو حاتم، احمد ابن سریج الرازی سے روایت کرتے ہیں کہ شافعیؒ کہتے ہیں، میں نے امام محمد کی کتابوں پر ساٹھ دینار صرف کیے، پھر میں نے غور و فکر کے ساتھ، ان کا مطالعہ کیا، اور ہر مسئلہ کے پہلو بہ پہلو، کوئی حدیث بھی درج کردی!"

ابن قاضی شہبہ کا بیان

ابن قاضی شہبہ نے تاریخ ذہبی کا جو خلاصہ کیا ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں کہ امام محمد بڑا جود و عطا کو پوشیدہ رکھتے تھے، اپنے شاگردوں کے ساتھ جو حُسن سلوک کرتے تھے، انہیں یہ پسند نہ تھا کہ کسی اور کو ان کا علم ہو، یہ بات صرف وہی جانتے تھے، جن پر وہ خرچ کرتے تھے، ان کے زیر بار احسان رہتے تھے،

امام صاحب کی داد و دہش

امام محمد کی داد و دہش، بذل و عطا، اور جود و سخا سے متعلق بہت سی روایتیں کتب میں مرقوم ہیں۔ سب پر، اورخاص کر شاگردوں پر وہ بے دریغ روپیہ صرف کرتے تھے

کی تو بہت زیادہ انہوں نے مالی مدد کی تھی، اور یہ بات اُنھیں گوارا نہ تھی کہ لوگ انھیں امورِ خیر میں مال خرچ کرتے دیکھیں، اس بات کو وہ زیادہ چشم مردم سے پنہاں رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔

مخصوص برتاؤ

اور یہ بات کہ امام شافعی نے، امام محمد سے ایک بار شتر کتابیں حاصل کیں، اور یہ ساری کی ساری سماعی تھیں، یعنی ان کے تمام مندرجات وہ تھے، جو شافعی نے، بہ گوشِ خود محمد سے سُنے تھے، اس کی دو صورتیں ہیں، ایک سماعت تو وہ تھی، جو مجلس عام میں دوسرے عراقی شاگردوں کے ساتھ، انھوں نے کی تھی، اور دوسری سماعت وہ تھی، جو خاص تھی، اور خاص وقت میں، یعنی خارج از درس اوقات میں انہیں اختصاص اور امتیاز کے طور پر یہ شرف حاصل ہوا تھا، ان بار شتر کتابوں میں یہ دونوں سماعتیں مندرج تھیں، یہ سماعت خاص ایسی ہی تھی جیسی امام محمد نے اسد بن فرات کے لیے ملحوظ رکھی تھی، ابو عبید بھی اس رعایت خصوصی سے بہرہ ور ہو چکے ہیں یہ سب اپنے اپنے وقت کے ائمہ اجل مانے جا چکے ہیں، اپنے شاگردوں کے ساتھ یہ مخصوص برتاؤ، اور حُسن سلوک، امام ابو حنیفہ کے بعد، امام محمد کے سوا کسی اور امام کے حالات و سوانح میں نظر نہیں آتا، یہ بات انہی دونوں بزرگوں پر ختم ہو گئی

ابن ابی حاتم کی روایت

ابن ابی حاتم، محمد بن ادریس وراق الحمیدی سے، وہ حمیدی سے، اور وہ شافعی سے روایت کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں میں (امام شافعی) امام محمد بن حسن کی بارگاہ فیض سے استفادہ کر رہا تھا اور ان کے دامن علم و کمال سے وابستہ تھا:۔

"میں پوری یکسوئی اور انہماک و استغراق کے ساتھ امام محمد کی خدمت

میں ہمہ وقت حاضر رہتا تھا، جو کچھ ان سے سنتا تھا، اسے لکھ لیتا تھا، ان کی تمام باتیں مجھے ازبر تھیں، درس سے فارغ ہو کر جب وہ تشریف لے جاتے تھے، تو میں ان کے دوسرے اصحاب اور تلامیذ سے بعض مسائل میں مناظرہ کرنے لگتا تھا،

ایک روز امام محمدؒ نے مجھ سے فرمایا :—

ایک سوال

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میرے اصحاب و تلامیذ سے مناظرہ کرتے رہتے ہو — ؟"

میں خاموش رہا، کیا جواب دیتا، کہ پھر امام صاحب نے فرمایا :

"شاہد، اور یمین کے مسئلہ میں آؤ مجھ سے مناظرہ کرو" :"

بھلا اُستاذ سے مناظرہ کی جرأت میں کہاں سے لاتا؟ میں نے انکار کر دیا، لیکن انھوں نے میرے انکار کو تسلیم نہیں کیا، اور اصرار کیا کہ مذکورہ مسائل میں ان سے مناظرہ کروں، آخر ان کے اصرار سے مجبور ہو کر، میں نے تعمیل حکم کی یعنی مناظرہ شروع کر دیا،

قدر افزائی

میرے مناظرہ اور طرز تکلم سے امام محمدؒ اتنے خوش ہوئے کہ انھوں نے ساری تفصیل خلیفہ ہارون الرشید کے کانوں تک پہنچا دی، امیر المومنین اس سے بہت محظوظ اور لطف اندوز ہوئے، اور میری قدر افزائی فرمائی !"

امام صاحبؒ کے کردار و سیرت کا خلاصہ

مذکورہ بالا واقعہ سے، امام محمدؒ کے کردار و سیرت، اور احوال و سوانح کے کئی پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔

ایک تو یہ کہ امام صاحبؒ مناظرہ سے دلچسپی لیتے اور اس کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔

دوسرے یہ کہ اپنے شاگردوں کے ساتھ ان کا طرزِ عمل کس درجہ شفقت و محبت پر مبنی تھا، اور وہ انہیں آگے بڑھانے اور عروج حاصل کرنے میں زیادہ سے زیادہ مدد دیتے تھے، اور کوشش کرتے تھے کہ ان کی صلاحیتیں اُبھریں، ان کی اہلیتوں کا ڈنکا بجے اور وہ زیادہ سے فروغ و عروج حاصل کریں۔

تیسرے یہ کہ امیرالمومنین اور خلیفۃ المسلمین کی بارگاہ میں ان کی منزلت اور وقعت کا کیا عالم تھا؟ اور ان کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کیا قدر و قیمت رکھتے تھے؟

چوتھے یہ کہ امام محمدؒ کے شاگرد، اور خاص طور پر امام شافعیؒ، اپنے استاذ کا ادب و لحاظ کس درجہ ملحوظ رکھتے تھے۔

مناظرہ سے انکار!

اور امام شافعیؒ نے، اپنے اُستاذ، امام محمدؒ سے مناظرہ کرنے سے جو انکار کردیا تھا، اس کی وجہ یہی تو تھی، بھلا جو شاگرد اپنے استاذ کا اس درجہ ممنون کرم ہو کہ اس سے ایک بار شتر علم حاصل کیا ہو، جس پر استاذ کی شفقت اور محبت بیش از بیش رہی ہو، وہ کیونکر اُستاد کے سامنے خم ٹھونک کر میدان مناظرہ میں اُتر سکتا تھا۔؟ پھر اس زمانہ میں یہ معمول بھی تھا کہ اُستاد اور شاگرد میں مناظرہ ایک نئی اور اچنبھے کی بات تھی، لیکن اُستاد کے حکم سے مجبور ہو کر یہ ناخوشگوار فریضہ انھوں نے انجام دیا۔

امام شافعیؒ کا اعتراف

امام شافعیؒ کے ساتھ امام محمد کے حسن سلوک، اور شفقت و رحمت کا کیا عالم تھا! اسے خود شافعیؒ کی زبان سے سُنیے:۔

"اللہ تعالیٰ نے میرے دو راہبر اور راہنما پیدا کئے، حدیث میں ابن عیینہ، اور فقہ میں امام محمدؒ!"

امام شافعیؒ کا اعترافِ سپاس

ایک دوسری روایت ربیع، شافعیؒ سے کرتے ہیں:۔

"میں دنیا میں، علم اور اسباب دُنیا کے سلسلہ میں کسی کا بھی اتنا ممنونِ کرم اور زیر بار احسان نہیں ہوں، جتنا امام محمدؒ کا، درس کے عام اوقات میں بھی میرے ساتھ ان کا سلوک امتیازی پہلو رکھتا تھا، وہ میرے ساتھ حد درجہ شفقت و مروت کا برتاؤ کرتے تھے!"

امام شافعیؒ کا حسن سلوک!

ابن سماعہ روایت کرتے ہیں کہ محمد بن حسن نے اپنے اصحاب سے تقریباً ایک لاکھ درہم بطور چندہ کے جمع کیے، یہ رقم امام شافعی کو مختلف وقفوں میں دے دی گئی۔

ذہبی اپنی کتاب میں، ادریس بن یوسف القراطیسی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا:۔

ایک مرتبہ امام شافعیؒ کہہ رہے تھے کہ کتاب اللہ کا عالم اور ماہر میں نے، خدا کی قسم امام محمد سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ ایسا معلوم

ہوتا ہے کہ یہ کتاب انہی پر نازل ہوئی ہے : "

ان تمام تصریحات سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام شافعی کے دل میں امام محمد کی عظمت و جلالت کا کیا عالم تھا، اور وہ ان کا ادب و احترام کس درجہ ملحوظ رکھتے تھے۔

امام شافعیؒ و امام محمدؒ

گذشتہ صفحات میں ہم بسط و تفصیل کے ساتھ، اس امر پر روشنی ڈال چکے ہیں کہ امام شافعی کو اس بات پر فخر تھا کہ وہ امام محمد کے شاگرد ہیں، انھیں اس پر بھی ناز تھا کہ اپنی عمر عزیز کا معقول حصہ اس ادیب عظیم و جلیل کے دامن سے وابستگی میں انھوں نے صرف کیا، ہم یہ بھی بتا چکے ہیں کہ امام شافعی کا دل امام محمد کی عظمت و جلالت شان سے مملو تھا، ان کی نظر میں کسی اہل علم کا وہ مرتبہ نہیں تھا جو امام محمد کا تھا، وہ امام محمد کو صرف فقہ کا امام تسلیم نہیں کرتے تھے، بلکہ انھیں حدیث میں بھی یکتا اور فہم قرآن میں بھی بے ہمتا سمجھتے تھے!"

لیکن بعض فتنہ طرازوں نے بالکل غلط طور پر، مختلف غیر مستند اور غیر واقعی روایات و حکایات کا سہارا کر یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ امام شافعی کے دل میں امام محمد کی کوئی خاص قدر و منزلت نہیں تھی، نہ وہ ان کے علم بے پایاں کے قائل تھے، بلکہ موقع بے موقع ان پر نکتہ چینی اور ان کا استخفاف بھی کرتے رہتے تھے،

اس طرح کی چند روایات و حکایات پر ہم ذرا وضاحت کے ساتھ گفتگو کریں گے۔

ایک مناظرہ کی روایت

خطیب ابن رزق سے، وہ ابو عمرو بن سماک سے، وہ تمار سے، وہ احمد بن خالد الکرمانی سے، اور وہ مقدمی سے روایت کرتے ہیں، کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید کے مواجہ میں، امام شافعی اور امام محمد کے مابین مناظرہ ہوا، جس میں خوب خوب دونوں نے ایک دوسرے کے خلاف طلاقت

مناظرہ کا یہ طریقہ ہی نہیں رائج تھا جس کا اس روایت میں ذکر کیا گیا ہے، امام شافعی، امام مالک اور اہل مدینہ تک کا رد اس طرح کسی مجلس میں بیٹھ کر نہیں کر سکتے تھے، نہ کہ رد در رد امام محمدؒ کا جن سے ان کے غیر معمولی روابط و تعلقات تھے، اور جن پر امام محمدؒ کے حد سے زیادہ احسانات و عنایات تھے۔

قطعاً غلط اور ناقابل یقین

ان دونوں کے روابط اور مراسم کی کیا کیفیت تھی، اس کا اندازہ بڑی آسانی کے ساتھ "کتاب الحجج" کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے۔ جو امام محمدؒ کی لکھی ہوئی ہے، اور جس میں امام شافعیؒ کے بارے میں کلماتِ حسن موجود ہیں، یا "کتاب الام" کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے جو امام شافعیؒ کی تالیف ہے، اور جس میں امام محمدؒ کے بارے میں عقیدت و عظمت سے بھرے ہوئے شاندار الفاظ موجود ہیں، نیز ابن حجر کی کتاب "مناقب الشافعی" میں بھی امام محمدؒ کے وہ الفاظ مل سکتے ہیں جو انھوں نے امام شافعیؒ کے بارے میں تعریف و تحسین کے طور پر استعمال فرمائے، اور ان دونوں کے خیالات و آرا ایک دوسرے کے بارے میں معلوم کرنے کے بعد، کوئی شخص ایک لمحہ کے لیے بھی اس کا تصور نہیں کر سکتا کہ شافعیؒ امام محمدؒ کے خلاف جا سکتے ہیں، اور کد و رد مناظرہ کر کے ان کے ایک حریف کی حیثیت اختیار کر سکتے ہیں۔

دعویٰ لیکن دلیل نہیں

امام شافعی اور امام محمدؒ کے اختلاف فقہی کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شہادتِ قابلہ کے سلسلہ میں دونوں کے درمیان اختلاف تھا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ امام شافعیؒ امام محمدؒ سے اس بات پر کس طرح معارضہ کر سکتے تھے کہ شہادتِ قابلہ کا قبول کرنا درست نہیں، اس کی دلیل کتاب الٰہی سے وہ کیا لاتے ہیں؟

لسانی اور طنز و ذہانت کے جوہر دکھائے۔

یہ روایت غلط ہے

لیکن اس روایت کے تسلیم کرنے سے ہمیں شدّت اور سختی کے ساتھ انکار ہے، اور اس انکار کے دیگر وجوہ و اسباب کے علاوہ، اس کے راویوں کا مجروح ہونا ہے۔

اس روایت کے ایک راوی، ابن رزق، ہیں، ان کی کیفیت یہ ہے کہ جب یہ اندھے ہو گئے اور اتنے بوڑھے ہو گئے کہ شیخ فانی کے درجہ میں آ گئے، تب انھوں نے خطیب کے پاس رہنا [illegible] کیا، چنانچہ ان کی اکثر روایتیں، جن میں یہ روایت بھی شامل ہے، مجروح مانی جاتی ہیں۔

اب ابو عمرو السماک کو لیجئے، انہیں روایات کے گھڑنے میں ملکہ حاصل تھا ——— یہ [illegible] مجروح ہیں۔

ایک اور راوی جن کا ذکر خطیب نے اپنے سلسلۂ اسناد میں کیا ہے، احمد بن خالد الکرمانی [illegible] یہ اتنے مجہول ہیں کہ ان کا حال کسی معتبر تذکرے میں نہیں ملتا،

آخری راوی مقدی ہیں، انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ اس واقعہ کے شاہد یہ خود ہیں یا کسی [illegible] سے انھوں نے سُنا ہے، اگر خود شریک مناظرہ تھے، تو صاف الفاظ میں بیان کرنا چاہیے تھا [illegible] اگر اس مناظرہ کی کیفیت کسی دوسرے شخص سے معلوم ہوئی تھی تو اس کا ذکر کرنا چاہیے تھا [illegible] واقعہ صحیح طور پر سامنے آجاتی،

لہٰذا رواۃ کا جہاں تک تعلق ہے، یہ روایت بالکل من گھڑت، ناقابل اعتماد اور ناقابل [illegible] نظر آتی ہے۔

درایت کے لحاظ سے بھی غلط ہے

اب ذرا اس روایت کو، درایت کے اصول پر پرکھیئے، اس زمانہ میں شاگرد، اور استاذ کے [illegible]

توجہ صرف حدیث نبوی ہی کی طرف مبذول رکھی ہوتی تو بلاشبہ اُمّتِ محمدؐ، ان کے علاوہ دوسرے علماء سے بالکل بے نیاز ہو جاتی!"

مجہول اور ناقابل قبول!

مذکورہ بالا روایت بھی، اگر نقد و جرح کی کسوٹی پر کسی جائے، تو مجہول اور ناقابل اعتماد و ناقابل قبول نظر آئے گی۔

یحییٰ بن اکثم جو اس روایت کے راوی ہیں، وہ ۲۰۲ھ میں بصرہ کے گورنر ہوئے، اور اس وقت ان کی عمر بیس سال کی تھی، اسی لیے اہل بصرہ شروع شروع میں انھیں حقیر سمجھتے تھے کہ اتنا نوعمر نوجوان گورنر بنایا گیا ہے، لیکن انھوں نے اپنی ذکاوت و ذہانت کا سکہ ایسا بٹھایا کہ انھیں حقیر سمجھنے والے لوگ ان کی بڑائی کے قائل ہو گئے، بہرحال یہ تو ایک ضمنی بات تھی، سوال یہ ہے کہ ۲۰۲ھ میں جن کی عمر بیس سال کی تھی، وہ ۱۸۲ھ میں امام محمد کے مناظروں میں کس طرح شریک مانا جا سکتا ہے اور اس سلسلہ میں اس کی روایت کہاں تک قابل قبول ہو سکتی ہے؟ پھر یہ بھی فراموش نہ کرنا چاہیے کہ ابن اکثم کی ولادت خراسان میں ہوئی تھی، اور عراق وہ بہت دنوں کے بعد آئے تھے۔

صاف بات یہ ہے کہ ابن حجر نے ان پہلوؤں پر غور نہیں کیا، اور ایسی روایت قبول کر لی، جو قابل قبول نہ تھی۔

خطیب کی ایک روایت

خطیب نے ایک اور روایت اپنی کتاب میں درج کی ہے اس کے راوی بھی ابن رزق ابو عمرو بن سماک، تمار ہیں، آخری راوی ربیع ہیں، روایت کے الفاظ یہ ہیں:۔

جب کبھی بھی کسی شخص سے میں نے مناظرہ کیا تو جواب دیتے وقت اس کے چہرے کی رنگت ضرور تبدیل گئی، البتہ محمد بن حسن پر ایسی کیفیت

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مدائنات، مصیبت در سفر، رجعت، مفارقت اور زنا کے سلسلہ میں شہادات کا ذکر کیا ہے، لیکن شہادت فی الولادت کا ذکر سارے قرآن میں کہیں نہیں آتا۔
اسی طرح یہ بھی کیونکر ممکن ہے کہ امام شافعی عبداللہ بن یحییٰ کو مجہول راوی قرار دیں حالانکہ حالت یہ ہے کہ ان کی جلالتِ شان و مرتبت کا اعتراف بڑے بڑوں کو ہے، کتب اسماء الرجال میں ان کا ذکر آیا ہے۔ اور بہت اچھے اور شاندار الفاظ میں آیا ہے، اگرچہ امام ابوحنیفہ نے ان کے متعلق میں کلام کیا ہے، جیسا کہ عللِ ترمذی سے معلوم ہوتا ہے، لیکن یہ بات بھی فراموش نہ کرنی چاہیے کہ ثوری جیسے شخص نے ان کی توثیق کی ہے، اور شیبہ جیسے شخص نے ان سے روایت قبول کی ہے، حالانکہ سب جانتے ہیں کہ قبول روایت میں شیبہ بڑے متشدد تھے، کسی راوی میں اگر ذرا بھی کوئی خامی یا کجی نظر آتی تھی، تو اس کی روایت ہرگز قبول نہیں کرتے تھے، پس اگر امام محمد اس باب میں اپنے استاذ امام ابوحنیفہ کی جرح تسلیم نہیں کرتے تھے، تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے؟ وہ خود بھی امام تھے، اور پایۂ اجتہاد رکھتے تھے، اور اپنی اس رائے میں منفرد نہیں ہیں، بلکہ ثوری اور شیبہ جیسے اکابر ان کے ساتھ ہیں، — ! لہٰذا اگر وہ عبداللہ بن یحییٰ کو مجہول راوی نہیں مانتے، بلکہ ان کی ثقاہت تسلیم کرتے ہیں، تو اس کا انھیں حق ہے۔

ابن حجر کی روایت

ابن حجر نے "مناقب الشافعی" میں ایک روایت یحییٰ بن اکثم کی یہ درج کی ہے:

"ہم نے کثرت کے ساتھ محمد بن حسن کے مناظروں میں شرکت کی ہے لیکن امام شافعی کی بات ہی اور تھی، وہ قبیلۂ قریش کے ایک فرد تھے، ان کی عقل و فہم بھی ایک قریشی کی عقل و فہم تھی، ان میں ذکاوت، ذہانت، فراست، دانش، سرعت فکر، اور عقل صافی کے تمام وہ جوہر موجود تھے، جو ایک قریشی میں ہونا چاہئیں، اگر کہیں انھوں نے اپنی

سوال کا جواب دیتے وقت کبھی بھی ناگواری کا اظہار اپنے چہرہ بشرہ سے نہیں ہونے دیا۔!"

تبصرہ

اس روایتِ صحیحہ کے مقابلہ میں اگر خطیب کی روایت رکھی جائے، تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ قابل قبول کون سی روایت ہے اور قابل رد کون سی روایت ہے؟ دونوں کا لفظی و معنوی فرق خود بول رہا ہے!

ایک اور غلط روایت

خطیب نے امام شافعیؒ کے حالات بیان کرتے ہوئے، ایک بڑی دلچسپ لیکن سراسر غلط روایت کی ہے:-

"ابوالطیب الطبری، علی بن ابراہیم، بن احمد البیضاوی سے، وہ احمد بن عبدالرحمن بن الجارود الرقی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ربیع بن سلیمان کو کہتے ہوئے سنا کہ امام شافعیؒ نے امام محمدؒ بن حسن سے مقام رقہ میں مناظرہ کیا، اور اس شان سے کیا کہ ان کی زبان بند کر دی یہ خبر خلیفہ ہارون الرشید کو پہنچی تو اس نے کہا:

قریش کے بارے میں حدیث

"کیا محمدؒ کو یہ علم نہیں تھا کہ وہ ایک قریشی سے مناظرہ کر رہے ہیں، جو سائل کو ساکت کر دیتا ہے، اور مجیب کو بھی یارائے تکلم نہیں دیتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا یہ نہیں ارشاد فرمایا ہے؛

گذرتے میں نے کبھی نہیں دیکھا، !"

صمیری کی تخریج

اس روایت میں تحویل ہے، یعنی مناظرہ کا لفظ سوال کے بجائے، اس لیے استعمال کیا گیا ہے تاکہ ثابت کیا جا سکے کہ شافعیؒ اپنے استاذ سے بھی مناظرہ کیا کرتا تھا۔

اس روایت کے دو راوی، ابن رزق، اور ابن سماک تو اچھی طرح معروف نہیں، اسی سے اس کے صدق و کذب کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

باقی اصل اور صحیح روایت جس کی صحت و استناد سے، خطیب بھی انکار نہیں کر سکتے، وہ ہے جو صمیری نے تخریج کی ہے۔ وہ کہتے ہیں، ہم سے عباس بن احمد الہاشمی نے، ان سے علی بن عمرو الجوہری نے، ان سے علی محمد بن محمد نخعی نے، ان سے احمد بن حماد بن سفیان نے، ان سے ربیع بن سلیمان نے بیان کیا کہ :-

"میں نے شافعیؒ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ جب کسی مسئلہ کے بارے میں کسی عالم سے میں نے سوال کیا، تو میں نے دیکھا، جواب دیتے وقت اس کا رنگ ضرور بدل گیا، لیکن امام محمدؒ پر یہ کیفیت کبھی نہیں طاری ہوئی !"

امام محمدؒ کی شانِ فتویٰ

بالکل اسی طرح کی روایت "انتقاء" میں بھی ہے۔ (ملاحظہ ہو ص ۶۹)

"ہم سے خلف بن قاسم نے، ان سے حسن بن رشیق نے، ان سے محمد بن یحییٰ فارسی نے، ان سے ربیع بن سلیمان نے بیان کیا کہ میں نے شافعیؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب کسی شخص سے کسی مسئلہ کے بارے میں کوئی سوال کیا گیا تو اس کے چہرے پر ناگواری کے آثار ضرور پیدا ہوئے، لیکن محمد بن حسن نے

قدّموا قریشا ولا تقدّموها — قریش کو آگے رکھو، خود ان سے
وتعلّموا منها ولا تعلّموها — آگے نہ بڑھو، قریش سے سیکھو،
فان علم العالم منهم یسع — انھیں سکھانے کی کوشش نہ کرو
طباق الارض -! — کیونکہ ایک قریشی عالم کا علم زمین کی پہنائی کے برابر وسیع ہے -!

لیکن یہ روایت سراسر کذب و دروغ پر مبنی ہے،

اس کے ایک راوی ابن الجارود ہیں، جن کے بارے میں خود خطیب کا فیصلہ (ج ۲، ص ۲۴۷) ہے کہ وہ اوّل درجے کے جھوٹے ہیں — (انّہ کذّاب) —!

یہ حدیث صحیح نہیں

باقی رہا اس حدیث کا یہ ٹکڑا کہ قریش سے سیکھو انھیں سکھاؤ مت یہ بھی سراسر غلط ہے، اور عمل صحابہ و تابعین کے یکسر مخالف ہے۔ عہد صحابہ کرام و تابعین عظام میں برابر تعلیم و تعلّم عام کا سلسلہ جاری رہا، اور اسے کون نہیں جانتا، کہ خود امام شافعیؒ کے استاد (امام محمدؒ) قریشی نہیں تھے

خطیب کی حیثیت

خطیب کا جہاں تک تعلق ہے، وہ تو اس کے عادی ہیں کہ اپنے حسب مطلب روایت کو، خواہ وہ کتنی ہی کمزور، غلط اور ناقابل اعتماد کیوں نہ ہو، بڑے شوق سے قبول کر لیتے ہیں، لہٰذا انھوں نے اگر یہ روایت نقل کر دی تو باعث تعجب نہیں، البتہ قاضی ابو الطیب الطبری پر ضرور تعجب ہے کہ ان جیسا شخص

بھی ایسی روایت قبول کر لیتا ہے۔ امام شافعیؒ کی جلالت قدر ثابت کرنے کے لیے جھوٹی اور خود ساختہ روایات کا سہارا لینے کی انھیں کیا ضرورت تھی؟ امام شافعی کی جلالت قدر بجائے خود کیا کم تھی؟ اور اس کی تائید میں سچی اور حقیقی روایات کی کیا کمی تھی؟ اور سب سے زیادہ حیرت علامہ ابن حجر پر ہے کہ انھوں نے بھی "مناقب الشافعی" میں (ص ۷۴) اس طرح کی روایتوں کو قبول کر لیا ہے۔ حالانکہ ان پر ان کا دروغ و کذب ہونا اچھی طرح روشن تھا! رہے بیہقی، تو وہ ان لوگوں میں تھے جو اکاذیب کی روایت کرتے ہوئے ذرا نہیں جھجکتے تھے، بشرطیکہ وہ ان کی خواہش کے مطابق ہو، لہٰذا ابن حجر یہ عذر بھی نہیں کر سکتے کہ اس سند میں بیہقی بھی شامل ہیں، کیونکہ وہ بہت اچھی طرح بیہقی سے واقف ہیں!

تاریخی حقائق

مسانید صحیحہ کے ساتھ امام محمدؒ کی، امام شافعیؒ سے ثنا و صفت اور عظمت و منزلت مروی ہے تاریخ خطیب، کتاب ابن ابی العوام، کتاب الصیمری، تہذیب النووی، مؤلفات ذہبی اور دوسری کتابوں میں بسط و تفصیل کے ساتھ امام محمدؒ کی تعریف و تحسین میں امام شافعیؒ کے بیانات بکثرت ملیں گے، کتاب الکردری میں بھی اس طرح کا بہت سا مواد موجود ہے، یہ روایات اتنی مشہور و معروف ہیں کہ ان کا اعادہ ہم ضروری نہیں سمجھتے، صرف اشارہ کر دینے پر اکتفا کرتے ہیں —!

اس موقع پر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جب تک امام شافعیؒ نے، امام محمدؒ کے حلقہ درس میں شرکت نہیں کی، ایک فقیہ کی حیثیت سے ان کا ذکر کہیں بھی نظر نہیں آتا، — واقعہ یہ ہے کہ امام محمدؒ کی بارگاہ سے فقہ میں درک و کمال حاصل کرنے کے بعد، وہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے

لیکن رواۃ سے قطع نظر، جن کے کذب و دروغ پر ہم روشنی ڈال چکے ہیں، دوسرے اعتبارات سے بھی یہ روایت غلط اور ناقابل قبول ہے۔ خاص طور پر دو وجہوں سے ۔

ناقابلِ قبول ہونے کے اسباب

پہلی وجہ اس کے ناقابل قبول ہونے کی یہ ہے کہ امام شافعی بغداد تشریف لائے تو امام ابو یوسف وفات پا چکے تھے، ان سے اور امام شافعی سے ملاقات ہی نہیں ہو پائی۔

دوسری وجہ اس کے ناقابل قبول ہونے کی یہ ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد دونوں مقدس بزرگ تھے، ایک مسلمان کے قتل کے لیے وہ کس طرح جد و جہد کر سکتے تھے، جب کہ اس نے ان دونوں کو کسی طرح کا نقصان بھی نہیں پہنچایا تھا، پھر اسے بھی نہ بھولنا چاہیے کہ ان دونوں بزرگوں کا منصب، ان کی جلالت شان، اور ان کی دینداری، کب اس کی اجازت دے سکتی تھی کہ وہ ایسی سخیف حرکت کا ارتکاب کریں؟

حقیقت واقعہ

طرق صحیحہ سے جو بات ثابت ہے، وہ یہ ہے کہ امام شافعی نے سب سے پہلے ۱۸۴ھ میں بغداد کی سرزمین پر قدم رکھا ہے، اور امام ابو یوسف کی وفات اس سے دو سال پہلے ہو چکی تھی! البتہ امام شافعی امام محمد سے ملے، اور وہ انھیں قیام حجاز کے زمانے سے بہت اچھی طرح جانتے تھے، چنانچہ باقاعدہ ان کی شاگردی اختیار کر چکے تھے، اور ان سے کسب و استفادہ کر چکے تھے اور ان کے دامن علم سے کافی عرصہ تک وابستہ رہے تھے!

ابن حجر کا بیان ختم ہوا!

اور وہاں جاکر فقہ اہلِ حجاز کو اس روشنی میں دیکھا جو یہاں سے اپنے ساتھ لے کر گئے تھے، اور اس فن میں اتنا ملکہ حاصل کر لیا کہ مرتبۂ اجتہاد پر فائز ہو گئے!

الحجۃ

امام محمدؒ کے انتقال کے کئی سال بعد، امام شافعیؒ عراق واپس آئے، یہ واقعہ ۱۹۵ھ کا ہے اور امام محمد کی وفات کو سات سال گذر چکے تھے، وہ دو سال تک عراق میں قیام پذیر رہے اور یہاں اپنے قدیم فقہی مذہب کی نشر و ترویج میں مشغول رہے، جس کی بنیاد معروف و مشہور روایات قدیم پر تھی، یہیں انھوں نے اپنی وہ مشہور کتاب تالیف کی جو " الحجۃ " کے نام سے مشہور ہے، اور کافی ضخیم ہے، جس کے رد میں عیسٰی بن ابان نے کافی کاوش کی۔

امام شافعیؒ کے سفر کا ذکر

امام کے دو مخصوص سفروں کا ذکر بھی ہم کرنا چاہتے ہیں جو تمام تر دروغ و کذب پر مبنی ہیں پہلے سفر کے راوی عبداللہ ابن محمد البلوی ہیں، علمائے جرح و تعدیل کے حلقہ میں یہ جانے پہچانے دروغ گو (کذاب مشہور) ہیں، ابن حجرؒ نے توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس (ص: ۷۶) یہ روایت درج کرکے، اس کی تردید کی ہے، ـــ وہ کہتے ہیں کہ آبری اور بیہقی نے بھی حسب موقع طوالت یا اختصار سے کام لے کر، اس کی تخریج کی ہے۔ فخرالدین رازی نے بھی اپنی کتاب " مناقب الشافعی " میں اس پر اتنا اعتماد کیا ہے کہ سند تک نہیں دی ہے حالانکہ یہ غلط۔ اس روایت کا بڑا حصہ موضوع ہے، اور باقی ملتبس، اس روایت میں جو واقعہ ہے، وہ یہ ہے:۔

" ابو یوسفؒ اور محمدؒ نے خلیفہ ہارون الرشید کو اس بات پر اکسایا کہ وہ امام شافعیؒ کو قتل کر دے ـــ!"

بارگاہِ فیض سے استفادہ کے بعد؟ حدیہ ہے کہ مؤطا امام مالکؒ تک ان کے پاس، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انھوں نے امام مالک کے سامنے اس کی قرأت کی تھی، امام محمد ہی کے واسطہ سے پہنچی، چنانچہ مؤطا امام مالک کا ایک نسخہ بھی ایسا نہیں ہے جو حسب روایت شافعی ہو، اور اہلِ علم کے حلقوں میں متداول ہو، جیسے مؤطا کے دوسرے نسخے، جو دوسرے اصحاب کے حسب روایت ہیں، عام طور پر صدیوں سے متداول چلے آرہے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ امام شافعی نے، امام مالک کے سامنے مؤطا کی قرأت اوائل امر میں کر لی تھی، لیکن اس کی احادیث کو ضبط میں کیا گیا تھا، نہ اس کی مدارست استمرار کے ساتھ جاری رکھی تھی۔

امام شافعیؒ کا سفرِ یمن

رہا امام شافعی کا سفرِ یمن، تو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ سفر طلب علم کے لیے نہیں، کسب معاش کے لیے تھا،

ان حالات میں غور کرنا چاہیئے کہ آخر امام شافعی میں کون سی بات تھی جس پر امام ابو یوسف اور امام محمد جیسے ائمۂ وقت ان سے حسد کرتے، جلتے، اور ان کی برائی کے خواہاں رہتے، ؟ اور اگر واقعی یہی بات تھی، تو وہ آخر کون چیز تھی، جس نے امام شافعی کو مجبور کیا کہ وہ امام محمد کے دامن علم سے چمٹے رہیں؛ حالانکہ خود ان کے مداحین کے بیان کے بموجب وہ عالم محسود تھے، بھلا محسود بھی حاسد کے پاس طلب علم، استفادہ اور حصولِ فیض کے لیے کبھی گیا ہے ؟ اور یہ بھی بتایا جائے کہ اگر واقعی امام محمد، امام شافعی سے حسد کرتے تھے، تو وہ انھیں تعلیم دینے، ان کی تربیت کرنے، اور فن کے اسرار و رموز بتانے اور سکھانے پر کیوں آمادہ ہوئے ؟ اور یہ کیونکر ممکن ہوا کہ محسود اپنی کتابوں میں حاسد کے علم کی روایت، ثنا و صفت کے ساتھ کرے، ؟ حسد کا امر محال فرض کر لینے کے بعد بھی، مذکورہ سوالات کا جواب ہے کسی کے پاس ؟

یہ روایت بھی غلط ہے

ابن حجر نے اپنی مذکورہ کتاب ہیں (ص: ۷۰) ایک اور روایت بھی بیہقی کے حوالے
کی ہے، جو ان دونوں بزرگوں (امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کے اختلاف اور رقابت باہمی پر روشنی
ڈالتی ہے۔ یہ بھی روایت، اور روایت ہر اعتبار سے غلط اور ناقابل قبول ہے۔ اور کسی مستند
ذریعے سے ثابت نہیں ہوتی، بلکہ روایات صحیحہ ومعتبرہ سے جو کچھ ثابت ہے، وہ یہ ہے کہ امام محمد
شافعی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ حسن سلوک سے پیش آتے تھے، اور ہمیشہ ان کی مدد کرتے رہتے
تھے، اور ان سے لطف وعنایت کا برتاؤ کرتے رہتے تھے، اسی طرح امام شافعی بھی ہمیشہ ان کی
عظمت وجلالت کے اعتراف میں رطب اللسان رہتے تھے ــــــ یہ حقیقت بجائے خود اس
کی تکذیب کرتی ہے، جو ان دونوں اکابر کے باہمی اختلاف وعناد کی ترجمان ہیں ــ!

غلط طرز کار

امام شافعی کے بعض مشہور عقیدت مندوں نے امام شافعی کی فضیلت ومنزلت اس میں
کہ خواہ کتنے ہی غلط طور پر سہی، لیکن یہ ثابت کردیں کہ امام محمدؒ اور امام ابو یوسف ان سے
کرتے تھے، اور ان کی شہرت اور مقبولیت سے جلتے تھے، لیکن ان حضرات نے یہ کبھی نہ سو
وشواہد جس بات کو غلط اور نامعتبر قرار دیتے ہوں، اسے کتنے ہی زور اور قوت سے بیان کر
ہی رہے گی،

حقائق سے انکار

کیا اس حقیقت سے کوئی انکار کرسکتا ہے کہ امام شافعیؒ، اپنے طلب علم کے دور میں
اسی وقت سے وہ امام محمدؒ کے مرہون منت تھے، فقہ میں انھیں جو منزلت بھی حاصل ہ

امام محمدؒ کا کلمہ حق ہارون کے سامنے

امام محمدؒ کے دوست اور دشمن، سب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اہل علم میں، ان سے
ظالموں کے ظلم کو دفع کرنے میں، بلند آہنگ کوئی نہ تھا، ہارون رشید کی مجلس میں جب
کے کسی فعل ناروا پر، اہل علم کی زبانیں بیان حق سے گنگ ہو جاتی تھیں، یہی ایک شخص
تھا جو بے خوف لومۃ لائم، نتائج سے بے پروا ہو کر، بغیر کسی خوف اور جھجک کے، حق با
پے آتا تھا، ایسا شخص ہارون الرشید کو ظلم پر مائل کرسکتا تھا؟ ایک مسلمان کے
اکسا سکتا تھا؟ ایک ایسے شخص سے حسد کرسکتا تھا، جس نے اُسے کوئی نقصان نہیں
جس کو وہ برابر فائدہ پہنچاتا رہا تھا۔

روایت ثقات کی بنیاد پر خاص وعام، سب اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ امام محمدؒ نے امام شافعی
(کی) قید کی؟ اور اس راستہ میں کس ایثار وقربانی کا مظاہرہ کیا، اور کس طرح بے دریغ ان پر اپنا
کیا؟ اور ان کے احتیاجات پورے کیے؟ خود تکلیف اٹھائی، لیکن انھیں سکھ پہنچایا
حقیقت ہے، اور اس سے کوئی واقف حال بھی انکار نہیں کرسکتا کہ فقہ میں امام شا
کے ممنون اور زیر بار احسان ہیں تو صرف امام محمدؒ کے!!

بیہقی کی حقیقت

اس سلسلہ میں بیہقی کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے، ہم جانتے ہیں کسی طرح تعصب
سے وہ اپنا دامن نہیں بچا سکتے۔ اپنی کتاب "معرفۃ السنن" میں انھوں نے
تحزب کے خوب جوہر دکھائے ہیں، حد یہ ہے کہ بیہقی نے طحاوی تک میں کلام کیا ہے
سو اہل علم میں سے کسی نے بھی ان پر حرف گیری نہیں کی ہے۔ بیہقی کو اس بات میں
... کے لیے، قوی راوی کو ضعیف اور ضعیف راوی کو قوی

ہیں — بلکہ یہ لطف بھی نظر آتا ہے کہ ایک شخص کو ایک موقع پر اپنے مسلک کے پیش نظر وہ ضعیف قرار دیتے ہیں، لیکن کسی دوسرے موقع پر ان کے مسلک کو، اگر اس کی روایت سے تقویت پہنچتی ہے، تو بے تامل ... قوی فی الروایت مان لیتے ہیں، حالاں کہ اس قوت و ضعف کی داستان طرازی میں دو ورق کا فاصلہ بھی نہیں ہوتا،

بیہقی کے چہرے سے نقاب "الجوھر النقی" میں اُٹھایا گیا ہے۔ حافظ عبدالقادر قرشی نے بھی ان کی خامیوں اور کوتاہیوں کو بڑی تفصیل سے اُجاگر کیا ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ بیہقی کے بارے میں ہم بہت کچھ جانتے ہیں، لیکن اس کا تو ہمیں وہم و گمان بھی نہ تھا کہ مناقب شافعی بیان کرتے کرتے، ان کے سفروں کے بارے میں وہ ایسی حکایتیں اور روایتیں بیان کرنے لگیں گے، جن کی کوئی حقیقت اور اصل نہیں ہے، اور یہ بیان لاعلمی پر مبنی نہیں ہوتا، بلکہ اس کے نامعتبر اور بے اصل ہونے کا علم رکھتے ہوئے بھی اس پر اصرار کیا جائے گا، اور اس کی ذرا پروا نہ کی جائے گی کہ یہ واقعات و روایات جو بیان کئے جا رہے ہیں، تاریخ ان کی مخالف ہے اور تحقیق صحیح کا فیصلہ ان کے خلاف ہے۔

ابن الجوینی، ابو حامد الطوسی، اور فخر الدین الرازی، اگر اس طرح کے روایات و حکایات اور واقعات کو اپنی کتابوں میں نقل کر لیں، تو ایک حد تک قابل درگذر ہیں، کیونکہ سب جانتے ہیں کہ ان کو روایات اور تحقیق واقعات سے انھیں ذرا دلچسپی نہیں ہے۔ لہٰذا اگر وہ بیہقی کے مرویات پر بھروسہ کر لیتے ہیں تو حیرت نہیں ہوتی۔ ہاں اس بات پر ضرور اچنبھا ہوتا ہے کہ بیہقی سب کچھ جانتے ہوئے بھی غلط کو صحیح پر ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ حقیقتِ واقعہ یہ ہے کہ ان اخبار و روایات کی حیثیت قصہ کہانی سے زیادہ نہیں، اگر داستان اور افسانہ سے تاریخ مرتب ہو سکتی ہے اور اسے تاریخ مانا جا سکتا ہے، تو پھر بلاشبہ ان بیان کردہ داستانوں اور کہانیوں کو بھی تاریخ کا درجہ دیا جا سکتا ہے، ورنہ نہیں۔

شافعیہ کے اہل علم

شافعیہ میں ایسے اہل علم تھے جو علمائے عراق کے کارناموں کے قائل، اور ان کی عظمت و منزلت کے معترف تھے، انھیں علماء عراق کے احسانات کا بھی، جو اُن پر روا رکھے گئے، احساس تھا، لیکن ابو حامد الاسفرائنی کا پھیلایا ہوا فتنہ انھیں بھی اپنے ساتھ بہا لے گیا، یہ مزاحمتِ قضا کے سلسلہ میں پروان چڑھا تھا، جس کی تفصیل و تشریح خطط مقریزی میں موجود ہے، اس واقعہ کی آڑ لے کر اسفرائنی نے کذب کا طومار کھڑا کر دیا، اور ایسی روایتیں گھڑیں جن کی کوئی اصل و حقیقت نہ تھی۔ اس فتنہ کو ہوا دینے والوں نے یہ نہ سوچا کہ یہ دین کی خدمت نہیں ہے، بلکہ توہین ہے، یہ فتنہ اتنا بڑھا کہ آخر حکومت کو سختی کے ساتھ اسے دبانا پڑا، چنانچہ پانچویں، چھٹی اور ساتویں صدی کے وسط تک یہ کیفیت نزاع و اختلاف کی، جس کی بنیاد اقاصیص و اکاذیب پر تھی، قائم رہی، حالانکہ نہ اس سے دین کا فائدہ تھا، نہ دنیا کا بھلا۔

اکابر علم کا رویہ

لیکن بہرحال اکابر علم نے ان داستان طرازیوں کو ایک لمحہ کے لیے بھی تسلیم نہیں کیا [illegible] امام شافعی کے پہلے سفر بغداد کے غلط، اور اس سلسلہ میں بیان کردہ واقعات کے نامعتبر [illegible] کے سلسلہ میں، ابن حجر سے بھی پہلے جس نے توجہ کی، اور ان کی پُرزور تردید کی، وہ تقی الدین [illegible] ہیں جنھوں نے اپنی کتاب منہاج السنت میں اس کذب کو واضح کیا ہے۔ نیز مسعود بن شیبہ [illegible] بھی اپنی کتاب "التعلیم" میں ان غلط روایات کی پردہ دری کی ہے۔

دوسرا سفر بغداد

امام شافعی کے دوسرے سفر بغداد کی جو کہانی بیان کی جاتی ہے، وہ بھی پہلی کہانی کی [illegible]

خود ساختہ ہے۔ جسے حقیقت اور واقعہ سے دور کا بھی تعلق نہیں، یہ دونوں داستانیں توام (جڑواں) نہیں ہیں، اور شکل وصورت اور اصل وحقیقت کے اعتبار سے بالکل یکساں ہیں۔

اس دوسرے سفر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ۱۸۴ھ میں پیش آیا تھا، حالانکہ یہ کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ تاریخ کی معتبر اور مستند کتابوں سے ثابت ہے کہ امام شافعیؒ نے عراق کی سرزمین پر پہلے پہل ۱۸۴ھ میں قدم رکھا، جب کہ امام ابویوسف کی وفات کو دو سال کی مدت گذر چکی تھی، لہٰذا دونوں کی ملاقات کسی طرح ممکن ہی نہ تھی۔

روایت کے اہم اجزاء

اس سفر کے سلسلہ میں جو روایت بیان کی گئی ہے، اس کے اہم اجزاء یہ ہیں:۔

(۱) امام شافعی نے امام ابویوسف اور امام محمد سے، اس سفر کے دوران میں (۱۸۴ھ میں) ملاقات کی،

(۲) اسی سفر کے دوران میں، امام شافعی نے امام ابویوسف، اور امام محمد سے مباحثہ اور مناظرہ کیا تھا۔

(۳) اسی سفر کے دوران میں، امام شافعیؒ نے امام محمدؒ کے کتب خانہ سے ان کے علم واطلاع کے بغیر امام ابوحنیفہ کی "کتابُ الاَوسَط" حاصل کی، اور رات بھر میں اسے از بر کر لیا۔!

(۴) اسی سفر کے دوران میں، جب امام شافعی نے، امام ابوحنیفہ کی کتاب الاوسط حاصل کی تو انھیں معلوم ہوا کہ امام محمد سے اس کتاب کے نقل کرنے میں بعض غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔

(۵) اس واقعہ کے بعد، کتابوں کے لین دین کے معاملہ میں، امام محمد اتنے بخیل ہو گئے کہ کسی کو اپنے کتب خانہ کے پاس بھی نہیں پھٹکنے دیتے تھے۔

تبصرہ

حالانکہ جو شخص تاریخ پر نظر رکھتا ہے، وہ باوّل نظر معلوم کرے گا، کہ سارے واقعات غلط اور افترا ہیں۔ جب ۱۸۴ھ سے پہلے امام شافعیؒ نے عراق کی سرزمین پر قدم ہی نہیں رکھا تو ... میں وہ بغداد کیسے پہنچ گئے؟ اور امام ابویوسف سے کس طرح مل لیے؟ اور امام محمدؒ کے کتب خانہ تک، ان کے علم واطلاع کے بغیر کس طرح ان کی رسائی ہو گئی؟

اس مذکورہ سفر کے سلسلہ میں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام شافعیؒ عراق کے بعد بلاد فارس میں ... لے گئے!

دروغ محض

یہ دعویٰ بھی دروغ محض ہے، جو شخص تاریخ ملبدان سے ذرا بھی دلچسپی رکھتا ہے ... جانتا ہے کہ بلاد فارس کی تاریخوں میں سے کسی تاریخ میں بھی امام شافعیؒ کے سفر بلاد فارس کا ... تک نہیں ہے۔ ہمارے سامنے "تاریخ نیشاپور" ہے، لیکن اس میں کہیں ... شافعیؒ کے سفر کا ذکر نہیں ملتا۔ اسی طرح رے، قزوین، جرجان، مرو، اصبہان، اور ... شہروں کی تاریخ اٹھایئے، اور خوب اچھی طرح اس کی ورق گردانی کر لیجیے، کہیں بھی امام ... کے سفر بلادِ فارس کا ذکر ملتا ہے؟ مذکورہ بالا ممالک کی تاریخیں نادر و نایاب نہیں ہیں ... کتب متداولہ میں ہوتا ہے۔ اب بھی جس شخص کا جی چاہے، ان میں سے جونسی تاریخ چاہے دیکھ لے، کہیں بلاد فارس میں امام شافعیؒ کے پہنچنے کا ذکر نہیں ملیگا۔ تو ... اگر امام ... ان شہروں میں نہیں تشریف لے گئے، جو گہوارۂ علم اور مرکز فنون تھے تو ... فارس کے کس ... انھوں نے قدم رنجہ فرمایا تھا؟ یہ بھی اگر بتا دیا گیا ہوتا تو کیا حرج تھا؟

تمحیص وتحقیق

اسی طرح اس روایت میں جوامام شافعیؒ کے دوسرے سفر بغداد پر مشتمل ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام صاحب خلیفہ ہارون الرشید کے اوائل عہد خلافت میں بغداد واپس آئے، یہ واقعہ ۱۸۰ھ کا ہے، اور اسی زمانہ میں انھوں نے وہ کتاب "قول قدیم" تالیف کی جو اپنے شاگرد "زعفرانی" کے نام سے منسوب کردی، (یعنی "کتاب الحجۃ") جسے وہ دن رات محنت کرکے ضبط تحریر میں لائے تھے۔

روایت کا یہ حصہ بھی قطعاً غلط اور بالکل ناقابل اعتماد ہے۔

زعفرانی نے پہلے پہل امام شافعیؒ سے "قدیم" کا درس ۱۹۵ھ میں لیا۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً پندرہ سال کی تھی۔ اور ابھی وہ سبزہ آغاز نہیں ہوئے تھے۔ پھر وہ ۱۷۱ھ میں کس طرح عالم وجود میں آگئے؟، اور امام شافعیؒ نے ان کی ولادت سے پہلے اپنی کتاب ان کے نام کس طرح موسوم کردی؟

بہرحال روایت مذکورہ کا یہ حصہ بھی صرف کذب مضاعف کی حیثیت رکھتا ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں!

ایک اور داستان

اسی روایت کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ امام شافعیؒ حران سے بغداد واپس آئے، اور یہاں ان کے ایک شاگرد نے کئی لاکھ دینار ان کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کیے۔ امام صاحب نے دیناروں کی یہ عظیم مقدار ان محدثین اہل علم پر تقسیم کرادی، جو ان کے استقبال کے لیے حاضر ہوئے تھے مثلاً: اوزاعی، ابن عیینہ اور احمد بن حنبل وغیرہ۔

روایت کے اس حصہ کو اگر نقد و نظر کی کسوٹی پر کسا جائے، تو امور ذیل منکشف ہوں گے:

(۱) اوزاعی کی وفات ۱۵۷ھ میں ہوئی —— اس وقت امام شافعی صرف سات سال کے تھے۔

(۲) ابن عیینہ نے امام ابوحنیفہ کی وفات کے بعد جب کوفہ سے آکر مکہ میں اقامت اختیار کی تو مرتے وقت تک حجاز مقدس سے باہر نہیں نکلے۔

(۳) سال مذکور میں امام احمد بن حنبل کی عمر صرف سات سال کی تھی، لہٰذا وہ سفر کر ہی نہیں سکتے تھے!

ان حقائق کی موجودگی میں، اگر اس روایت کو دیکھا جائے تو وہ اپنی تکذیب آپ کرتی نظر آئے گی!

دلچسپ اور عجیب

سب سے زیادہ دلچسپ، عجیب اور جدید بات، جو اس روایت میں کہی گئی ہے، امام شافعی، اور امام مالک کی ملاقات کا حال ہے۔

بتایا گیا ہے کہ امام شافعی، امام مالک بن انس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امام صاحب کی ثروت کا یہ عالم تھا کہ ان کے دروازے پر تین سو سے زیادہ کنیزوں کا جمگھٹ رہتا تھا اور ان کے پاس مال و زر کی اتنی افراط تھی کہ وقت کے ملوک و سلاطین بھی ان کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے۔ امام مالک نے اپنی یہ ساری دولت، امام شافعی کے حوالے کردی، پھر یہ سارا مال و متاع ساز و سامان لے کر امام شافعی اپنے گھر والوں، اور اہل و عیال سے ملنے کے لیے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے، مکہ پہنچ کر، انھوں نے یہ ساری کائنات اہل مکہ پر تقسیم کردی، اس داد و دہش کے بعد، جب گھر پہنچے تو خالی ہاتھ تھے، اور گھر کا یہ حال تھا کہ وہاں مفلسی اور غربت نے ڈیرا ڈالا ہوا تھا۔

یہ خبر جب امام مالک کو پہنچی تو وہ بہت خوش ہوئے، اور اس ایثار عظیم نے جس کا مظاہرہ شافعی نے کیا تھا، انھیں بہت مسرور کیا۔ پھر امام مالک نے شافعی کے لیے مستقل وظیفہ

بیش قرار امداد

پھر جب امام مالک کا انتقال ہو گیا تو پھر امام شافعی مالی مشکلات سے دوچار ہوئے اور مصر منتقل ہو گئے۔ اور وہاں عبداللہ بن عبدالحکم نے امام مالک کی قائم مقامی کی، یعنی جب تک ان کا انتقال نہ ہو گیا، عبداللہ کی طرف سے بیش قرار رقم انہیں ملتی رہی!

یہ ساری داستان پڑھنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے ہم ایک ایسا قصہ پڑھ رہے ہیں جسے حقیقت اور واقعہ سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ جو محض خیالی ہے۔ اور جس کی بنیاد صرف ذہن رسا پر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شریشی نے شرح مقامات میں حس کے جس بلے پیر کی اڑانے والے امام کا نقشہ کھینچا ہے، وہ بھی اگر چاہے تو ایسی داستان عجیب جو اوپر مذکور ہوئی، نہیں گھڑ سکتا۔

جو شخص تاریخ سے ذرا بھی مس رکھتا ہے، اور جس کے علم میں امام مالک کی تاریخ وفات اور امام شافعی کی تاریخ سفرِ مصر ہے، اور جو امام مالک کے زہد و قناعت، اور زر و مال سے نفرت اور معاملات دین میں تقشف سے ذرا بھی واقف ہے، وہ اس داستان کے ایک حرف پر بھی یقین نہیں کر سکتا، یہ تمام باتیں امور معلومہ کی حیثیت رکھتی ہیں، جن سے خاص و عام سب واقف ہیں، صرف اسی واقعہ سے امام شافعی کے دوسرے سفر کے مبنی بر زبان ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔

ایک اور کذب صریح

ایک اور کذب صریح اس سلسلہ کا یہ ہے کہ عبداللہ بن عبدالحکم[1]، اور اشہب[2]، اور ابن القاسم

---

[1] اس سنہ میں ان کی عمر صرف نو سال کی تھی۔ اس عمر میں یہ قرأت کیونکر ممکن تھی؟

[2] اشہب نے بے شک قرأت کی، لیکن وہ امام مالک کے حضور میں امام شافعی کے سفر مدینہ سے کئی سال پہلے بالغ ہو چکے تھے۔

اور لیث بن سعد نے امام مالکؒ کے سامنے، مؤطا کی قرأت ۱۷۰ھ میں قرأت شافعیؒ کے ...
کی۔

مشکل یہ ہے کہ کسی بات کا کہہ دینا تو بہت آسان ہے، لیکن اسے واقعات و حقائق سے ہم آہنگ ثابت کرنا اتنا ہی مشکل ہے۔ صورت واقعہ یہ ہے کہ:

(۱) ابن القاسم امام مالک کے دامن سے جب وابستہ ہوئے، اس کی تاریخ ۱۵۹ھ ہے گویا ... الفاظ میں یوں سمجھنا چاہیے کہ امام شافعی کے مدینے پہنچنے سے کئی سال پہلے امام مالک ... حلقۂ درس میں شریک ہو چکے، اور مؤطا کی قرأت کر چکے تھے۔

(۲) زندگی کے کسی دور میں بھی، امام شافعی کو لیث سے ملنے کا موقع نہیں ملا، جس کا انھیں عمر ... افسوس رہا!!

ایک تحقیقی نظر

اس سلسلہ میں ہم اختصار کے ساتھ ایک امر کا ذکر اور کر دینا چاہتے ہیں۔ یعنی امام محمدؒ اور امام ... کے مابین، امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کی افضلیت کے بارے میں رد و کد!

- ابن عبدالبر نے اس واقعہ کو "انتقاء" میں، دو طریقوں سے بالفاظ مختلف بیان کیا ...
- ابو اسحاق شیرازی نے طبقات الفقہاء میں یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے، بالکل الگ ... اختیار کیا ہے۔
- ابو اسماعیل ہروی نے بھی یہ روایت اپنی کتاب "ذم الکلام" میں بیان کی ہے ... کے الفاظ مذکورہ روایات سے بالکل مختلف ہیں۔
- ابن جوزی نے مناقب احمد میں روایت بیان کرتے ہوئے، جو الفاظ استعمال کئے ہیں اور ... سے الگ ہیں۔
- مذکورہ روایتوں میں صرف الفاظ کا فرق ہے۔ یا کسی حد تک لب و لہجہ کا، لیکن خطیب ...

کو جس رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کیا ہے، اور جس طرح اسے بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

رنگ آمیزی

اور خطیب نے صرف رنگ آمیزی اور واقعہ کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے ہی پر اکتفا نہیں کیا ہے، بلکہ تلبیس اور اضافہ سے بھی کام لیا ہے۔ ابن عبدالبر، اور خطیب، دونوں کے راوی یونس بن عبدالاعلیٰ ہیں۔ اب ذرا خطیب کے ہاں اس واقعہ کی عبارت (ج: ۲، ص: ۱۷۷) ملاحظہ کیجئے۔ پھر ابن عبدالبر کی عبارت (ص: ۲۷) دیکھئے، صاف معلوم ہو جائے گا کہ خطیب نے کس درجہ تصرف ناروا سے کام لیا ہے۔

خطیب کی غلط کاری

اور ہمارا یہ خیال کہ خطیب نے جان بوجھ کر، اس روایت میں غلط بیانی کی ہے اور تصرف ناروا سے کام لیا ہے، یوں صحیح ہے کہ خطیب نے اپنے اضافہ اور تصرف کے ساتھ ہی ساتھ اپنے بچاؤ کا بھی پورا بندوبست کر لیا ہے۔ یعنی اپنے اضافہ اور تصرف کے ساتھ روایت بیان کر چکنے کے بعد یہ بھی کہہ دیا ہے:

او ما ھذا معناہ   یا اسی کے لگ بھگ!

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی خطیب پر اعتراض کرے کہ یونس بن عبدالاعلیٰ کی روایت ابن عبدالبر کی "انتقا" میں کچھ اور ہے، اور آپ کے ہاں بالکل بدلی ہوئی اس کا سبب؟ تو وہ بڑی آسانی کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس تعریف پر مجھے کوئی ملامت نہیں کی جا سکتی، کیونکہ میں نے یہ واقعہ بالمعنی نقل کیا ہے، باللفظ نہیں، یعنی روایت کا مفہوم بیان کیا ہے —— بتائیے نقلِ محفوص میں اگر اہل علم اسی طرح کی امانت و دیانت کا مظاہرہ کرنے لگیں، تو کام چل سکتا ہے کسی طرح؟

"ان دونوں بزرگوں سے متعلق یہ سوال کس علم کے بارے میں کر رہے ہو؟"

شافعی نے کہا:

"کتاب اللہ کے زیادہ عالم مالکؒ تھے یا ابو حنیفہؒ؟"

امام محمدؒ نے جواب دیا،

"ابو حنیفہؒ!"

ایک اور سوال

امام شافعیؒ نے پھر سوال کیا:

"سنت رسول اللہ کا زیادہ عالم کون تھا —— ؟ مالک یا ابو حنیفہ؟"

امام محمدؒ نے جواب

"ابو حنیفہ ——!"

پھر اپنے جواب کی تشریح کرتے ہوئے امام محمد نے کہا۔

"ابو حنیفہؒ کی نظر معانی پر تھی، وہ معانی کے زیادہ عالم تھے، مالکؒ کی نظر الفاظ پر تھی، وہ الفاظ کے زیادہ عالم تھے!"

شافعیؒ نے پھر سوال کیا۔

"اقوال صحابہ کا زیادہ عالم کون تھا؟ —— مالک یا ابو حنیفہ؟"

اس سوال کے جواب میں امام محمد نے حکم دیا کہ امام ابو حنیفہ کی تصنیف —— "اِختلافُ الصَّحابہ" لاکر شافعی کو دکھائی جائے، جواب خود بخود معلوم ہو جائے گا ——!"

بحث مفاضلت

عامری کی اس روایت کا ایک لفظ بھی بحثِ مفاضلت میں ایسا نہیں ہے جو کسی کی شان کے

غلط بیانی کا طومار

یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ امام محمدؒ نے اپنی ساری زندگی، فقہ ابی حنیفہؒ کی تعلیم
میں بسر کردی، انھوں نے یہ فن ابوحنیفہ ہی سے سیکھا، اسی طرح حدیث کی سماعت انھوں نے
امام مالکؒ سے کی، اور تقریباً تین سال تک، ان کی خدمت میں حاضر رہے۔ حالانکہ امام شافعی کو
سعادت آٹھ ماہ سے زیادہ مدّت کے لیے نہ حاصل ہو سکی۔ اس اختصاص کے بعد یہ کیونکر ممکن
کہ امام محمدؒ، امام ابوحنیفہ یا امام مالکؒ کی شان میں کوئی ایسی بات کہہ دیں، جو نہ ان کے شایان شان
مذکورہ دونوں بزرگوں کے، وہ دونوں سے مستفید ہوئے تھے، دونوں کے سامنے انھوں نے
تلمّذ تہ کیا تھا، دونوں کی عظمت وعقیدت سے ان کا دل معمور تھا۔ انھوں نے اپنی تحریروں
میں تواتر اور تسلسل کے ساتھ، دونوں بزرگوں کا ذکر کیا ہے۔ اور اس طرح کیا ہے، جو سزاوار

مبسوط کی روایت

"المبسوط" میں ابوعاصم محمد بن احمد العامری نے جو روایت درج کی ہے
طرح کی تمام روایات کے منافی ہے، جیسا کہ مسعود بن شیبہ نے اپنی کتاب "التعلیم"
نقل کیا ہے۔

روایت کے اصل الفاظ

عامری کی روایت کے اصل الفاظ یہ ہیں:-

"ایک مرتبہ شافعیؒ نے، محمدؒ سے سوال کیا، زیادہ عالم کون تھا؟ مالکؒ
یا ابوحنیفہؒ؟، محمدؒ نے اس سوال کے جواب میں شافعی سے پوچھا۔

خلاف ہو، امام محمدؒ نے اپنے خیال کا اظہار جس انداز اور اسلوب میں کیا، وہ بالکل ان کے شایان
شان تھا ــــ، اور امام ابوحنیفہؒ یا امام مالکؒ، کسی کی بھی اس سے سبکی نہیں ہوتی۔

اُستاد اور شاگرد

○

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے متعلق

چند روایات ـــــ چند حکایات

چند ایرادات

اور

ان روایات و حکایات و ایرادات پر

تنقید و تبصرہ

امام محمدؒ نے اپنی فکر و بصیرت پر کسی کا تسلط قبول نہیں کیا

امام محمد، امام ابو یوسف کے شاگرد رشید تھے، انھوں نے اپنے استاذ سے بہت کچھ حاصل کیا، ہر علم کی تحصیل کی، فقہ کی بھی، حدیث کی بھی، اور اصول کی بھی،

لیکن شاگردی کے باوجود انھوں نے اپنی بصیرت اور بصارت پر کسی کا تسلط قبول نہیں کیا، انھوں نے اپنی رائے بھی آزاد رکھی اور فکر بھی، انھوں نے پڑھا، سنا لیکن سر تسلیم خم کرنے سے پہلے اپنے ضمیر اور فکر سے مشورہ بھی ضرور کیا۔"

اِخْتلَاف

لیکن مخالفت نہیں؛

اِعْتراض

لیکن عناد نہیں؛

اِحْترَاز

لیکن اعراض نہیں

کیونکہ

اخلاص، اختلاف کو پاکیزہ بنا دیتا ہے۔
طلب صادق، اعتراض کو وزنی بنا دیتی ہے۔
حُسنِ عمل، احتراز میں بے نفسی پیدا کر دیتا ہے۔

اور

امام محمدؒ کی زندگی اس حقیقت کی تفسیر تھی

—— "اس کے باوجود کہ امام محمدؒ امام ابو یوسفؒ کے شاگردِ رشید
تھے، اور اپنے استاذ کا غایت درجہ احترام ملحوظ رکھتے تھے۔
جب بھی کوئی اصولی سوال آن پڑتا، تو وہ بے رو و رعایت اعتراض
بھی کرتے، اختلاف کا مظاہرہ بھی کرتے، احتراز تک سے گریز نہ کرتے
لیکن چونکہ ان کا یہ اقدام اخلاص اور حُسنِ نیت اور
حسنِ عمل پر مبنی ہوتا، لہٰذا اس کے
نتائجُ نے
تلخ صورت کبھی نہیں اختیار کی"

•

امام محمدؒ امام ابو یوسفؒ کی مجلسِ علم میں

فقہ و حدیث کی تحصیل اور حوادثِ مابعد

امام ابو حنیفہؒ کی وفات کے بعد امام محمدؒ نے امام ابو یوسفؒ کا دامن پکڑ لیا، اور انہی کے ہو رہے فقہ و حدیث کی تحصیل و تکمیل انھوں نے امام ابو یوسفؒ ہی سے کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد ان کی سرگرمیاں اس علم کے نشر و ترویج کے لیے وقف ہو گئیں، جو انھوں نے ان دونوں بزرگوں سے حاصل کیا تھا، چنانچہ "المبسوط" میں اور "الجامع الصغیر" میں، اور "السیر الصغیر" میں جو ان کی (امام محمد کی) تصانیف ہیں، فقہ ابی حنیفہؒ و ابی یوسفؒ کو انھوں نے خوب خوب اُجاگر کیا، اسی طرح اپنی دوسری کتابوں میں بھی، انھوں نے مذہب حنفی کی، دلائل و براہین سے "تائید و حمایت کی، عام اس سے کہ ان دونوں بزرگوں کے اقوال کا ذکر کیا ہو، یا نہ کیا ہو۔

طحاوی کی ایک روایت

طحاوی ابن ابی عمران سے، وہ محمد بن عبد الرحمٰن الطبری سے، وہ اسماعیل بن حماد سے روایت

کرتے ہیں کہ:—

"امام محمدؒ امام ابو یوسفؒ کی مجلس میں صبح صبح پہنچ جاتے تھے، لیکن ہم لوگ ان سے بھی پہلے پہنچ جاتے تھے، اکثر ایسا ہوتا کہ امام محمدؒ جب آتے تو امام ابو یوسفؒ کئی مسائل کی تعلیم دے چکے ہوتے، اور ہم ان پر بحث و گفتگو کر رہے ہوتے، لیکن امام محمدؒ کے آنے کے بعد، امام ابو یوسفؒ ان مسائل کو از سرِ نو دہراتے، ایسے ہی ایک روز امام محمدؒ آئے اور ہم لوگ مسائل زیر درس پر بحث و گفتگو کر رہے تھے کہ امام ابو یوسفؒ نے ان مسائل میں سے جو ان کے آنے سے پیشتر پڑھائے جا چکے تھے، ایک مسئلہ پر ان سے سوال کیا، امام محمدؒ نے اس کا جواب دیا، اور یہ جواب اس درس کے خلاف تھا، جو ابھی امام ابو یوسفؒ دے چکے تھے، چنانچہ امام ابو یوسفؒ نے ان سے کہا،

"تم غلط کہتے ہو، مسئلہ یوں نہیں، یوں ہے،"

جواب کی صحت پر اصرار

امام محمدؒ نے جواب دیا،

"میں نے جو کچھ عرض کیا، مسئلہ اسی طرح ہے، جس طرح آپ نے ارشاد فرمایا ہے، اس طرح نہیں ہے۔"

بڑی دیر تک شاگرد (امام محمدؒ) اور استاذ (امام ابو یوسفؒ) میں اسی طرح رد و کد ہوتی رہی، یہاں تک کہ اصل کتاب طلب کی گئی تو اس میں جواب وہی نکلا، جو امام محمدؒ کہہ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر امام ابو یوسفؒ نے فرمایا،

"اسے کہتے ہیں حافظہ — !"

امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ

"خطیب کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن عبداللہ الکاتب نے، ان سے محمد بن المخرقی نے، ان سے علی بن حسین بن حُبّان نے، بیان کیا کہ میں نے اپنے والد کی یادداشت میں یہ واقعہ لکھا ہوا دیکھا کہ ابو زکریا یعنی یحییٰ بن مُعینؒ کہا کہ میں نے محمد بن حسن کو ایک سوال کے جواب میں یہ کہتے سنا کہ خدا کی قسم میں نے ابو یوسف سے صرف "الجامع الصغیر" کی سماعت کی ہے، باقی کتابوں کی سماعت میں نے ایسے شخص سے کی ہے جو ان سے بھی زیادہ عالم تھا!

محمد ابن شجاع کا بیان

محمد ابن شجاع کا بیان ہے کہ میں نے اسماعیل بن فضل، اور ابو علی الرازی، اور اپنے کئی اصحاب کو یہ باتیں کرتے سُنا کہ ایک مرتبہ امام ابو یوسف سے سوال کیا گیا:

"کیا امام محمدؒ نے آپ سے ان کتابوں، یعنی العنتق کی سماعت کی ہے؟"

امام ابو یوسفؒ نے جواب دیا،

"یہ سوال خود محمدؒ سے کرو!"

ہم لوگ امام محمدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان سے یہی سوال کیا، امام صاحبؒ نے ہمارے سوال کے جواب میں فرمایا،

"نہیں!"

ابن ابی العوام کا قول

ابو العوام کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن احمد بن حمّاد نے، ان سے احمد بن القاسم البرقی ابو الحسن نے کہا کہ میں نے محمد بن شجاع کو یہ کہتے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے، کہ مجھ سے حسن زیاد نے بیان کیا کہ:

"جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ امام محمدؒ نے یہ کتابیں یعنی العنتق کی سماعت امام ابو یوسفؒ سے کی ہے، وہ غلط کہتا ہے۔ ان کے پاس روزنامچات تھے، جن کا وہ رات میں مطالعہ کرتے تھے، اور دن کو ان کی تعلیم و تدریس شروع کر دیتے تھے۔

طبری کی ایک روایت

طحاوی ابن ابی عمران سے، وہ طبری سے، بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے معلّیٰ بن منصور کو کہتے ہوئے سُنا کہ:

"ایک مرتبہ امام ابو یوسفؒ سے، جبکہ وہ منصب قضا پر فائز تھے، میری ملاقات ہوئی، انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا

"کیوں معلّیٰ آج کل تم کس کے دامنِ علم سے وابستہ ہو؟"

میں نے جواب میں عرض کیا:

"امام محمد بن الحسن کے دامن علم سے وابستہ ہوں!"

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا:

"شاباش، —— ان کے دامن سے چمٹے رہو، آج کل وہ سب سے بڑے عالم ہیں"

کچھ عرصہ بعد پھر میری ملاقات امام ابو یوسفؒ سے ہوئی، انھوں نے مجھ سوال کیا

"آج کل تم کس سے فیضِ علمی حاصل کر رہے ہو؟"

میں نے عرض کیا،

"بس امام محمدؒ سے!"

یہ سُن کر امام ابو یوسفؒ نے فرمایا

"بہت اچھا کر رہے ہو، ان کے دامن سے چمٹے رہو، وہ بلند مرتبت عالموں میں سے ایک

فرق الفاظ

ان دونوں ملاقاتوں میں، امام ابو یوسفؒ نے، امام محمد کے بارے میں جو الفاظ استعمال کیے ہیں ان میں فرق ہے۔ پہلی مرتبہ انھیں سب سے بڑا عالم قرار دیا، اور دوسری مرتبہ، بڑے عالموں میں ایک انھیں بھی مانا ہے، رائے کی اس تبدیلی کا سبب شاید منصب قضا سے متعلق دونوں بزرگوں کی بے لطفی تھی ——!

محمد بن سماعہ کا ارشاد

اور اس بے لطفی کی بنیاد کیا تھی؟ —— یہ بھی سُن لیجئے،

ابن ابی العوام طحاوی سے، وہ ابو حازم سے، وہ بکر بن محمد العمی سے، وہ محمد بن سماعہ سے روایت کرتے ہیں کہ

"محمد بن حسن کی مخالفت کا سبب جاہ و منصب کا سوال تھا۔ امام ابو یوسفؒ سے مشورہ کیا گیا کہ رقہ میں کس شخص کو قاضی مقرر کیا جائے؟

بیان صفائی

امام ابو یوسفؒ نے جواب دیا،

"میرے علم میں اس منصب کے لیے موزوں ترین آدمی صرف ایک ہی ہے اور وہ ہیں محمد بن الحسن جو آج کل کوفہ میں مقیم ہیں، اگر میری اس رائے سے اتفاق ہوا تو انھیں کوفہ سے بُلا کر یہ منصب سونپ دیا جائے ——!"

امام محمد بغداد میں

چنانچہ امام محمد کو کوفہ سے بغداد طلب کیا گیا۔ وہ جب بغداد تشریف لائے تو

امام ابو یوسفؒ سے ملے اور سوال کیا،

"میں کس مقصد کے ماتحت طلب کیا گیا ہوں؟"

امام ابو یوسفؒ نے بتایا،

اصل مقصد

رقہ میں قاضی مقرر کرنے کے سلسلہ میں مجھ سے مشورہ کیا گیا تھا، میں نے آپ کا نام لے دیا، اور اس سے میرا مقصد یہ تھا کہ خدائے عزّوجل نے کوفہ اور بصرہ میں، ہماری فقہ کو، اور ہمارے علم کو اچھی طرح سے رائج اور شائع کر دیا ہے، بلکہ سارے مشرق میں بفضلہ ہمارا علم پھیلا ہوا ہے۔ اب میری خواہش ہے کہ اس رقہ ناحیہ میں بھی ایسا ہی ہو، اور آپ کے ذریعہ خدا ہمارے علم کو وسعت عطا فرمائے۔ اور اس کے بعد پھر دوسرے مقامات میں بھی،

جاہ و منصب سے نفرت

امام محمد نے امام ابو یوسف کی باتیں سن کر کہا، "مجھے تو اس کی کوئی آرزو نہیں" امام ابو یوسفؒ نے کہا "لیکن آپ تو سرکاری طور پر بلائے گئے ہیں۔ میں نے کب بلایا ہے؟"

—— پھر انھوں نے سواری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،

"بیٹھ جائیے۔

اس کے بعد دونوں سوار ہو کر، یحییٰ بن خالد برمکی کی بارگاہ میں پہنچے۔

یحییٰ برمکی کے دربار میں

یحییٰ نے سروقد کھڑے ہو کر امام ابو یوسفؒ کی تعظیم کی، اور اپنے پاس گوشہ

مسند پر انھیں بٹھایا اور امام محمد کو گوشۂ مسند سے ذرا الگ بیٹھنے کا اشارہ کیا، یہ منظر دیکھ کر، ابو یوسف نے یحییٰ سے کہا

"یہ امام محمدؒ ہیں۔ ان کے ساتھ شایانِ شان برتاؤ ہونا چاہیئے،"

لیکن یحییٰ کے برتاؤ میں کوئی فرق نہ آیا۔ اگرچہ اس نے رقّہ کا پروانۂ قضا انہیں دے دیا۔

بہر حال امام ابو یوسفؒ اور امام محمد کے درمیان تلخی اور بدمزگی کا سبب یہ واقعہ تھا!

ذہبی کا بیان کردہ واقعہ

ذہبی نے بھی یہ واقعہ اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد کے مابین تلخی اور بدمزگی کا اصل سبب جاہ و منصب نہ تھا، بلکہ یہ تھا کہ ـــ امام محمد جاہ و منصب کی طرف کوئی رغبت نہیں رکھتے تھے، اور اس سے دور رہنا چاہتے تھے، وہ چاہتے تھے کہ اپنے علمی مشاغل جاری رکھیں، پڑھیں اور پڑھائیں، مسندِ قضا کے مقابلہ میں انھیں اپنی مسندِ علم زیادہ عزیز تھی، وہ کسی قیمت پر بھی اس سے دستبردار ہونے کو تیار نہ تھے، وہ اپنے استاذِ گرامی امام ابو حنیفہ کی طرح، صرف علم اور تعلیم ہی کے لیے وقف رہنا چاہتے تھے۔

لیکن ان کی اس یکسوئی میں امام ابو یوسف حائل ہوئے، اور رقّہ کے منصبِ قضا کے لیے، ان کا نام حکومت کے سامنے پیش کر کے انھیں مسندِ علم سے دور کرنے کا سبب بنے، اس بات کا انھیں اتنا صدمہ ہوا کہ پھر وہ زندگی بھر امام ابو یوسفؒ سے نہیں ملے، اور ان سے ہر طرح کے تعلقات یکسر منقطع کر لیے۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں امام ابو یوسفؒ کا انتقال ہو گیا، اور وہ ان کی نمازِ جنازہ میں بھی شریک نہیں ہوئے ـــ یہ ویسا ہی معاملہ تھا جیسا عثمان بن عفان اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کا، یا حسن اور ابن سیرین رضی اللہ عنہما کا۔

اصل وجہ

لیکن میرے خیال میں امام محمد، جو امام ابو یوسفؒ کی نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہو سکے، اس کا سبب ذاتی رنج اور باہمی بدمزگی نہ تھی، بلکہ یہ تھی کہ وقت رقّہ سے بغداد پہنچنا امام محمد کے لیے ناممکن تھا۔ کیونکہ وہ امام ابو یوسف کی وفات کے وقت، بہ حیثیت قاضی شہر رقّہ ہی میں مقیم تھے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ امام ابو یوسف کے بعد، جب ابو البختری کو ان کی جگہ ملی تو انھوں نے امام کو رقّہ کی قضا سے معزول کر دیا، اگر وہ رقّہ میں نہ ہوتے تو معزول کیسے کئے جاتے!؟ اور جب رقّہ میں تھے تو بغداد، نمازِ جنازہ میں شرکت کے لیے کس طرح پہنچ سکتے تھے؟

یہ بھی غلط

"السیر الکبیر" کی شرح میں سرخسی فرماتے ہیں:

"امام محمد نے "السیر الکبیر" میں امام ابو یوسفؒ کا نام تک لینا گوارا نہیں کیا ہے، اس لیے کہ اس کتاب کی تصنیف کا زمانہ وہ ہے جب ان دونوں حضرات کے درمیان نفرت جڑ پکڑ چکی تھی۔ اور جہاں کہیں بھی روایت حدیث کے سلسلہ میں امام محمدؒ، امام ابو یوسفؒ سے بے نیاز نہیں رہ سکے ہیں تو انھوں نے یوں کہا ہے:۔

اخبرنی الثقۃ! مجھے ایک شخص معتبر نے خبر دی!

"ثقہ شخص سے مراد، امام ابو یوسفؒ ہیں، ان کا نام لینا انہوں نے پسند نہیں کیا، بلکہ اس پیرایہ میں اپنا مطلب پورا کر دیا۔

سرخسی کی غلط روایت

مذکورہ واقعہ کے علاوہ بھی، سرخسی نے کئی غلط اور ناقابلِ یقین باتیں اس سلسلہ میں کہیں ہیں جن کی جانب ہم مختصر طور پر اشارہ کریں گے :

- سرخسی نے اس قسم کی جو روایتیں درج کی ہیں، ان کے راوی معلّی وغیرہ ہیں، لیکن سند کا ذکر نہیں کیا ہے۔
- یہ ساری روایتیں اس زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں، جب امام ابویوسف بغداد میں مقیم تھے اور منصب قضا پر فائز تھے۔
- یہ بھی کہا ہے کہ امام ابویوسف امام محمد سے حسد کرنے لگے تھے۔
- یہ بھی بتایا ہے کہ چونکہ امام محمد کی شہرت زیادہ سے زیادہ حلقوں اور علاقوں میں پھیلتی جا رہی تھی، ان کی مرجعیت میں اضافہ ہو رہا تھا، ان کے مقام و منزلت کا اعتراف عام ہوتا جا رہا تھا، اور ان کی عقیدت و عظمت لوگوں کے دلوں میں گھر کر رہی تھی، لہٰذا وہ امام ابویوسف کے لیے ایک مستقل خطرہ بن گئے تھے، جس سے گلو خلاصی کی تدبیریں وہ کرتے رہتے تھے۔
- خلیفہ ہارون الرشید امام محمد کی شخصیت سے بہت زیادہ متاثر تھا، لہٰذا وہ چاہتا تھا کہ امام محمد بغداد آ جائیں، اور اس کے حاشیہ نشینوں میں باقاعدہ شامل رہیں، تاکہ ان سے مجالست رہے۔ اور مسائل و معاملات پر بحث و گفتگو کی جایا کرے۔
- رشید کی یہ خواہش امام ابویوسف پر گراں گذری، انھوں نے سوچا، اگر کہیں امام محمد دربار رشید میں آ گئے، اور وہ ان کے مرتبۂ علم و فن سے واقف ہو گیا تو پھر ان کی پوچھ بند ہو جائے گی۔
- چنانچہ امام ابویوسف اس کوشش میں لگ گئے کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے، امام محمد کو ہارون الرشید کی مجلس سے دور رکھیں اور بغداد نہ آنے دیں ——!

- چنانچہ، امام ابویوسفؒ نے خلیفہ ہارون الرشید کو بتایا کہ امام محمدؒ سلس البول (ذیابیطس) کے مریض ہیں، اور دربار میں زیادہ دیر تک بیٹھنے کی سکت نہیں رکھتے۔
- امام محمد کے یہ ذہن نشین کیا کہ خلیفہ ہارون الرشید، سریع الغضب ہیں، وہ ذرا ذرا سی بات پر ملول و برہم ہو جایا کرتے ہیں۔
- دونوں (امام محمدؒ اور خلیفہ ہارون الرشید) سے یہ الگ الگ باتیں کرنے کے بعد انھیں امام محمد کو پایۂ تختِ خلافت بغداد سے دور رکھنے میں سہولت ہوئی، اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہے۔
- امام محمد کو بغداد اور دربار رشید سے دور رکھنے کی مزید تدبیر یہ سوچی کہ امام محمد کو مصر کی مسند قضا سونپ دی جائے۔

غلطی بڑوں سے بھی ہوتی ہے

غرض سرخسی کی یہ ساری روایت مجموعہ خرافات سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ کوئی شبہ نہیں، سرخسی اپنے علم و فضل اور دانش و بینش کے اعتبار سے، چیدہ ترین لوگوں میں سے ایک تھے۔

لیکن اس موقعہ پر یہ بات فراموش نہ کرنی چاہیے کہ سرخسی نے یہ کتاب خود نہیں لکھی، بلکہ شاگردوں سے املا کرائی۔ اس کتاب کی تصنیف کے زمانہ میں، وہ اسیر زنداں تھے۔ حکام جیل کی اجازت سے چند شاگردوں کو اجازت مل گئی تھی کہ وہ سرخسی کے کنجِ اسیری میں حاضر ہو کر وہ بولیں، لکھ لیا کریں۔ شاگردوں نے لکھا، لیکن نہ سرخسی نے تصحیح کرائی نہ انھیں بطور خود تصحیح کا موقع ملا۔ چنانچہ اس کتاب کی وہ اہمیت نہیں ہے جو سرخسی کی ایک کتاب کی ہونی چاہیے۔ اس کتاب سے اہل علم کے بجائے زیادہ تر وہ لوگ استفادہ کرتے رہے ہیں جو افسانہ طرازی اور واقعات کو بغیر سند کے بیان کیا کرتے ہیں۔

ایک تنقیدی نظر

اب ہم مذکورہ روایتوں کے بارے میں جو امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کی خصومت باہمی پر مبنی ہیں، ایک تنقیدی نظر ڈالیں گے، پھر خود ہی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے گا،

- سب سے پہلے تو یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ سرخسی کے عہد سے پہلے جتنی بھی کتب متقدمین میں ان کی ورق گردانی کر جائیے، مگر ایک مثال بھی ایسی نہیں ملے گی، جو ان روایات میں سے کسی کی تصدیق کرتی ہو۔
- یہ بات بھی سوچنے اور غور کرنے کی ہے کہ امام ابو یوسف جیسا شخص جو حد درجہ صاحب جاہ بھی تھا، اور حد درجہ خدا ترس بھی ——— اس طرح کی حرکت کر سکتا تھا؟"

- پھر یہ بات بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ امام ابو یوسف کثیر التصانیف اور کثیر التلامیذ بزرگ ہیں ان کی تصنیفات بھی بہت زیادہ ہیں، اور شاگرد بھی حد شمار سے خارج ہیں، صرف ان کے امالی تین سو کتابوں پر مشتمل ہیں (جیسا کہ ابو عاصم العامری کی روایت ہے) بھلا ایسا شخص اپنے کسی شاگرد سے حسد کر سکتا ہے؟
- امام محمد کی شہرت اور مرجعیت، قبول عام، اور کثرت جماعت پر تو امام ابو یوسف شادمان و نازاں تھے کہ ان کا ایک شاگرد ان کی زندگی ہی میں اس مرتبۂ بلند پر فائز ہو گیا۔
- امام محمد بن الحسن کوفہ میں تھے کہ انھیں رقہ کی قضا پیش کی گئی اور ان کا قیام کوفہ میں رہتا یا رقہ میں، بغداد میں امام ابو یوسف کے لیے ان سے کون سا خطرہ ہو سکتا تھا؟ اور جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے اس منصب کے لیے خود امام ابو یوسف ہی نے انھیں نامزد کیا تھا۔ اگر وہ ان سے جلتے ہوتے تو انھیں کوفہ ہی میں رہنے دیتے، انھیں عروج و ترقی کے راستہ پر کیوں لاتے؟
- جب امام محمد کوفہ میں تھے، اور وہاں اپنی علمی سرگرمیوں میں مصروف و منہمک تھے، اور بغداد سے

بحق، بانحی اور بدمزگی کا شائبہ بھی ہوتا تو وہ انھیں "ثقہ" کہہ سکتے تھے؟ "ثقہ" کے نام سے یاد کر سکتے تھے؟

کیا یہ عذر ہے؟

بہرحال یہ ساری باتیں غلطی اور غلط بیانی کا طومار ہیں، اس داستان طرازی کا عذر سرخسی کے پاس ایک ہی ہے، ——— وہ یہ کہ جس زمانہ میں یہ کتاب مرتب ہوئی، وہ اسیر زنداں تھے، اور حالت اسیری میں نہ وہ اس پر نظر ثانی کر سکے، نہ تصحیح، جیل کی کوٹھری میں کتب حوالہ بھی ان کے پاس نہیں تھیں جو بات ان کے ذہن میں آتی، وہ بولتے اور شاگرد لکھتے چلے جاتے، اور یہ داستان جو ہم نے اوپر بیان کی کسی طرح، ان کے ذہن میں، کبھی کتب اسمار (افسانہ) کے دوران مطالعہ میں اٹک گئی ہوگی، املا کراتے وقت زبان پر آگئی، اور درج کتاب ہو گئی، نہ اتنا وقت تھا، نہ اس کا امکان کہ تمحیص و تحقیق روایات کا کام، کتب حوالہ و متعلقہ کی مدد سے کر سکتے، نتیجہ یہ ہوا کہ ایک غلط بات ان کی زبان پر آئی درج کتاب ہو گئی، اور ہر طرف پھیل گئی"!

علم کا کوہِ گراں

"ہمارے دل میں سرخسی کی غیر معمولی عزت اور وقعت ہے، اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا، اور نہ ہم کرنا چاہتے ہیں کہ وہ علم کا پہاڑ تھے۔ مسائل و مباحث فقہیہ میں انھوں نے جس متانت و فراست، وسعت نظر اور وسعت علم، بلندی فکر، اور رسائی ذہن کا ثبوت دیا ہے ان جیسی رفیع و اعلی شخصیت سے یہ کسی طرح ممکن ہی نہ تھا، کہ وہ ایسی بے بنیاد اور بے اصل بات، درج کتاب کریں، ہوا یہی ہے کہ اسیر زنداں ہونے سے پہلے، نہ جانے کہاں سے یہ واقعہ انھوں نے کتب میں پڑھا جو ذہن میں چپک گیا، جیل میں چونکہ کتب حوالہ موجود نہ تھیں، نہ دوسری کتابوں سے مراجعت ممکن تھی، لہٰذا یہ واقعہ زبان پر، اور زبان سے زبان قلم پر آ گیا، اور درج کتاب ہو گیا، پھر

انھیں کوئی دلچسپی نہ تھی تو ان کے بغداد آنے کے خیال سے، امام ابو یوسف کیوں ہراساں ہوتے؟ اور انھیں پایۂ تخت خلافت سے دور رکھنے کی کوشش کیوں کرتے؟

- اور یہ بھی کیونکر ممکن تھا کہ امام محمد جس مرض میں سرے سے مبتلا ہی نہیں تھے، امام کہہ دیتے کہ وہ تو سلس البول کے مریض ہیں، کیا وہ عقل سے اتنے عاری تھے کہ ایسی بات کہہ دیتے، ایک لمحہ کے اندر اندر جس کا پول کھل سکتا تھا؟ اور جب کھل جاتا تو وہ کہیں نہ رہتے۔

بودا اعتراض

اگر رشید واقعی امام محمد کا اتنا ہی خواستگار، اور جویا تھا، تو کوئی چیز مانع تھی کہ وہ انھیں بُلاتا؟ ——— کیا وہی سلس البول کی بیماری؟ لیکن دربار رشید میں کیا حاذق اور دستِ شفا رکھنے والے طبیبوں کی کمی تھی، ظاہر ہے کہ کوفہ میں سلس البول کا اتنا اچھا علاج ہو سکتا تھا، جتنا بغداد میں، اور اگر رشید کی ذرا بھی یہ خواہش ہوتی کہ وہ کوفہ سے اس کے دربار میں شریک ہو جائیں تو اس علالت کا حال سن کر تو وہ فوراً بلا لیتا۔ بہتر طور پر ان کا علاج ہو سکے۔ اور کم سے کم مدت میں وہ بھلے چنگے ہو جائیں۔

- امام ابو یوسف کی سفارش پر، امام محمد کو رقہ کی قضا سپرد کی گئی۔

اور یہ رقہ کون سا مقام ہے؟

خلفائے بغداد کا گرمائی پایۂ تخت!

رقہ میں رہنے کے بعد، امام محمدؒ کے لیے زیادہ سے زیادہ موقع تھا کہ وہ دربار میں حاضر ہوں، اور خلیفہ کا قرب حاصل کریں؛ اور رشید کے لیے بھی ان سے مجالست اور مخاطبت کا زیادہ سے زیادہ موقع تھا۔

- امام محمد کو یہ معلوم تھا کہ وہ امام ابو یوسف کا "تتمہ" کے نام سے اپنی کتابوں میں ذکر ... لیکن اگر واقعی، ان کے اور امام ابو یوسف کے مابین کسی قسم کا تنازعہ ہوتا، یا مخاصمت ...

نہ اس کتاب کی تصحیح کا موقع ملا، نہ نظر ثانی کی فرصت میسر آئی، لہٰذا وہ اسی طرح قائم رہا اور اس غلطی کی اصلاح نہ ہو سکی۔

خدا کا منشاء

بات شاید یہ ہے کہ خدائے بزرگ و برتر کو یہ منظور نہیں کہ اس کی کتاب (قرآن کریم) کے سوا، کوئی اور کتاب غلطی سے محفوظ رہے، جیسا کہ امام شافعی نے ایک مرتبہ مزنی سے فرمایا۔ واقعہ یہ ہوا کہ مزنی نے بار بار امام شافعی کی خدمت میں ان کی کتاب "الرسالہ" تصحیح کی غرض سے پیش کی، ہر مرتبہ امام صاحب نے اس میں کچھ نہ کچھ تبدیلی کی، آخر ایک مرتبہ فرمایا۔

"ہٹاؤ ———، اللہ تعالیٰ کو شاید یہ منظور ہی نہیں ہے کہ اس کی کتاب (قرآن مجید) کے سوا کوئی کتاب غلطی سے مبرا ہو!"

یہی بات ہم سرخسی کی کتاب (جو "السیر الکبیر" کی شرح ہے) کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ خدا کو یہ منظور ہی نہیں ہے کہ اس کی کتاب کریم کے علاوہ کوئی اور کتاب غلطی سے پاک ہو۔

حُسنِ نیت کے باوجود غلطی

بہر حال، سرخسی کے حُسنِ نیت کے باوجود، اور ان کے اجلال و اکرام کے باوجود اور علم و فضل، دانش و بینش، وسعتِ علم و نظر، بلندیٔ فکر و رسائیٔ ذہن کے غیر مشروط اور ... کے باوجود، ہمیں یہ عرض کرنے میں ذرا تامّل نہیں کہ روایاتِ مذکورہ یکسر غلط اور قطعی ... یقین ہیں، امام محمد اور امام ابو یوسف، اس سے کہیں ماورا تھے، کہ ایسی ذرا ذرا سی باتوں کے درمیان تلخی اور بدمزگی پیدا ہو۔

•

عالم خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔

جو خدا سے ڈرتا ہے، وہ فرِ سلطانی سے مرعوب نہیں ہوتا۔

اعلانِ حق کا اصل میدان ملوک و سلاطین کا دربار ہے۔

جاہ و منصب سے رغبت شانِ علم کے منافی ہے۔

جو لذّت مسندِ درس میں ہے، وہ مسندِ حکومت میں نہیں۔

•

امام محمدؒ

کی حیاتِ مستطاب ان ہی حقائق کی تفسیر تھی

- خلیفہ ہارون الرشید کا دربار گوہر بار
- قاضی القضاۃ ابو البختری کی مداہنت اور تملّق
- امام محمدؒ کا اعلائے کلمۃ الحق
- امام محمدؒ کا عزم وثبات اور استقامت علی الحق

- خلیفہ ہارون الرشید کا دربار گوہر بار
- قاضی القضاۃ ابوالبختری کی مداہنت اور تملّق
- امام محمدؒ کا اعلائے کلمۃ الحق
- امام محمدؒ کا عزم وثبات اور استقامت علی الحق

افضل الجہاد

— آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے بڑا جہاد جور پیشہ بادشاہ کے سامنے کلمۃ الحق کا اظہار ہے۔

جب علماءِ سوء کی زبانیں ہارون کے سامنے گنگ تھیں اور وہ اس کی مرضی کے مطابق اور شرع کے خلاف فتویٰ دے رہے تھے، وہ امام محمدؒ تھے۔ جنھوں نے اپنی زندگی سے بے پروا ہو کر خلیفہ کو ٹوکا اور اسے بتایا کہ ان کا اقدام شرعِ اسلامی کے یکسر منافی ہے۔ اور اس حق گوئی کی پاداش میں انھوں نے معتوبِ بارگاہِ خلافت ہونا گوارا کر لیا۔

- خلیفہ ہارون الرشید کی امان شکنی
- علمارِ دربار کا فتویٰ "قتل جائز ہے"
- یحییٰ بن عبداللہ طالبی کا خلیفہ سے مطالبہ
- ہارون کا امان شکنی اور قتل پر اصرار
- قاضی القضاۃ کا فتویٰ: "یہ قتل میری گردن پر ہے ۔۔۔!"

امام محمدؒ کا اعلان

"یہ امان مؤکد ہے، کسی حیلہ اور بہانہ سے بھی اس کا توڑنا از روئے شریعت اسلامیہ ناجائز اور نادرست ہے"

جن عیسائیوں کو . . . . .

- عمرؓ نے پناہ دی
- عثمانؓ نے جن سے صلح قائم رکھی
- علیؓ نے جن سے سلوک قائم رکھا

ہارون نے عہد شکنی کر کے ان سے مقاتلہ کرنے اور ان کے بچوں کو غلام بنا لینے کا فیصلہ کر لیا۔
لیکن امام محمدؒ نے خلیفہ کو ٹوکا
"خلفائے راشد کی دی ہوئی امان تم نہیں واپس لے سکتے!"

—— "جب علماء اور قضاۃ خلیفۂ وقت کی چشم و ابرو کا اشارہ پاکر خدا کو فراموش کر کے، اور موت سے خائف ہو کر، شرعِ اسلامی کے خلاف فتویٰ دے رہے تھے،

امام محمد نے، کسی جھجک، کسی تامل اور کسی دہشت کا اظہار کئے بغیر صاف اور برملا کہدیا،

"اے خلیفہ!

تو جو کچھ کر رہا ہے، اور کرنا چاہتا ہے، شرعِ اسلامی اس کی تائید ہرگز نہیں کرتی!"

۵

غیر مسلموں کی حمایت

—— خلیفہ ہارون الرشید بنو تغلب کے ایک عیسائی قبیلے سے برہم ہو گیا۔ اس نے چاہا کہ مقاتلہ کر کے ان کے جوانوں اور بوڑھوں کو تہ تیغ کر دے، ان کے بچوں اور جوانوں کی گردن میں غلامی کا طوق ڈال دے

خلیفہ نے امام محمدؒ سے فتویٰ لیا۔

امام محمدؒ نے خلیفہ کی چشم و ابرو کا ذرا لحاظ کئے بغیر صاف اور واشگاف الفاظ میں فتویٰ دے دیا کہ:۔

"خلفائے راشدین کی دی ہوئی امان تو نہیں توڑ سکتا!"

وہ باز آگیا!

جاہ و منصب سے امام محمدؒ کی نفرت

اربابِ حکومت سے بیخوفی! ——— بیانِ حق کی جرأت!

گزشتہ صفحات میں آپ یہ واقعہ پڑھ چکے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ اگرچہ امام محمدؒ کے اُستاذ تھے
اور وہ اپنے اُستاذ کا اجلال و احترام حد درجہ ملحوظِ خاطر رکھتے تھے، لیکن بایں ہمہ اس بات پر انھوں
نے ان سے تعلقات منقطع کر لیے، اور پھر زندگی بھر ملاقات نہ کی کہ رقہ کی قضا کا منصب قبول کر لینے
پر اُستاذ نے شاگرد کو مجبور کیا تھا۔ بظاہر یہ کوئی معیوب بات نہ تھی، بلکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام
ابو یوسفؒ کس درجہ اپنے شاگرد پر شفیق، اس کی ترقی کے جویا، اور اس کی فلاح و بہبود کے لیے کوشاں
تھے۔ اصل مقصد امام ابو یوسفؒ کا یہ تھا، جیسا کہ انھوں نے دورانِ گفتگو میں فرمایا بھی تھا کہ اس طرح
امام محمدؒ کے علم و فضل سے رقہ کے لوگ مستفید اور متمتع ہوں گے، اور ان کا علم نئے نئے ناحیوں اور گوشوں میں پہنچیگا
لیکن امام محمدؒ کو یہ بات حد درجہ گراں گذری، اس لیے کہ اس طرح مسندِ علم سے ترک تعلق کر کے مسندِ
قضا پر انھیں متمکن ہونا پڑا تھا۔ مجلس علمی کی رونق ختم ہو گئی، اور بابِ عدالت کے وہ سربراہ بن گئے۔
حالانکہ وہ اپنی ساری سرگرمیاں، اپنے اُستاذ امام ابو حنیفہؒ کی طرح، صرف نشرِ علم ہی میں صرف کر دینا

چاہتے تھے۔

حکومت میں شرکت سے بیزاری

امام محمدؒ کو طبعاً، یہ بات سخت ناپسند تھی کہ، علماء حکومت کے دستِ بازو بنیں اور
منصب اختیار کریں۔ ان کے نزدیک یہ علم کی توہین تھی کہ علماء، سلطان اور وزیر کے دربار میں
اور ان کے احکام و فرامین کی متابعت کریں، ان کے نزدیک خود بارگاہ علم و اجلال کا تقاضا
وقت کے ملوک و سلاطین، اور امرا و وزراء سر جھکا کر، حاضر ہوں، اور اس طرح علم کی خدمت میں
عقیدت اور خراجِ تحسین پیش کریں۔
چنانچہ یہ امر واقعہ ہے کہ جب خلیفہ مہدی کے آخر عہدِ خلافت میں، امام ابو یوسفؒ نے
القضاۃ کا منصب قبول کیا، تو امام محمدؒ نے انھیں عزت دلائی، اور سختی سے ٹوکا۔
اس موقع پر امام محمدؒ کے الفاظ اتنے تند اور درشت تھے کہ بے ساختہ امام ابو یوسفؒ
بد دعا کے لیے اُٹھ گئے، انھوں نے کہا:
"اے خدا! اس شخص کو اس وقت تک موت سے ہمکنار نہ کرنا، جب
تک یہ منصبِ قضا کی آزمائش سے نہ گذرے!"

امام محمدؒ کی معزولی عہدۂ قضا سے

امام ابو یوسفؒ کی وفات کے بعد قاضی القضاۃ بختری بنائے گئے، انھوں نے
منصبِ قضا سے معزول کر دیا۔ نہ صرف معزول کر دیا، بلکہ یہ فرمان بھی صادر کیا کہ وہ
بختری نے ایسا کیوں کیا؟
امام محمدؒ کا کون سا جرم تھا جس کی اتنی سخت و اشد سزا انھیں ملی؟"
امام محمدؒ کا جرم یہ تھا کہ یحییٰ بن عبداللہ بن طالبی کو خلیفہ نے امان دیدی، اس امان

جب وہ بے خطر آگئے تو انھیں گرفتار کر لیا گیا۔ اور امان توڑ کر قتل کا حکم صادر کر دیا گیا۔ بختری نے نقض امان کا فتویٰ دے دیا، لیکن امام محمدؒ نے صاف اور واضح الفاظ میں کہہ دیا کہ از روئے شریعت امان شکنی کسی حال میں بھی جائز اور روا نہیں ہے۔

اس واقعہ کی تفصیل تاریخ ابن جریر، اور کتاب ابن العوام، اور کتاب الصیمری میں پورے سلسلۂ سند کے ساتھ، متعدد طرق سے، اور متعدد ہم معنی الفاظ سے درج ہے۔

ہارون کے سامنے اعلاء کلمۃ الحق

ابو عبد اللہ الصیمری کہتے ہیں کہ ہم سے، عمر بن ابراہیم المنقری نے، ان سے قاضی ابوبکر مکرم نے، ان سے احمد بن عبید اللہ الثقفی نے، ان سے ابو حازم عبد الحمید بن عبد العزیز نے، ان سے بکر بن محمد العمی نے، ان سے محمد بن سماعہ نے بیان کیا کہ :-

امام محمدؒ کی طلبی

"جب خلیفہ ہارون الرشید رقہ میں آیا تو امام محمدؒ کہتے ہیں، اس نے مجھے طلب کیا۔ میں اس کی خدمت میں حاضر ہوا، خلیفہ کی خدمت میں حسن بن زیاد اور ابو البختری، وہب بن وہب (جو امام ابو یوسفؒ کے بعد قاضی القضاۃ بنائے گئے تھے،) بھی حاضر تھے۔ خلیفہ نے ہمارے سامنے وہ امان نامہ پیش کیا، جو اس نے یحییٰ بن عبد اللہ بن حسن، بن حسن، بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کو عطا کیا تھا۔ خلیفہ نے یہ امان نامہ میری طرف بڑھا دیا ——

امام کا اعلانِ حق

—— میں نے اسے پڑھا، میں نے خلیفہ کو خدا سے، اور یوم آخرت سے

جوشِ وفاداری

یہ کہہ کر ابو البختری نے اپنے موزے میں ہاتھ ڈالا، میں دیکھ رہا تھا، انھوں نے موزہ سے چھری نکالی، پھر انھوں نے اس چھری سے امان نامہ قطع کر دیا، اور امان کے وہ کٹے ہوئے ٹکڑے خادم کے حوالہ کر دیئے، پھر خلیفہ ہارون الرشید کی طرف متوجہ ہوئے، اور کہا

"اس شخص کو قتل کر دیجئے، اس کا خون میں اپنی گردن پر لیتا ہوں!

اس واقعہ (طالبی) کے قتل کے بعد مجلس برخاست ہوگئی اور ہم اٹھ آئے —— !

اتنے میں میرے پاس خلیفہ ہارون الرشید کا ایک پیامی آیا، اور اس نے کہا :-

فتویٰ دینے کی ممانعت

امیر المومنین نے حکم صادر فرمایا ہے کہ آپ اب نہ فتویٰ دیں، نہ کوئی مسئلہ بیان کریں، (ایک دوسری روایت میں ہے کہ خلیفہ نے، عبد الرحمٰن الہروی کو اس کام پر مامور کیا کہ وہ فتویٰ دیا کریں، اور مسائل بیان کیا کریں)

میں نے خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی، اور فتویٰ دینا اور مسائل بیان کرنا چھوڑ دیا —— !

خلیفہ کی والدہ کا استفتاء

یہاں تک کہ کچھ عرصہ بعد ام جعفر (ہارون کی والدہ) نے ایک وقف قائم

ڈرایا ——— اور کہا "یہ امان مؤکد ہے، کسی حیلہ اور بہانہ سے
بھی اس کا توڑنا از روئے شریعت اسلامیہ ناجائز اور نادرست ہے۔
(طحاوی کے حسب روایت اس موقع پر ابن ابی العوام کے الفاظ کے مطابق
طالبی نطع پر بیٹھے تھے، اور جلاد برہنہ تلوار لئے ان کے سر پر کھڑا تھا، اور طالبی
بآواز بلند کہہ رہے تھے، یہ ہارون ہے جس نے پہلے مجھے امان دی، اور اب اسے
توڑ کر مجھے قتل کر رہا ہے۔)

خلیفہ کی برہمی

امام محمد کہتے ہیں کہ میرے الفاظ سن کر ہارون الرشید نے وہ امان نامہ
میرے ہاتھ سے چھین لیا۔ اور حسن بن زیاد کی طرف بڑھا دیا۔ انھوں نے اسے پڑھا
اور کمزور الفاظ میں اتنے آہستہ سے اپنی رائے ظاہر کی کہ مجھے شبہ ہے وہ سنی
بھی جا سکی یا نہیں؟ بہرحال انھوں نے صرف اتنا کہا
"یہ امان ہے!"

قاضی القضاۃ کی مداہنت

ہارون نے اب وہ امان نامہ حسن ابن زیاد سے چھینا، اور ابوالبختری کی
طرف بڑھا دیا۔ انھوں نے اسے پڑھا اور پڑھ چکنے کے بعد فرمایا،
"یہ (طالبی) نہایت بُرا شخص ہے، نہ رعایت کا مستحق ہے، نہ امان
کا، اس نے نظم و امن مملکت کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی، اس نے مسلمانوں کا
خون بہایا، اس غدار نے یہ کیا، اور وہ کیا، لہٰذا یہ ہرگز امان کا مستحق نہیں ہے۔"

[illegible] جو مرکز قتل کیا جاتا ہے —

کرنے کا ارادہ کیا، وہ اس سلسلہ میں میری طرف متوجہ ہوئیں، میں نے انھیں
جواب دیا کہ خلیفہ نے مجھے فتویٰ دینے اور مسائل بیان کرنے سے منع کر دیا ہے
— لہٰذا میں آپ کو کوئی مشورہ اس سلسلہ میں نہیں دے سکتا!

ماں کی بیٹے سے سفارش

امّ جعفر نے میری یہ بات سن کر خلیفہ ہارون رشید کو سمجھایا کہ ایسا کرنا مناسب
نہیں ہے، چنانچہ اس نے اپنا حکم واپس لے لیا، اور مجھے فتویٰ دینے اور مسائل
بیان کرنے کی اجازت مل گئی —!

نظربندی

امام محمد بن حسن بیان فرماتے ہیں کہ میں اس واقعہ کے بعد گھر میں نظر بند کر دیا
گیا تھا۔ یعنی قصر خلافت کے ایک مکان میں —!

مسلمانوں کے قتل کا فتویٰ

تعجب ہے کہ ابوالبختری نے جو قاضی القضاۃ تھے، حاکم وقت تھے صاحب
فتویٰ تھے کیونکر یہ گوارا کر لیا کہ ایک مسلمان کا خون ناجائز طور پر بہایا جائے، بلکہ
کیونکر ایک مسلمان کے قتل کا فتویٰ دے دیا؟ — اور اپنے موزہ میں رکھ کر
چھری کیونکر لائے؟
ایک روایت یہ ہے کہ اس مجلس میں یحییٰ قتل نہیں کئے گئے، انھیں قید
کر دیا گیا، اور ایک عرصہ کے بعد حالت اسیری میں ان کا انتقال ہوا،
لیکن ایک دوسری روایت یہ ہے کہ اسی مجلس میں وہ قتل کئے گئے۔

ہارون امام محمدؒ کی حق گوئی سے متاثر ہوا

محمد بن سماعہ کی روایت ہے کہ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد، ہارون الرشید کے دل میں امام محمد کی قدر و منزلت پیدا ہوئی اور اس نے انھیں مقرّبِ بارگاہ بنالیا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد قاضی القضاۃ بنادیا۔ اور پھر جب رے کے سفر پر گیا تو انھیں اپنے ساتھ لے گیا۔ وہیں امام محمدؒ اور کسائیؒ کا ایک روز انتقال ہوگیا (ایک روایت یہ ہے کہ کسائیؒ کا انتقال امام محمدؒ کی وفات کے دو دن بعد ہوا۔)

اس موقع پر حسرت و تاسّف کے لہجہ میں خلیفہ ہارون الرشید نے کہا،

"آج میں نے فقہؒ اور نحوؒ کو رے میں دفن کردیا۔"

دربارِ خلافت میں حق کا نعرہ

ابوبکر العمی، اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

"جب امام محمد نے خلیفہ ہارون رشید کے سامنے صحتِ امان کا فتویٰ دیا اور اسے امان شکنی سے روکا، اور خدا اور یوم آخرت کا ڈر دلوا دیا، اور ابوالبختری نے امان شکنی کا فتویٰ دیا، اور خلیفہ کو مشورہ دیا کہ یحییٰ کی گردن

لے امام محمدؒ فقہ کے امام تھے، ان کے مرنے سے گویا فقہ کا علم مرگیا۔

لے کسائیؒ علم نحو کا امام تھا، اس کی وفات سے گویا نحو کا علم وفات پاگیا۔

کسائیؒ اور امام محمدؒ کی وفات کا خلیفہ ہارون رشید کو واقعی بہت صدمہ ہوا اور ایک عرصہ تک غم و الم کی کیفیت اس پر طاری رہی تھی، جب کبھی بھی وہ امام محمدؒ کا ذکر کرتا تھا، تو اس کے الفاظ حسرت و الم کی ترجمانی کیا کرتے۔

اُڑا دے تو یحییٰ بن عبداللہ طالبی نطع[1] پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور خلیفہ سے کہہ رہے تھے۔

مظلوم کی ظالم سے اِستدعا

اے امیر المومنین،!

محمدؒ بن حسن کے فتوے پر غور کیجیے، جو فقہ میں اپنا ایک خاص مقام رکھتے ہیں وہ اس امان کی صحت کا فتویٰ دے رہے ہیں، جو آپ نے دی تھی، ابوالبختری کے فتوے پر آپ کیوں دھیان دے رہے ہیں۔ بھلا یہ کیا جانے فقہ کیا ہے؟ اور فتوے کسے کہتے ہیں، اس کا باپ تو مدینہ میں ڈھول بجایا کرتا تھا، —!

امام محمدؒ کا گریۂ بے اختیار

صیمری کی روایت ہے کہ ہم سے ابوبکر الارمغانی نے، ان سے ابوجعفر الطحاوی نے بیان کیا ... عبداللہ احمد بن سہل الرازی نے یحییٰ ابن عبداللہ، بن الحسن بن الحسن بن علی ابن ابی طالب ... کا واقعہ، موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ ابن الحسن بن الحسن نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن ...

لے نطع — چمڑے کے فرش کو کہتے ہیں، اس فرش پر اس شخص کو بٹھا دیتے تھے جسے قتل کرنا مقصود ... خون کے چھینٹے زمین پر نہ پڑنے پائیں، کیونکہ یہ بات منحوس سمجھی جاتی تھی اور خیال یہ تھا کہ اگر مقتول کے ... چھینٹے زمین پر گریں گے، تو وہ بادشاہ ختم ہوجائے گا، اور اس کی بادشاہت مٹ جائے گی، لہٰذا نطع یعنی ... ایک چوڑے فرش پر مقتول کو بٹھاتے تھے، تاکہ گردن مارنے کے بعد، خون کا جو فوارہ اس کی گردن سے ... اس کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرنے پائے۔

(رئیس احمد جعفری)

یہ محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہم سے یوں بیان کیا ہے۔
"اس موقع پر میں خلیفہ ہارون کے دربار میں حاضر تھا، اور امام محمد بن الحسن اور خلیفہ ہارون الرشید کی کیفیت دیکھ رہا تھا، جب امام محمد خلیفہ کے دربار سے باہر آئے تو میں نے دیکھا، وہ رونے لگے، اور شدتِ گریہ سے ان کا عجیب عالم ہو گیا۔ میں نے ان سے کہا،
اے ابو عبداللہ!
آپ کیوں رو رہے ہیں؟ — کیا آج کے الم انگیز حادثہ کے باعث؟

ہارون کا قصہ

"الم انگیز حادثہ" سے میری مراد یہ تھی کہ جب امام محمد نے ہارون کی مرضی کے خلاف فتویٰ دیا، تو ہارون نے انھیں تیز و تند نظروں سے دیکھا، اور کہا:۔
"آپ کے اس فتوے سے اس باغی کا حوصلہ بڑھے گا، اور اس کی مثال دیکھ کر دوسرے باغی بھی ہم پر خروج اور چڑھائی کریں گے۔!"
میرے اس سوال کے جواب میں، امام محمد کا گریہ اور زیادہ شدید ہو گیا آنسو بہہ بہہ کر ان کے چہرے اور لباس پر گر رہے تھے، انھوں نے کہا:
"نہیں، خدا کی قسم، خلیفہ کے اس طعن اور برتاؤ پر، جو اس نے میرے ساتھ کیا، مجھے رونا نہیں آرہا ہے۔!"
میں نے پوچھا،
"پھر آخر اس گریہ کا سبب بھی تو کچھ ہو گا!"
انھوں نے ارشاد فرمایا،

اعترافِ تقصیر

"ہاں، — میں اپنی ایک بہت بڑی تقصیر پر رو رہا ہوں!"
میں نے سوال کیا،
"آپ سے کون سی تقصیر سرزد ہوئی ہے؟"
امام محمدؒ نے روتے ہوئے فرمایا:
"میری تقصیر یہ ہے کہ میں اس مقام پر فائز ہو سکتا تھا، جس پر آج خدا کی اس زمین پر کوئی فائز نہیں، لیکن افسوس وہ نادر موقع میرے ہاتھ سے جاتا رہا — !"
میں نے دریافت کیا:۔
"اس سے آپ کا مطلب کیا ہے؟ کس تقصیر کی طرف آپ اشارہ کر رہے ہیں؟"

ایک حسرت

امام محمدؒ نے فرمایا:۔
جب ابو البختری نے، یحییٰ کے قتل کا فتویٰ دیا تھا، اور ہارون الرشید کو از روئے شریعت امان شکنی کی اجازت دی تھی مجھے اس سے پوچھنا چاہئے تھا کہ —:
"تیرے اس قول کی بنیاد کیا ہے؟
اپنے قول کی تائید میں کوئی حجت بھی اپنے پاس رکھتا ہے؟
کیا یہ تیرا قول دلیل سے مدلل اور برہان سے مبرہن ہے؟ —

اگر ہے تو تیری وہ دلیل کون سی ہے ؟ تیری وہ برہان کہاں ہے ؟
مجھے اس وقت تک اس سے بحث کرنی چاہیئے تھی، جب تک اسے ساکت
نہ کر دیتا، جب تک اسے لاجواب نہ کر دیتا، !
جب تک اس پر اس کے قول کا فساد ثابت نہ کر دیتا، !"

خلیفہ کا عتاب امام محمدؒ پر

ابن ابی العوام پوری سند کے ساتھ محمد بن سماعہ سے روایت کرتے ہیں کہ
"یحییٰ طالبی کے واقعہ کے بعد خلیفہ ہارون الرشید نے حکم دیا کہ
امام محمدؒ کی کتابوں کی خوب اچھی طرح چھان بین کی جائے، اسے یہ خوف تھا کہ
کہیں امام صاحب کی کتابوں میں ایسا مواد تو نہیں ہے جو طالبین (یعنی
اولادِ علیؓ) کو بغاوت اور خروج پر آمادہ نہ کردے۔"

امام محمدؒ کی تلاشی

امام محمدؒ نے ابن سماعہ سے جو اس نازک گھڑی میں ان کے ساتھ تھے،
خود ان کی روایت کے مطابق کہا،
اے ابوعبداللہ !
جلدی کرو، قبل اس کے کہ میں یہاں سے روانہ ہوں، تم میری قیام
گاہ پر پہنچ جاؤ، اور میری کتابوں کی اچھی طرح رکھوالی کرو، تاکہ ایسا نہ ہو
یہ لوگ میری کتابوں میں ایسی باتیں شامل کردیں جو ان میں نہیں ہیں۔
ابن سماعہ کہتے ہیں کہ میں نے اس ارشاد کی تعمیل کی، اور ان کی کتابوں
کی خوب اچھی طرح چھان بین کی کہ آیا خلیفہ ہارون رشید کے نقطۂ نظر سے

ان کتابوں میں کوئی ایسی کتاب تو نہیں ہے جو واقعی قابلِ اعتراض ہو، اور کسی نئی
آفت کا سبب بن جائے ؟

مجموعۂ فضائلِ علیؓ

امام صاحب کے کتب خانہ کو خوب اچھی طرح کھنگال ڈالنے کے بعد
بھی مجھے کوئی ایسی چیز نہیں ملی، البتہ ایک مجموعہ نظر آیا، جو فضائل حضرت علی علیہ
السلام پر مشتمل تھا
اسی اثنا میں خلیفہ ہارون الرشید کے لوگ آ گئے، انھوں نے بھی امام صاحب
کے کتب خانہ کو خوب اچھی طرح الٹا پلٹا جب اس مجموعہ پر ان کی نظر پڑی تو اسے خلیفہ
کی خدمت میں لے گئے، ہارون الرشید نے اس مجموعہ پر ایک نظر ڈالی اور کہا،
"ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ مواد موجود ہے"!"

فتویٰ دینے کی ممانعت

طحاوی کہتے ہیں کہ میں نے بکار بن قتیبہ سے مذکورہ واقعہ سنا، انھوں نے ہلال بن یحییٰ کے
سے اس میں اتنا اضافہ کیا کہ :-
"ہارون امام محمدؒ کی طرف متوجہ ہوا، اور ان سے کہا،
بے شک یہ امان نامہ ہے، لیکن میں نے اسے نہیں لکھا ہے۔ میں نے
ایک آدمی کو حکم دیا، اس نے لکھ لیا — !
امام محمدؒ نے ہارون کی اس بات کے جواب میں کہا،
"اگر واقعی یہ صورت مسئلہ کسی عامی (عام شخص) کے ساتھ پیش آئے تو
وہ حانث[1] "نہیں ہوگا جب تک کہ خود اس کا ارتکاب نہ کرے، لیکن اگر سلطان

دوران' یا حاکم وقت ایسا کرے تو وہ ازروئے شرع حانث مانا جائے گا، کیونکہ لکھنے والا تعمیل حکم پر مجبور تھا۔ لہٰذا اس کی ذمہ داری سلطان یا حاکم ہی پر ہوگی (اس کے برعکس ایک عامی اگر کسی شخص سے لکھنے کو کہے، تو وہ مجبور نہیں ہے۔ اسے اختیار ہے، جی چاہے لکھے، یا نہ لکھے، لیکن سلطان یا حاکم کی بات تو وہ نہیں ٹال سکتا!)

امام محمد کی یہ بات سن کر خلیفہ کو غصہ آ گیا، اور اس نے جو کچھ امام صاحب کے ساتھ سلوک کیا، وہ معلوم ہی ہے!

طالبی کا تخاطب خلیفہ سے

طحاوی ہی کی یہ روایت بھی ہے کہ ابو خازم نے مذکورہ واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ بکر بن سماعہ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ:۔

"جب ہارون نے یحییٰ طالبی کے قتل کا حکم دیا، تو انھوں نے ہارون سے فرمایا:۔

اے ہارون!

تیرے سامنے امام محمدؒ اور حسن بن زیاد ہیں، جو مانے ہوئے فقیہ اور عالم ہیں، اسے کہہ رہے ہیں کہ تو نے جو امان دی تھی، وہ صحیح ہے، اور ازروئے شرع توڑی نہیں جا سکتی۔ لیکن تو ان کی بات نہیں مانتا!"

ابوالبختری کون تھا؟

اور یہ ابوالبختری جو اول درجہ کا جھوٹا اور جاہل ہے، مجھ سے کہتا ہے کہ امان فاسد ہے، اور تو اس کا کہنا مان لیتا ہے۔ اور میرے قتل کا حکم صادر کر دیتا ہے!

یحییٰ طالبی کے ان الفاظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ ابوالبختری جواب قاضی القضاۃ ... نسب کے اعتبار سے نہایت پست شخص تھا۔ ایسے شخص کی بات مان لینا، اور جو لوگ ... وجاہت اور شخصیت کے اعتبار سے ہر طرح واجب التعظیم ہوں، ان کی بات رد کر دینا، کہاں ... ہے؟

امام محمدؒ خلیفہ کے استقبال کو کھڑے نہیں ہوئے

ابوالعوام طحاوی سے، وہ ابو خازم سے، وہ بکر بن محمد العمی سے، وہ محمد بن سماعہ سے روایت کرتے ہیں کہ:۔

"ہم لوگ امام محمدؒ کے ساتھ خلیفہ ہارون رشید کی مجلس میں حاضر تھے یہ وہ زمانہ تھا، جب رقہ کی قضا سے معزولی کے کافی عرصہ بعد ام جعفر کی اپنی والدہ کی مداخلت سے ہارون نے صلح کر لی تھی۔

ہم لوگ بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ خلیفۃ المسلمین امیر المومنین ہارون رشید تشریف لائے، جملہ حاضرین ان کے احترام میں مودب کھڑے ہو گئے، لیکن امام محمدؒ جس طرح بیٹھے تھے، ویسے ہی بیٹھے رہے، اپنی جگہ سے انھوں نے جنبش تک نہ کی، ہارون ان کی طرف گھورنے لگا پھر اس نے حکم دیا کہ امام محمدؒ کے سوا جملہ حاضرین مجلس سے اٹھ جائیں، میں نے اپنے دل میں کہا خدا خیر کرے، معلوم ہوتا ہے اس گستاخی پر کہ امام محمدؒ اسے آتا دیکھ کر کھڑے نہیں ہوئے، وہ برہم ہو گیا ہے، اور اب انھیں ضرور سزا دے گا۔

بہرحال ہم لوگ باہر انتظار میں بیٹھے رہے کہ دیکھیے کیا سننے میں آتا ہے اتنے میں امام محمدؒ برآمد ہوئے، میں ان کے ساتھ ساتھ ہو لیا اور ان کے گھر تک

گیا، میں نے ان سے سوال کیا۔

محمدؒ اور ہارون میں سوال و جواب

"کہیے خلیفہ کے ساتھ کیسی گذری؟"

امام محمدؒ نے فرمایا:-

"جب تخلیہ ہو گیا تو خلیفہ نے مجھ سے کہا بنو تغلب سے مقاتلہ کر کے
ان کا صفایا کر دینا چاہتا ہوں —— ان کے بچوں کو غلام بنالوں گا، اور انھیں
تہ تیغ کر دوں گا۔"

میں نے پوچھا،

امیرالمومنین آپ نے ایسا ارادہ کس وجہ سے کیا ہے؟ حالانکہ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے مصالحت کر لی تھی اور وہ صلح باقاعدہ چند شرائط کے
ساتھ مشروط ہے۔

ہارون کا عذر

ہارون نے جواب دیا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے، لیکن ان سے صلح اس بات پر ہوئی تھی کہ یہ اپنی
اولاد کو بپتسمہ نہیں دیں گے، لیکن دے رہے ہیں، اس طرح یہ خود ہی امان سے

یہ ایک عیسائی قبیلہ تھا، جسے اوائل عہد اسلام میں امان دے دی گئی تھی، اور اس کی جان و مال کی حفاظت
کا عہد کیا گیا تھا۔

(رئیس احمد جعفری)

خارج ہو چکے ہیں

ناقابلِ قبول عذر

میں نے خلیفہ سے کہا

لیکن حضرت عمرؓ نے، اس حالت میں بھی ان کی امان برقرار رکھی کیونکہ
انھوں نے صلح کے بعد، ان کے زمانہ ہی میں اپنی اولاد کو بپتسمہ دینا شروع کر دیا تھا
اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بنو تغلب کو جو امان دی تھی، وہ غیر مشروط
تھی اور نہ وہ بپتسمہ دینے میں مانع آئے تھے، نہ انھیں، انھوں نے امان
سے خارج ہو جانے کا مرتکب ٹھہرایا تھا۔

سوال و جواب

ہارون نے کہا

عمرؓ نے اس لیے ان سے قتال نہیں کیا کہ اس کے بعد وہ زیادہ دنوں
تک زندہ نہیں رہے۔

میں نے کہا،

اس سے کچھ نہیں ہوتا، جب انھوں نے ایک شرط کی خلاف ورزی بچشم خود
دیکھی، اور اس سے درگذر کیا تو ثابت ہو گیا کہ انھوں نے امان قائم بھی علاوہ
ازیں عمرؓ کے بعد عثمانؓ مسند آرائے خلافت ہوئے، انھوں نے بھی یہ امان قائم
رکھی، اور مقاتلہ کا ارادہ نہیں کیا۔ پھر علیؓ نے مسند خلافت کو زینت بخشی، انھوں
نے بھی بنو تغلب سے کسی طرح کا تعرض نہیں کیا، نہ باز پرس کی، نہ مقاتلہ کا ارادہ کیا،
نہ انھیں امان سے خارج کیا، حالانکہ یہ دونوں (یعنی عثمان و علی) امام عادل اور

امام واجب الطاعت تھے، جب انھوں نے غیر مشروط طور پر یہ امان قائم رکھی

تو اب یہ کس طرح توڑی جا سکتی ہے؟

خلیفہ نے میری باتیں سنکر کہا

"اچھا جائیے، تشریف لے جائیے!"

خلیفہ کا سوال و جواب

خطیب نے روایت مذکورہ بالا میں بہ طریق ابن عطیہ اتنا اضافہ کیا ہے کہ:-

امام محمد خلیفہ کے پاس سے مسرور و شاداں برآمد ہوئے، ان سے میں

نے یہ کیفیت دیکھ کر پوچھا۔

"کہئے خلیفہ کے پاس کیسی گذری؟"

امام صاحب نے جواب دیا،

ہارون نے مجھ سے دریافت کیا۔

"دوسرے لوگوں کی طرح آپ بھی میرے استقبال کو کیوں نہیں کھڑے

ہوئے — ؟"

میں نے جواب دیا،

"مجھے یہ بات پسند نہ تھی کہ آپ نے جس طبقہ میں مجھے داخل کیا ہے

اس سے نکل جاتا، آپ نے مجھے اہل علم کے طبقہ میں داخل کیا ہے جس سے

نکل کر مجھے کسی طرح گوارا نہ تھا کہ اہل خدمت کے طبقہ میں داخل ہو جاؤں

جو اہل علم سے بالکل الگ ایک طبقہ ہے۔ آپ کے ابن عم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا ہے

من احب ان یتمثل له   جو شخص یہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کے

الرجال قیاماً فلیتبوأ مقعدہ   اجلال میں کھڑے ہو جایا کریں، اسے

من النار!   چاہیئے کہ جہنم میں اپنا ٹھکانا بنالے

اور آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آں حضرت کا مطلب علماء سے ہے

پس جو لوگ آپ کے اجلال و اکرام میں کھڑے ہوئے، انھوں نے اپنے

سلطان کے اعزاز و اکرام میں ایسا کیا جس سے دشمن ہیبت زدہ ہو جائیں

لیکن جو بیٹھا، اس نے سنت نبوی کی پابندی کرتے ہوئے ایسا کیا،

ہارون میرا جواب سن کر گویا ہوا،

آپ نے صحیح فرمایا۔

پھر اس نے بنو تغلب کے بارے میں مجھ سے سوال کیا....

جس کی تفصیل گذر چکی ہے —— اس سلسلہ کے سوال جواب کے بعد، ہارون نے

سے کہا:

ہارون کا نذرانہ

"میں نے آپ کی خدمت میں کچھ نذرانہ پیش کیا ہے، اپنے اصحاب میں تقسیم کر دیجئے

امام صاحب باہر تشریف لائے تو رقم خطیر ان کی خدمت میں پیش کی گئی جسے انھوں نے

اصحاب میں تقسیم کر دیا۔

ہارون نے اس موقع پر امام صاحب سے یہ بھی کہا کہ

"اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مشورہ کرنے کا حکم دیا تھا، چنانچہ آپ برابر صحابہ سے مشورہ کرتے

تھے۔ حضرت جبرئیل بھی تشریف لاتے تھے اور آپ کو صلاح دیتے تھے، میں آپ سے

ہوں کہ اپنے والی امر (ہارون) کے لیے دعا فرمائیے اور اپنے اصحاب سے بھی اس کے

پر چلنے کی دعا کرائیے۔

امام محمدؒ کی بیخوفی

واقعاتِ بالا سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام محمد کس بے خوفی، بے جگری، جرأت، دلیری اور سچائی کے ساتھ سلطانِ وقت کے سامنے حق بات کہتے تھے، صرف مسلمانوں کے لیے نہیں عیسائیوں کے لیے بھی!

إِنَّمَا الْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ

علماء انبیاء کے وارث ہیں

•

اس ارشاد کی روشنی میں علماء کی زندگی میں
انبیاء کرام کے ایثار و قناعت، حق و صداقت، خوفِ
غیر اللہ سے بے نیازی، زہد و ورع، خشیت الٰہی، عبادت و
ریاضت اور ارفع و اعلیٰ کردار و سیرت کی
جھلک ہونی چاہیے۔

○

امام محمدؒ کی زندگی ایک نمونہ تھی صفاتِ بالا کا

دانش اور بینش

—— ایک امام اور مجتہد کی زندگی دانش و بینش، حاضر دماغی اور
ذہانت، انکسار و فروتنی، جلالِ علم، اور جمالِ کردار، تفقہ فی الدین اور
دیانت و امانت کا مجموعہ ہونا چاہیے۔

امام محمد کی زندگی کو جب اس کسوٹی پہ ہم پرکھتے ہیں، تو
یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ ان میں وہ تمام خصوصیات
یک جا تھے، جو ایک امام اور مجتہد کے لیے ناگزیر اور لازوال ہیں۔

•

امام محمدؒ کی سیرت و کردار کے چند پہلو

حاضر دماغی، جامعیت، انکسار، تفقہ اور تدیّن

امام محمد کی ذاتِ گرامی، مجمع الصفات تھی، وہ گوناگوں خصائص و امتیازات کے مالک تھے، قدرت نے انھیں بہت سی نعمتیں عطا فرمائی تھیں، عقلِ عالی، ذہن صافی، جرات، حق گوئی، خوف غیر اللہ سے بے نیازی، سچی بات سب کے سامنے کہہ دینے کی جرأت، سلطانِ وقت کے حضور میں نعرۂ حق بلند کرنے کا حوصلہ، علماء سوء کی مداہنت اور ضمیر فروشی کے ہجوم میں بھی، بے خوف لومۃ لائم اور بے اندیشۂ وسواس، ہر خوف، ہر اندیشہ، اور ہر فکر سے بے نیاز ہو کر اعلاء کلمۃ الحق کا جذبہ، جاہ و منصب سے نفرت، دولت و ثروت سے بے نیازی، حبِّ دنیا سے کراہت ـــ یہ تھے امام محمد کے خصائص اور امتیازات، صفات اور حسنات۔

امام محمدؒ کا زمانہ

جس زمانہ میں امام محمدؒ نے بزمِ شہود میں قدم رکھا، اور شہرت حاصل کی، وہ زمانہ اگرچہ دنیاوی

اعتبار سے کامرانی اور کامگاری کا دور تھا، فتوحات کا سلسلہ جاری تھا، حدودِ مملکت میں [illegible] ہو رہی تھی، سلطنتِ اسلامیہ کے رعب اور وقار کا یہ عالم تھا کہ دنیا کے بڑے بڑے [illegible] سلاطین، خلفائے اسلام کا نام سن کر لرزہ براندام ہو جاتے تھے، عساکرِ اسلامیہ کے [illegible] ظفر کی یہ کیفیت تھی کہ یہ سیلِ رواں، جس طرف کا رُخ کرتا تھا، خس و خاشاک کی طرح [illegible] کو بہا لے جاتا تھا۔ کسی میں ہمت نہ تھی کہ مقابلہ میں آئے، کسی میں یارا نہ تھا کہ مقابلہ کی [illegible] اطراف و اکنافِ عالم میں، مسلمانوں کی قوت اور شوکت کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی اور [illegible] ان کے نام کا ڈنکا بج رہا تھا، بڑے بڑے مدبّر اور مغرور سلاطین اس بات کو اپنے لیے باعث [illegible] سمجھتے تھے کہ انھیں خلافتِ اسلامیہ کے دوستوں اور نیاز مندوں میں شمار کیا جائے [illegible] پھولے نہیں سماتے تھے، جب دربارِ خلافت میں انھیں حاضری کی سعادت حاصل ہوتی [illegible] کے لیے اس سے بڑھ کر فخر و ناز کی کوئی بات نہ تھی کہ وہ خلیفۂ اسلام سے مل لیں

روشنی اور تاریکی

لیکن اس روشنی کے قدم بہ قدم تاریکی بھی چل رہی تھی!
اس کامیابی کے جلو میں ناکامی و نامرادی کے آثار بھی ہویدا تھے۔
فتح و ظفر کے اس طوفان میں شکست و ہزیمت کے علائم بھی نظر آ رہے تھے!

بے شک، خلافتِ اسلامیہ، بغداد کا سکہ سارے عالم میں رواں تھا، طباشبہ دولت [illegible] کا پرچم ہر طرف لہرا رہا تھا۔ اس سے قطعاً انکار نہیں کیا جا سکتا کہ عہدِ ہارون الرشید میں [illegible] کا آفتاب عروج نصف النہار پر تھا، اس دور کی علمی، ادبی، ذہنی، نیز صنعتی، عسکری اور فنی ترقی [illegible] عروج پر پہنچی ہوئی تھیں۔ خزانہ سیم و زر سے معمور، عساکر قاہرہ، ہر طرح کے ساز و سامان [illegible] سے آراستہ و پیراستہ، نظمِ مملکت دوسری حکومتوں کے لیے قابلِ رشک، رعب و سطوت کی [illegible] دوست اور دشمن سب وفورِ ہیبت سے لرزاں اور ترساں، ہر طرف امن برس رہا تھا [illegible]

اور حق و سخا کی یہ کیفیت کہ صحیح ترین تاریخی واقعات بھی قصہ کہانی معلوم ہوتے ہیں۔ آج کے حالات سے، آج کی دنیا سے ان کا موازنہ کیا جائے تو کسی طرح یقین کرنے پر طبیعت آمادہ نہیں ہوتی۔

لیکن اندرونی طور پر یہ خلفشار کا دور تھا!

دین فراموش ہو رہا تھا، دنیا غالب آ رہی تھی!

علماء کا حالِ زبوں

اور تو اور علماء تک کا یہ حال تھا کہ دربارِ خلافت میں پہنچنے کے بعد ان کی زبان بدل جاتی تھی، ضمیر بدل جاتا تھا!

یہ علماء جانشین رسول تھے، ان کا فرض تھا حق کی حمایت!

لیکن زر و گوہر نے ان کی زبانیں خرید لی تھیں، قوت و شوکت نے انھیں مرعوب کر لیا تھا، تلوار کی چمک نے انھیں ضمیر فروشی اور حق فروشی پر مجبور کر دیا تھا۔

اصحابِ عزائم

اسی دور میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو زر و گوہر کو کنکر پتھر سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے۔ اپنی جان خدا کے ہاتھ فروخت کر چکے تھے اور اس سودے پر خوش تھے جو کسی قیمت پر بھی حق کے راستے سے دور نہیں ہو سکتے تھے، جو صحنِ مسجد، مجلسِ درس اور دربارِ سلطانی میں یکساں سکون و اطمینان کے ساتھ حق کہتے تھے، انجام و نتیجے سے قطعاً بے پروا تھے ——— انہی اکابر میں امام محمد کا شمار بھی تھا۔ امام محمد کے حالات و سوانح کے مختلف گوشوں اور پہلوؤں پر ہم گذشتہ صفحات میں روشنی ڈال چکے، اب چند اور پہلو ان کی سیرت اور کردار کے پیش کرتے ہیں۔

امام محمدؒ عوام میں

کردری نے اپنی کتاب "مناقب ابی حنیفہؒ و اصحابہ" میں حسن بن شعیب سے روایت کی ہے کہ

"میں نے ایک مرتبہ امام محمدؒ کو دیکھا کہ وہ رنگریزوں کے محلہ میں تشریف لے گئے اور رنگریزوں کے حلقہ میں بیٹھ کر ان سے باتیں کرتے رہے، ان کے معاملات و قضایا کو پوچھتے رہے اور جو معاملات آپس میں چل رہے تھے، ان کے بارے میں استفسار کرتے رہے، نیز جو مسائل و معاملات انھیں درپیش [illegible] ان کے سلسلہ میں کرید کرید کر دریافت کرتے رہے۔

مجتہد کے اوصاف

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مجتہد عظیم صرف اس علم پر اکتفا نہیں کرتا تھا جو اس نے کتابوں میں [illegible] تھا۔ تفسیر، حدیث اور فقہ کے ان اسرار و رموز کو بھی یہ کافی نہیں سمجھتا تھا جو اس کے علم میں [illegible] ذہن و دماغ کے گوشوں میں لپٹے ہوئے تھے، اقوالِ صحابہ پر اس کی وسیع نظر تھی، اقوالِ تابعین [illegible] گوشۂ دماغ میں محفوظ تھے۔ فقہاء دیار و امصار کے اقوال و آراء کا یہ عالم اور حافظ تھا، علوم [illegible] کا یہ ماہر تھا، لیکن اس کے باوجود یہ عام لوگوں میں، معمولی قسم کے صنعت کاروں میں بیٹھتا تھا، ان سے باتیں کرتا تھا، ان کے حالات معلوم کرتا تھا، ان کے مسائل سے واقفیت پیدا کرتا تھا!

کیوں؟

اس لیے کہ صرف اسی طرح، عرف[1] قدیم و جدید سے وہ واقفیت پیدا کر سکتا تھا، اور [illegible] کے لیے یہ ایسا ضروری ہے کہ وہ مختلف طبقات کے جدید و قدیم کے، عرف سے واقف ہو [illegible]

[1] اصطلاح فقہ میں "عرف" سے مراد رواج ہوتا ہے۔

(رئیس احمد جعفری)

حقیقت اور واقعیت سے دور نہ ہوں، اور احکام شرع شریف بیان کرتے وقت وہ جو کچھ کہے وہ ہر طرح کی غلطی سے مبرا ہو۔ ایک مجتہد میں جب تک یہ خصائص نہ ہوں، وہ مرتبۂ اجتہاد پر فائز نہیں ہو سکتا نہ اپنی گراں بار ذمہ داریوں سے صحیح طور پر عہدہ برآ ہو سکتا ہے — نہ اجتہادی راستے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

امام محمدؒ کا جواب

ابن ابی العوام کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوجعفر طحاوی نے بیان کیا کہ میں نے ابراہیم بن ابی داؤد برسی سے سنا کہ یحییٰ بن صالح الوحاظی ایک مرتبہ کہہ رہے تھے کہ :-

میں سفر حج میں ایک بار امام محمدؒ کے ساتھ تھا، میں نے ان سے اثناء سفر میں عرض کیا،

"اپنی فلاں فلاں کتابیں، جو فن فقہ میں ہیں، مجھے سنایئے، تاکہ میں ان سے بہرہ ور ہو سکوں۔"

امام صاحب نے فرمایا :-

"کون سی صورت تمہارے لیے آسان رہے گی؟ آیا یہ کہ تم وہ کتابیں پڑھو اور میں سنوں، یا میں انھیں پڑھوں اور تم سنو۔"

میں نے عرض کیا

"میں قراءت کروں گا!"

امام صاحب نے فرمایا،

"نہیں، — میں پڑھ کر سناؤں اور تم سنو، یہ میرے لئے زیادہ آسان ہے، کیونکہ جب میں قراءت کروں تو مجھے صرف اپنی زبان اور آنکھ کا استعمال کرنا پڑے گا اور اگر تم نے قراءت کی، تو مجھے آنکھ، کان، ذہن سب کو تمہاری طرف متوجہ کرنا پڑے گا۔ اور یہ بات میرے لیے گراں ہوگی!"

ہر پہلو پیش نظر رہتا

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام صاحب جب کوئی کام کرتے تھے، تو اس کے تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھا کرتے تھے۔

امام بخاری رحؒ کے استاد

ذہبی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ یحییٰ بن صالح الوحاظی وہ بزرگ ہیں جو امام بخاری کے استاد تھے۔ یہ وحاظی، امام مالک پر، امام محمد کو ہمیشہ فن فقہ میں ترجیح دیا کرتے تھے۔

قبول روایت

بدرالزرکشی "البحر المحیط" میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام محمد بن حسن نے فرمایا، "ہم اہل عدل کی روایت قبول کر لیتے ہیں، حالانکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جھوٹ بولنے والا فاسق ہے ... اہل اہوا کی روایت نہیں قبول کرتے، جن کا عقیدہ ہے کہ جھوٹ بولنے والا کافر ہوتا ہے ... "فاسق" اور "کافر" قرار دینے کا فرق بڑا نازک ہے، اور قبول روایت میں ان کے ... دیانت فکر و رائے اور حزم و احتیاط کا مظہر ہے۔

حاسدوں کو جواب

ابن ابی العوام کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن احمد بن حماد کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ... وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے معلی بن منصور الرازی سے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے۔

• امام محمد کو جب یہ اطلاع ملتی تھی کہ بعض لوگ امام ابو حنیفہ کے اصحاب کا ذکر برائی سے کرتے ہیں، تو وہ یہ شعر پڑھ دیا کرتے تھے۔

محسدون وشی الناس منزلة
من عاش فی الدنیا یوماً غیر محسود

یعنی:
"ہم وہ لوگ ہیں کہ ہم پر حسد کیا جاتا ہے اور وہ لوگ بھی کتنے بدبخت ہیں جو
محسود نہیں (بلکہ حاسد) ہوتے ہیں!"

مخالفوں دشمنوں اور حاسدوں کے خرافات و مزخرفات کے جواب میں امام صاحب جو کچھ فرمایا کرتے تھے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایسے موقعوں پر بھی جب انسان طبعاً اور فطرتاً مشتعل ہو جاتا ہے، وہ نہ صرف یہ کہ مشتعل نہیں ہوتے تھے، بلکہ ایسے ٹھنڈے الفاظ میں جواب دیتے تھے کہ مخالف کو یارائے دم زدن نہ رہے۔

شرطِ سماعت

مناقب الکردری میں ابن جبلہ کی روایت ہے کہ:

"میں نے امام محمد کو کہتے ہوئے سنا کہ کسی شخص کے لیے یہ زیبا نہیں ہے کہ ہماری کتابوں سے روایت کرے، بجز اس شخص کے جس نے ہماری طرح سماعت کی ہو، یا ہماری طرح سیکھا ہو۔"

امام صاحب کے اس ارشاد کی بنیاد یہ تھی کہ اصحاب ابوحنیفہ کا اصول اور معمول یہ تھا کہ جب کوئی مسئلہ زیر بحث آتا تو دو یا تین دن تک وہ اس کے تمام پہلوؤں پر بحث مباحثہ کرتے، دلیلیں پیش کرتے، اور جب آپس کے بحث و مباحثہ کے بعد مسئلہ زیر بحث سے متعلق کسی رائے پر متفق ہو جاتے تو پھر اس کو مدوّن کر لیتے اور اس سلسلہ میں جو دلائل و براہین زیر گفتگو آتے تھے، انھیں قلم زد کر دیتے، کیونکہ ان کی تفصیل طوالت سے خالی نہ تھی۔ اس لیے صرف نتائج کے ذکر پر اکتفا کرتے تھے۔ البتہ اگر کوئی طالب فقہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اس مسئلہ کی سماعت کرتا تو بے شک اپنی تقریر میں، وہ دلائل و براہین کا ذکر کر کے اس کی تسلی کر دیتے، اور اسے مطمئن کر دیتے، اس طرح وہ مسئلہ کے بارے میں جو رائے قائم کرتا، وہ بصیرت اور تحقیق پر مبنی ہوتی نہ کہ اندھی تقلید پر۔

ایک واقعہ

ابن ابی العوام طحاوی سے، وہ ابراہیم بن ابی داؤد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے یحییٰ بن صالح الوحاظی سے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے،

اصحابِ حدیث کا مجمع

ایک مرتبہ امام محمد کیساتھ مجھے حج کرنے کا موقع پیش آیا، جب ہم منیٰ میں پہنچے، میں نے خالد بن عبداللہ (یعنی ابوالہیثم الواسطی) کو دیکھا، چنانچہ میں ان کی مجلس میں حاضر ہوا، وہاں بہت سے اصحاب حدیث جمع ہو گئے۔ اس انبوہ کی باتوں سے انھیں تکلیف پہنچی، انھوں نے فرمایا۔

ایک کمی کا احساس

کاش ان لوگوں نے کسی فقہی مسئلہ کے بارے میں استفسار کیا ہوتا تو انھیں جواب مل سکتا۔
میں خاموش نہ رہ سکا۔ بول پڑا،
"خدا آپ کا بھلا کرے، سوال کیجیے، ممکن ہے اس گروہ میں کوئی ایسا آدمی بھی ہو، جو ہر سوال کا شافی جواب دے سکے۔
چنانچہ ایک مسئلہ کے بارے میں سوال کیا، میں نے فوراً اس کا جواب دیا۔
میرے جواب کو انھوں نے پسند کیا اور مجھ سے کہا۔
یہ علم تم نے کس سے سیکھا ہے میرے عزیز۔
میں نے جواب دیا۔

امام محمدؒ سے جنھوں نے آپ کے ساتھ ہی حج کیا ہے۔
یہ سُن کر انھوں نے کہا
ابراہیم حج سے فراغت کے بعد مجھے امام محمد کے پاس لے چلنا

ابوالہیثم امام محمدؒ کے پاس

چنانچہ حج سے فراغت کے بعد میں انھیں لے کر امام محمد کے پاس پہنچا۔ امام صاحب نے جب انھیں اپنے پاس آتے دیکھا تو پیشوائی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی قرار واقعی تعظیم و تکریم کی۔
اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام محمدؒ کی جلالتِ شان کا یہ عالم تھا کہ ابوالہیثم جیسا شخص خود چل کر ان سے ملنے گیا۔

سادگی اور اخلاص

طحاوی ابن ابی عمران سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے طبری سے سُنا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ ہمارے عم ابوالعباس نے بیان کیا کہ
ہمارے یہاں جمعہ کے دن مسجد کے اندر حلقۂ درس قائم ہوتا تھا اور بشر بن ولید درس دیا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ بہت دنوں تک جاری رہا، اور ہم اس میں شریک ہوتے رہے یہاں تک کہ ایک روز امام محمدؒ تشریف لائے۔ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان سے مسائل کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ ان سے مسائل کی تعلیم حاصل کر کے بشر بن ولید کے پاس آتے، پھر ان سے سوالات کرتے، ہماری اس حرکت سے ... وہ برداشت، لیکن جب یہ سلسلہ برابر جاری رہا تو انھوں نے حلقہ میں آنا ترک کر دیا۔
طحاوی کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمران سے سُنا، وہ کہہ رہے تھے کہ:
ایک روز میں نے بشر بن عبدالولید کو دیکھا کہ وہ میرے والد کے پاس آئے اور امام محمدؒ کا ذکر نامناسب

الفاظ میں کرنے لگے۔ میرے والد نے ان سے کہا،
"ابوالولید البیانہ کہو!"
اس کے بعد مزید فرمایا۔
"تمہیں اس پر خوش ہونا چاہیئے کہ خدا نے تمہیں جوابات دینے کی زحمت سے بچا لیا۔"
طحاوی کہتے ہیں کہ ابن ابی عمران ابن الثلجی سے روایت کرتے تھے کہ

امام ابو یوسف کا ذکر

ایک مرتبہ بعض لوگوں نے حسن بن ابی مالک کے سامنے، امام محمد کے مسائل فقہیہ ...
تو انھوں نے کہا،
"امام ابو یوسف بھی بڑے محقق تھے، لیکن تحقیق و تدقیق کی وہ شدت جو امام محمد کے ... جاتی ہے، ان کے ہاں نظر نہیں آتی۔"
اوپر کی روایت میں بشر بن ولید کا ذکر ہوا ہے۔ یہ امام ابو یوسف کے راوی تھے۔ ان ... موصلی نے امام ابو یوسف کی کتابوں کی سماعت کی تھی، یہ امام صاحب کے بڑے چہیتے ... تھے۔
اسی طرح حسن بن ابی مالک بھی امام ابو یوسف کے مخصوص تلامذہ میں تھے، بلکہ اگر یہ ... صاحب کے شاگردوں میں بہت زیادہ فقہ کے جاننے والے تھے تو ذرا مبالغہ نہ ہوگا۔

مجتہد کی حیثیت

ابن ابی العوام طحاوی سے روایت کرتے ہیں اور وہ سلیمان بن شعیب الکیسانی سے ... والد سے :
امام محمد نے ہمیں املا کرایا، پھر فرمایا۔ اگر لوگ کسی مسئلہ میں مختلف الرائے ہوں ...

فقیہ یا تو اسے حرام قرار دے گا یا حلال، اور یہ دونوں چیزیں اس کے حدود اجتہاد میں داخل ہیں۔ اللہ عزوجل کے نزدیک دونوں کا اجر ایک ہے فقیہ جس چیز پر مکلّف ہے، وہ ہے امکان بھر سعی اجتہاد، اب اگر اس کا اجتہاد درائے صحیح ہے، اور اس نے وہ فتویٰ دیا ہے جو اس کے نزدیک حق ہے تو اللہ کے نزدیک اس نے اپنا فرض پورا کر دیا اور اجتہاد کا حق ادا کر دیا۔ کیونکہ جس چیز پر وہ مکلّف کیا گیا تھا اس کا حق اس نے ادا کر دیا، لیکن اگر اس نے مقدور بھر اجتہاد رائے کی سعی و کوشش تو کی، لیکن فیصلہ صحیح نہ کر سکا، غلطی کی، اور جو فتویٰ دیا۔ وہ بھی مبنی بر صواب نہ تھا، تو بھی خدائے عزوجل کے نزدیک اس نے اپنے مکلّف ہونے کا فرض پورا کر دیا، اور اس غلطی پر بھی اس کو ویسا ہی اجر ملے گا جیسا صحیح اجتہاد پر۔

مجتہد کی خطا و صواب

پس اگر کوئی کہتا ہے کہ کسی بات کو فقیہ ہی حلال قرار دیتا ہے اور وہی حرام کرتا ہے اور اس حلال و حرام کا سرچشمہ ایک ہی ہے، اور اللہ عزوجل کے نزدیک یہ دونوں باتیں صواب اور موجب اجر ہیں۔ تو یہ غلط خیال ہے اور اس کی بنیاد غلط فہمی ہے اللہ عزوجل کے نزدیک صواب یہ ہے کہ جو لوگ جس کام کے لیے مکلّف کئے گئے ہوں یعنی ذمہ دار قرار دیئے گئے ہوں، وہ پوری دیانت اور صداقت کے ساتھ اجتہاد کی کوشش کریں، اور اپنے امکان و استطاعت کے مطابق اپنا فریضہ انجام دینے کی سعی کریں، پس اگر ان میں اس کے باوجود کسی شخص سے رائے قائم کرنے اور فتویٰ دینے میں لغزش ہوئی ہے تو وہ اس کا مستحق ہے کہ اس کے بارے میں یہ مان لیا جائے کہ اس نے اجتہاد کیا۔ اور جس جس چیز پر مکلّف تھا

اپنی کوشش سے اس کا حق ادا کر دیا۔ اس لیے کہ اللہ عزوجل کے نزدیک تمام باتوں میں صواب صرف امکان بھر سعی و کوشش ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحیح اور غلط دونوں قسم کے اجتہاد پر اجر ملتا ہے۔ یہی امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا قول ہے، اور یہی ہم بھی کہتے ہیں۔

اجتہاد کے سلسلہ میں موقف کیا تھا؟

امام محمدؒ کی تصریحات بالا سے اندازہ ہوتا ہے کہ اجتہاد کے سلسلہ میں امام ابو حنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کا موقف کیا تھا۔ اور وہ کتنا صحیح اور درست تھا!

سیرت و کردار

طحاوی روایت کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن علی بن معید بن شداد العبدی سے سنا وہ کہ رہے تھے کہ ایک مرتبہ میرے والد نے اثنائے گفتگو میں امام محمدؒ کا ذکر کرتے ہوئے اور ان کی سیرت و کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا۔

میں رقہ گیا، وہاں امام محمدؒ منصب قضا پر فائز تھے۔ میں ان کے دروازے پر پہنچا۔ میں نے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کی، لیکن حاجب (دربان) نے منع کر دیا، میں واپس چلا آیا۔ پھر کافی عرصہ تک رقہ میں قیام پذیر رہا لیکن وہاں نہیں گیا۔

اچانک ملاقات

اسی اثنا میں ایک مرتبہ میں شہر میں گھوم رہا تھا کہ امام محمد اپنی سواری پر بیٹھے نظر آئے، وہ قاضی شہر کے لباس میں ملبوس تھے، انھوں نے جب مجھے

دیکھا تو میری طرف متوجہ ہوئے، اور مجھے بلایا، اور اصرار کرکے اپنے ساتھ اپنی قیام گاہ پر لے گئے۔

جب قیام گاہ پر پہنچے، تو اپنے کمرے میں چلے گئے، ذرا دیر بعد میری طلبی ہوئی، امام صاحب نے پوچھا،

"تم کتنے دن سے آئے ہوئے ہو، اور میرے پاس نہیں آئے؟ —— مجھے معلوم ہوا ہے کافی دن سے تم یہاں مقیم ہو!"

میں نے جواب دیا،

"میں آپ کے دولت کدے پر حاضر ہوا، لیکن حاجب نے مجھے شرف زیارت حاصل کرنے کا موقع نہ دیا، حالانکہ میں اسی طرح آیا تھا، جس طرح اس وقت آیا کرتا تھا، جب آپ منصب قضا پر فائز نہیں ہوئے تھے۔"

وہ حاجب کون تھا؟

یہ سن کر امام محمد مغموم اور متاسف نظر آنے لگے، پھر فرمایا۔

"میرے کس حاجب نے تمہیں میرے پاس آنے سے روکا تھا؟"

میں نے سوچا، یہ ضرور اس حاجب کو سزا دیں گے، لہٰذا میں نے جواب دیا:۔

"اب میں اسے کیا پہچانوں؟ بہرحال کوئی حاجب ہی تھا!"

امام صاحب میرا مقصد سمجھ گئے، انھوں نے فرمایا:۔

"اگر تم اس حاجب کی نشاندہی نہ کرو گے تو میں سارے حاجبوں کو برطرف کردوں گا!"

میں نے عرض کیا:۔

"یہ تو آپ ظلم کریں گے کہ جس حاجب نے مجھے روکا ہے، اس کے علاوہ دوسرے حاجبوں کو بھی سزا دیں۔"

یہ سن کر امام صاحب نے جملہ حاجبوں کو طلب کیا، اور آئندہ مجھے روکنے سے منع کردیا۔ پھر مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا:۔

جب چاہو آؤ

"تم جب چاہو آؤ، کوئی روک ٹوک نہیں کی جائے گی، اگر اس پردے کے سامنے کھڑے ہو جاؤ جس کے پیچھے بیٹھ کر میں کام کیا کرتا ہوں، یہاں پہنچ کر ذرا کھنکھار لیا کرو، اور سلام کیا کرو، اگر میں اس حالت میں ہوں گا کہ تمہیں بلاؤں، تو اندر بلا لوں گا، لیکن اگر اس حالت میں نہ ہوا تو تمہیں روک دوں گا پھر بے شک تم واپس جا سکتے ہو"

اس کے بعد میرا یہ معمول ہو گیا کہ جب چاہتا امام صاحب کے پردے پر پہنچ جاتا —— بہت سے لوگ اذنِ حاضری کے منتظر کھڑے ہوتے، اور حجاب ان کی روک ٹوک کر رہے ہوتے، مگر مجھ سے کوئی کچھ نہ کہتا۔ میں سیدھا پردے تک پہنچ جاتا، کھنکھارتا، پھر سلام کرتا، اکثر ایسا ہوتا کہ میری کھنکھار سن کر امام صاحب فرماتے۔

"ابو محمد آجاؤ!"

میں اندر چلا جاتا اور جب تک جی چاہتا بیٹھتا اور باتیں کرتا، کبھی کبھی جب وہ بہت مصروف ہوتے تو فرما دیتے۔

"ابو محمد! اس وقت نہیں!"

"تو میں واپس چلا آتا!"

سادگی اور ملنساری

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ جاہ و منصب کی منزل پر پہنچنے اور حاکمانہ زندگی بسر کرنے کے باوجود ان کے انداز و اطوار میں کوئی فرق نہیں آیا تھا، ان کی سادگی، اور ملنساری ویسی ہی تھی۔ پرانے ملنے والوں اور نیاز مندوں کے ساتھ یہ اختصاص تھا کہ حاجب و دربان کی روک ٹوک کے بغیر وہ ان کے پاس پہنچ جاتے تھے۔ اور جب تک چاہتے تھے، بیٹھتے تھے۔ اور مسائل و معاملات پر گفتگو کر کے ان کے افکار و آرا سے واقفیت بہم پہنچاتے اور معلومات حاصل کرتے تھے!

حدیث اور احناف

بصری کہتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن محمد الشاہد نے بتایا کہ ہم سے قاضی مکرم نے اور ان سے احمد بن محمد مغلس نے بیان کیا کہ میں نے محمد بن سماعہ کو کہتے ہوئے سنا کہ :-

ایک الزام

عیسیٰ بن ابان ہمارے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اور میں دعا مانگ رہا تھا کہ یا اللہ امام محمدؒ بن حسن کو سمجھا دے، کیونکہ یہ لوگ ہمارے بارے میں کہتے ہیں کہ ہم حدیث کے مخالف ہیں!

عیسیٰ کا شمار بہترین حفاظ حدیث میں ہوتا تھا۔ ایک روز انھوں نے ہمارے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ یہ امام محمدؒ کی مجلس درس کا دن تھا۔ ہم وہاں پہنچے، ایک لمحہ کے لیے بھی میں نے عیسیٰ کو نہیں چھوڑا۔ جب امام محمدؒ درس سے فارغ ہو گئے تو میں نے عیسیٰ کو ان سے قریب کر کے امام صاحب سے کہا:-

"یہ آپ کے ابن اخی ہیں، ان کا نام عیسیٰ ہے۔ یہ ابان بن صدقہ کے صاحبزادے ہیں، بڑے ذہین

اور ذکی اور حدیث رسول کریمؐ کے بہترین حافظ۔ میں انھیں آپ کے پاس لانا چاہتا تھا لیکن یہ حاضر ہونے سے انکار کر رہے تھے، کہتے تھے کہ "تم لوگ حدیث کے مخالف ہو!"

الزام کا جواب

یہ سن کر امام محمدؒ عیسیٰ بن ابان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "دیکھو بیٹے، کس بنیاد پر تم نے یہ رائے قائم کی ہے کہ ہم حدیث کے مخالف ہیں؟ جب تمھیں براہ راست واقفیت نہ ہوتی، اور تم نے خود ہی کوئی ایسی بات، جو حدیث کی مخالفت میں ہوتی، نہ سن لی ہوتی، اتنا بڑا الزام نہ عائد کرنا چاہیے تھا!"

امام محمدؒ کا علم حدیث

عیسیٰ بن ابان نے امام محمدؒ سے حدیث کے پچیس ابواب پوچھے۔ امام محمدؒ بڑی صفائی سے جواب دیتے رہے، اور بتاتے رہے کہ ان میں سے کون کونسی حدیثیں منسوخ ہیں۔ جن حدیثوں کے بارے میں انھوں نے کہا کہ یہ منسوخ ہیں، تو اس پر دلائل اور شواہد بھی پیش کیے۔ عیسیٰ، امام صاحب کا حدیث میں یہ کمال دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ جب ہم امام صاحب کے پاس سے اُٹھ کر باہر آئے، تو انھوں نے کہا،

"میرے اور نور کے درمیان، ایک پردہ حائل تھا، آج وہ اُٹھ گیا! میں اعتراف کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی اس وسیع دنیا میں آج امام محمدؒ کا سا یکتا اور بے مثال محدث کوئی نہیں ہے۔"

اس کے بعد ایک عرصۂ دراز تک عیسیٰ بن ابان امام محمدؒ کے دامنِ علم سے وابستہ رہے یہاں تک کہ فقہ میں دستگاہِ کامل حاصل کرلی۔

اس واقعہ سے یہ حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب

معلوم ہوتے ہیں جو یہ کہتے رہتے ہیں کہ ان لوگوں کو حدیث سے کوئی ربط و تعلق نہ تھا، بلکہ یہ لوگ مخالف حدیث تھے، یہ کس قدر غلط اور بے بنیاد بات تھی!

بالغ نظر رائے

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ، امام ابویوسفؒ، اور امام محمدؒ حدیث پر اتنی ہی وسیع نظر رکھتے تھے، جتنی ایک بالغ نظر محدث کی ہونی چاہیئے۔ اور ہے بھی یوں کہ کتاب الٰہی اور حدیث نبوی کے حقائق و معارف پر اگر آدمی کی نظر نہ ہو تو وہ فقیہ بن ہی نہیں سکتا ہے۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ یہ حضرات الفاظ سے زیادہ معنی پر نظر رکھتے تھے۔

عیسیٰؒ بن ابان

اس موقع پر نامناسب نہ ہوگا اگر چند سطریں عیسیٰ بن ابان کے بارے میں بھی سپرد قلم کر دی جائیں۔

عیسیٰ بن ابان کو وہ علم تھے، انھوں نے "کتاب الحج علی اہل المدینۃ" کی امام محمد بن حسن سے روایت کی ہے۔ انھوں نے ایک کتاب تالیف کی ہے جس کا نام ہے "الحجج الصغیر"۔ اس کتاب میں عیسیٰ بن ہارون الہاشمی کے خیالات و آرا کا رد کیا گیا ہے۔ یہ عیسیٰ بن ہارون، مامون کے رفیق طلب حدیث کے دور میں رہ چکے تھے۔ اور یہ کتاب امام ابوحنیفہؒ کے رد میں لکھی گئی تھی۔ دعویٰ یہ تھا کہ امام صاحب احادیث صحیحہ کے خلاف جاتے ہیں۔ اور یہ احادیث خود عیسیٰ بن ہارون نے مدون کی تھیں۔ مامون اس کتاب سے متاثر ہوا کہ اس نے علمائے وقت سے کہا کہ وہ کتاب ہاشمی کے معیار اور پایۂ استناد کے بارے میں اپنے خیالات ظاہر کریں۔

خلیفہ مامونؒ کی قدردانی

اس کتاب پر بہت سے علماء نے اپنی رائے دی، ان علماء میں اسماعیل بن حماد بھی تھے، مگر مامون

نے کوئی توجہ نہ کی، بشر کی تحریر بھی اس سلسلہ میں مامون کی نظر سے گذری، لیکن اسے متاثر نہ کر سکی۔ یحییٰ بن اکثم نے بھی اس کتاب کے سلسلہ میں تحقیق کی، لیکن مامون کے لیے وہ بھی اطمینان بخش نہ ثابت ہوئی۔ البتہ اس کتاب کے رد میں سب سے زیادہ جو کتاب مامون کو پسند آئی، وہ عیسیٰ بن ابان کی مذکورہ بالا کتاب تھی۔ اس کتاب کو اس نے ہاشمی کی کتاب پر فیصلہ کن قرار دیا۔ اس کتاب کا قضیہ، کتاب ابن ابی العوام، اور کتاب الصیمری میں تفصیل سے درج ہے۔

الحجج الکبیر فی الرد علی قدیم الشافعی

عیسیٰ بن ابان کے اور بھی مصنفات ہیں، ان میں ایک "الحجج الکبیر فی الرد علی قدیم الشافعی" بھی ہے۔

یہ کتاب بھی اتنی اہم اور معرکہ آرا ثابت ہوئی ہے کہ اس کے بعد امام شافعیؒ عراق میں قیام نہ کر سکے، کیونکہ اب ان کے لیے "قدیم" کی نشر و ترویج کا کوئی امکان باقی نہیں رہ گیا تھا!

اس کے علاوہ عیسیٰ بن ابان نے ایک کتاب حدیث قبول کرنے کی شرطوں کے سلسلہ میں اور مراسیل اور شافعی کے رد میں بھی لکھی۔ عیسیٰ بن ابان نے اپنی کتابوں میں اپنے علم کے جوہر دکھائے۔ امام احمدؒ سے جن کی تعلیم انھوں نے حاصل کی تھی!

چنانچہ اصول پر جو کتاب ابوبکر الرازی نے لکھی ہے، اس میں عیسیٰ بن ابان کے بکثرت حوالے موجود ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ عیسیٰ بن ابان علم فقہ کے پہاڑ تھے، جس کی بلندی اور عظمت کے سامنے سب سر جھکانے لگے۔

علومِ اسلامیہ و عربیہ پر امام محمد بن الحسن کے احسانات

کمالِ علم

—— "تفسیر وحدیث اور فقہ واصول پر ہر وقت کے بہت سے ائمہ اور مجتہدین نے قلم اٹھایا ہے، اور کوئی شبہ نہیں ان کا یہ علمی سرمایہ بڑا قیمتی اور گراں بہا ہے!

لیکن امام محمدؒ نے ان موضوعات پر جو کچھ لکھا ہے، وہ سُرمۂ چشم صاحب نظراں کی حیثیت رکھتا ہے، انھوں نے ان علوم وفنون پر ایسے مصنفات ومولفات اپنی یادگار چھوڑے ہیں، جو موافق ومخالف ہر طبقہ اور ہر حلقہ میں متداول ہیں۔ اور جن سے کوئی بھی ایسا نہیں جو استفادہ پر مجبور نہ ہو!"

امام احمد بن حنبلؒ کی رائے

امام محمدؒ کی کتابوں کے بارے میں

امام محمدؒ کو اپنے معاصرین میں، فقہ و اصول فقہ اور اس کے اسرار و غوامض میں غیر معمولی امتیاز حاصل تھا۔ وہ صرف ایک بلند پایہ عالمِ قرآن، ایک عالی مرتبت محدّث اور ایک رفیع المنزلت فقیہ ہی نہ تھے، بلکہ اپنے وقت کے بہت بڑے مجتہد بھی تھے، وہ درجۂ اجتہاد پر فائز تھے، اور ان کے مجتہدات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بالغ نظری اور دقّتِ نظر واقعی بے مثل اور بے نظیر تھی!

فقہی گروہ بندی

عام طور پر، فقہی تحزب کے لوگوں کو اپنے حلقہ کے علاوہ دوسرے حلقہ کے ائمہ اور مجتہدین سے ایک طرح کی کدسی ہوتی ہے۔ اور وہ ان کے کمال و فضل کے اعتراف میں بخل سے کام لیتے ہیں۔ گویہ صورت امام محمدؒ کے ساتھ بھی تھی، بعض اہل ہوا نے ان کے خلاف داستانیں تک وضع کرنے میں کوئی

تامل نہیں کیا۔ اور ایسی بے سروپا باتیں دوسرے ائمہ اور مجتہدین کا مرتبہ اور پایہ گھٹانے کے سلسلہ میں کہیں، جن کو حقیقت اور واقعیت سے دور کا تعلق بھی نہ تھا، اور ان خرافات و افواہات کی چہرہ کشائی بھی، وقت کے نقادوں اور مؤرخوں نے کر دی، لیکن امام محمد کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ان کے خلاف اتنا زیادہ نہیں کہا اور لکھا گیا ہے، جتنا ان کی تعریف و تحسین اور اعتراف کمال میں کہا اور لکھا گیا۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھنا چاہیئے کہ امام صاحب کے فضل و کمال، نظر اور وسعت علم، تحقیق و تدقیق اور ملکۂ اجتہاد کا یہ عالم تھا کہ خود ان کے حلقہ کے لوگوں کے علاوہ فقہ اسلامی کے دوسرے مکاتبِ فکر کے ائمہ اور مجتہدین بھی جوش و خروش کے ساتھ ان کی خدمت میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

امام محمدؒ کے تفقہ کا اعتراف

امام شافعی تو خیر امام محمدؒ کے شاگرد تھے، لیکن احمد بن حنبل جیسا امام ہمام، جو فقہ علی الحدیث کا ماہر تھا، اور جو فقہ کو لفظی طور پر بھی حدیث کا تابع رکھنا چاہتا تھا، اور جس کی ساری عمر تحقیق و تدقیق حدیث ہی میں گذری ہے، امام محمد کے تفقہ اور عظمت و جلالت کے اعتراف میں رطب اللسان نظر آتا ہے۔ اور نہایت شاندار الفاظ میں کلماتِ تحسین و ستائش ان کے لیے پیش کرتا ہے۔

ذیل میں ہم اسی طرح کی چند مثالیں پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔

امام محمدؒ کی کتابوں کا استفادہ

خطیب کہتے ہیں کہ مجھ سے خلال نے بیان کیا کہ علی بن عمرو کہتے تھے کہ علی بن محمد نے بتایا کہ ہم سے ابوبکر القراطیسی نے کہا، کہ مجھے ابراہیم الحربی نے بتایا، انھوں نے کہا کہ ... تھے ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل کو مسائل فقہ پر گفتگو کرتے دیکھا تو

ہو کر پوچھا،

"یہ دقیق مسائل آپ نے کہاں سے حاصل کئے ہیں؟"

امام صاحب نے جواب دیا،

"امام محمد بن الحسن کی کتابوں سے"!

امام محمدؒ ماہرِ عربیت

اس طرح علامہ عبدالحی لکھنوی نے مؤطا امام محمد کی تعلیق کے مقدمہ میں انساب السمعانی سے امام احمد بن حنبل کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"جب کسی مسئلہ میں تین قول ایسے پائے جاتے تھے کہ ان کی مخالفت میں کوئی قول امام احمد بن حنبل نہیں سنتے تھے تو ان سے پوچھا جاتا،

"یہ اقوال کس کے ہیں؟"

وہ جواب دیتے:

"ابوحنیفہ، ابو یوسف اور محمد بن الحسن کے — ان میں سے ابوحنیفہ قیاس میں اپنا جواب نہیں رکھتے، ابو یوسف کی بصیرت سب پر فائق ہے، اور محمد سے زیادہ عربیت کا کوئی واقف اور شناسا نہیں"!

امام احمد بن حنبلؒ کا اقرارِ صالح

نہایت صاف اور صریح الفاظ میں امام احمد بن حنبل نے، امام محمد کی دقت نظر، تحقیق و تمحیص مسائل اور عربیت پر عبور کامل کا اعتراف کیا ہے، وہ جہاں ان کی عالی ظرفی کا ثبوت ہے۔ وہاں اس حقیقت کو بھی واضح کرتا ہے کہ امام محمد کا علم کتنا گہرا اور کس درجہ کشش انگیز تھا کہ جو تھا، وہ اس کی طرف کھنچا چلا آتا تھا

فقہ پر حدیث کو ترجیح دو

کتاب "محنت احمد بن حنبل" میں موسیٰ بن حزام الترمذی کا قول ہے کہ،

"میں ابو سلیمان الجوزجانی کی خدمت میں اکثر امام محمد کی کتابیں پڑھنے اور ان سے استفادہ کرنے جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ پُل کے پاس راستہ میں امام احمد بن حنبل مل گئے، انھوں نے مجھ سے دریافت کیا،

"کہاں جا رہے ہو؟"

میں نے جواب دیا،

"ابو سلیمان کی خدمت میں جا رہا ہوں"

احمد نے مجھ سے کہا:

"تم پر تعجب ہے — جو سلسلۂ روایت تین واسطوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جاتا ہے، اُسے تو چھوڑ بیٹھے ہو اور جوزجانی کے پاس جاتے ہو جس کی روایت تین واسطوں سے صرف امام ابوحنیفہ تک جاتی ہے —!"

میں نے کہا،

"اے ابو عبداللہ! یہ کس طرح؟"

امام صاحب نے فرمایا،

"یزید بن ہارون واسط میں اس طرح روایت کرتے ہیں کہ ہم سے حمید نے، ان سے انس نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — اور جوزجانی کی روایت ہوتی ہے کہ ہم سے محمد بن الحسن نے، انھوں نے یعقوب سے روایت کی ہے کہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے

موسیٰ بن حزم کہتے ہیں کہ یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی، میں نے فوراً ایک کشتی کرایہ پر لی، اور سیدھا واسط پہنچا اور یزید بن ہارون سے سماعت کر آیا

مقصود اصلی

امام احمد بن حنبل کے اس ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ حدیث پر توجہ کرو، جب اس میں نظر وسیع ہو جائے تب فقہ کی طرف توجہ دو، تاکہ پورے طور پر مستفید ہو سکو!

جوزجانی کے نام ابن حنبلؒ کا خط

عاصم بن عصام الثقفی کہتے ہیں کہ

"میں ابو سلیمان جوزجانی کے پاس بیٹھا تھا کہ امام احمد بن حنبل کا ایک خط آیا جس میں لکھا تھا کہ "اگر آپ نے محمد بن حسن کی کتابوں سے روایت ترک کر دی ہے تو ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث کی سماعت کریں!"

جوزجانی نے اس رقعہ کی پشت پر یہ جواب لکھ دیا۔

"آپ کی تشریف آوری ہمارے لیے باعث عزت نہیں ہے، اور آپ کا تشریف نہ لانا ہمارے لیے موجب ذلت نہیں، کاش میرے پاس امام محمد کی کتابوں کا پڑے سے بڑا انبار ہوتا، اور میں ان سے روایت کرتا رہتا!

الوحاظی کا جواب

اسی طرح جس زمانہ میں امام احمد بن حنبل ابھی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کی کتابوں سے متنفر ہوئے تھے، ایک مرتبہ انھوں نے اسی طرح کی باتیں یحییٰ بن صالح الوحاظی سے بھی کیں لیکن

وحاظی کا جواب جوزجانی سے بھی کہیں زیادہ تند و سخت تھا۔[1]

اضطراب روایت

اوپر جو روایتیں پیش کی گئیں ان میں ایک طرح کا اضطراب پایا جاتا ہے پہلی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام احمد بن حنبل، امام محمد کی کتابوں سے حد درجہ متاثر اور ان کے بے حد ثنا خواں اور مدّاح و معترف تھے۔

دوسری روایت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کوشش کرتے تھے کہ متعلمین کو امام محمد کی ... کی سماعت سے روکیں اور علوسند کا ذکر کرکے درس فقہ سے روکیں، حالانکہ وہ بھی اچھی طرح جانتے ... کہ بغیر تفقہ کے سماعت حدیث کچھ زیادہ سود مند نہیں۔

تیسری روایت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جو لوگ امام محمد کی کتابوں سے روایت کیا کرتے ... یہ کہہ کر روک دیں کہ ہم آپ سے سماعت حدیث کے لیے حاضر ہونا چاہتے ہیں گویا استاذ ... کر شاگرد سے علم حاصل کرنے کے آرزو مند ہیں بشرطیکہ وہ اپنے استاذ کی روایت کتب سے ...

— یہ کتنی عجیب بات ہے۔

تطبیق روایت

بظاہر ان تینوں روایتوں میں تطبیق دینا مشکل نظر آتا ہے، لیکن اصل بات یہ ہے ... اور تیسری روایت اس زمانہ کی ہے جب امام احمد بن حنبل کا امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب ... کتب سے تاثر ختم ہو چکا تھا جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ اور پہلی روایت اس دور کی ہے ... حنفی کی کتابوں کا بامعان نظر مطالعہ کرکے بخوبی ان سے بہت زیادہ متاثر تھے۔

---

[1] وحاظی کا جواب یہ تھا۔ ابوحنیفہ کا کسی مسئلہ میں ایک قول ساری دنیا سے زیادہ نفع رساں ہے ...

احمد بن حنبل ابو یوسف کے شاگرد تھے

واقعہ یہ ہے کہ امام احمدؒ بن حنبل، امام ابو یوسفؒ کے شاگرد بھی تھے۔ اور کامل تین سال تک
ان کے حلقہ میں بیٹھ چکے تھے۔ اور ان سے حدیث کی سماعت بھی کی تھی، اور ان کی روایت پر مبنی
تین قماطر بھی تحریر فرمائے تھے۔ جیسا کہ حافظ ابن سید الناس نے شرح السیرۃ وغیرہ میں لکھا ہے
یہیں کے دوران قیام میں انھیں امام محمد کی کتابوں کا موقع ملا اور ان کتابوں کے مطالعہ سے
وہ امام صاحب کے علم و نظر سے اتنے متاثر ہوئے کہ باقاعدہ ان کے عقیدتمندوں میں شامل ہو گئے۔

فقہ مستنبط سے اختلاف

اس کے بعد ایک دوسرے دور میں امام احمدؒ بن حنبل داخل ہوئے اور فقہ مستنبط کے سخت مخالف
ہو گئے، یعنی صرف اس فقہ کے قائل ہو گئے جو قرآن وحدیث کے الفاظ سے ثابت ہوتی ہو، لیکن جو فقہ
مستنبط ہو قرآن اور حدیث سے اس سے بیزار ہو گئے۔ چنانچہ اس دورِ حیات میں صرف امام ابو حنیفہ
یا امام محمد ہی پر نہیں، بلکہ وہ امام مالکؒ، ثوریؒ، شافعیؒ، ابو عبیدؒ، اور ابو ثورؒ وغیرہ اکابر کے فتاویٰ
پر انھوں نے جو رائے زنی کی ہے، وہ ابن جوزی کی مناقب احمدیہ میں دیکھی جا سکتی ہے

افکار و خیالات میں انقلاب

امام احمدؒ بن حنبل کے افکار و خیالات میں یہ انقلاب آہستہ آہستہ رونما ہوا، پھر روز بروز
وہ فقہ مستنبط کے خلاف ہی ہوتے چلے گئے، چنانچہ ابن عبدالبر نے "انتقا" میں ان کا ایک واقعہ لکھا
ہے جو خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

امام احمدؒ بن حنبل کو جب یہ معلوم ہوا کہ ابو یعقوب اسحاق بن منصور الکوسج خراسان میں براہ راست
... مسائل میں ان سے روایت کر رہے ہیں، تو یہ بات انھیں بہت ناگوار گذری، اور انھوں نے

قسم کھائی کہ وہ اپنے تمام بیان کردہ مسائل سے رجوع کرتے ہیں، حالانکہ مسائل میں اسحاق ابن منصور
اور ابن راہویہ حنبلی کی کتاب "فقہ حنبلی کی مایہ ناز کتابوں میں مانی جاتی ہے۔ فقہ حنبلی کے مسائل
سے متعلق اس سے زیادہ قابل اعتماد اور موثق کتاب کوئی دوسری نہیں ہے، چنانچہ ...
جہاں کہیں بھی امام احمد بن حنبل کے افکار و آراء سے بحث کرتے ہیں، ابن راہویہ کی سند
دیتے ہیں۔

فقہی آراء سے رجوع

امام احمدؒ نے اپنے دیئے ہوئے فتووں اور فقہی آراء سے جو رجوع کر لیا تھا، اس کی وجہ
یہ نہیں تھی کہ وہ انھیں غلط سمجھتے تھے، بلکہ یہ عمل زہد و ورع پر مبنی تھا۔ وہ فتویٰ دینے سے
ہچکچاتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو ان کا فتویٰ نمونہ بن جائے اور لوگ روایت اور رائے کے پیچھے
دوڑنے لگیں۔

بعد میں تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ انھوں نے تحدیث کا سلسلہ بھی منقطع کر دیا تھا
کہ ابو طالب المکی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔
اگر وہ روایت کی بیروی برداشت کر سکتے تو پھر تحدیث کا سلسلہ قطع نہ کرتے، اور
کتابیں نہ دھو ڈالتے جنکی جمع و تدوین میں انھوں نے اپنی عمر عزیز صرف کر دی تھی، اگر یہ
لیے کیا کہ وہ ڈرتے تھے کہیں لوگ روایت ہی کو سب کچھ نہ سمجھ لیں۔

تدوین علوم کی برکت

ہر شخص کو معلوم ہے کہ جمع قرآن کا کام حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد میں ہوا، کیونکہ انھوں نے جمع قرآن
کی ضرورت اور اہمیت محسوس کر لی تھی، اسی طرح حضرت عثمانؓ نے فیصلہ کیا کہ قرآن کے
... کے نسخے امصار مسلمین میں بھیج دیئے جائیں ۔۔۔ ۱

صدرِ اوّل میں راویوں کی بڑی جماعت کتابتِ حدیث و تفسیر و فقہ کی سخت و شدید مخالف
تھی، روایت و کتابت پر اعتراض صدرِ اوّل میں تو کسی حد تک قابلِ فہم ہے، لیکن تیسری صدی ہجری
میں اس اعتراض کی تجدید ناقابلِ فہم ہے۔ کیونکہ جب کوئی کام پہلے پہل شروع ہوتا ہے تو اس کی
افادیت سمجھ میں آ سکتی ہے، لیکن جس کام کو کئے ہوئے تین سو برس گذر چکے ہوں، اور امت تدوین
علوم پر متفق ہو جائے، اور جمہور اس کی ضرورت کو تسلیم کر لیں اور اس پر عمل درآمد بھی شروع ہو جائے
پھر اس کی مخالفت سمجھ سے بالا ہے۔

اور کون اس بات کا تصور کر سکتا ہے کہ اگر قرآن کو باقاعدہ مرتب کر کے اسکی کتابت نہ کرائی جاتی اور
مرتب لکھے ہوئے نسخے دیارِ اسلام میں نہ بھیجے جاتے اور صحابہ کرام کی نگرانی اور زندگی ہی میں یہ کام اہم
انجام نہ پا جاتا اور قراء و محدثین اس کام میں ہاتھ نہ بٹاتے اور حدیث و علوم حدیث کی تدوین نہ ہوئی ہوتی
اور اصول کی تاسیس عمل میں نہ آئی ہوتی، کتب فقہ تالیف نہ کی جاتیں، جملہ علوم شرعیہ و ادبیہ قیدِ
تالیف و تدوین میں نہ آ گئے ہوتے تو کیا ہوتا؟
آج مسلمان کہاں ہوتے؟

یہ معارفِ قرآنی، یہ معارفِ حدیث، یہ معارفِ فقہ، یہ معارف علومِ متفرقہ جو آج مدوّن اور مرتب
و منضبط صورت میں نظر آ رہے ہیں، اگر صرف لوحِ حافظہ پر مرتسم رہتے تو کیا اپنی اصلی حالت پر قائم رہ سکتے
تھے، کیا ان میں توسیع ہو سکتی تھی؟
کیا ان کی شاخیں پھوٹ سکتی تھیں؟
کیا ان کے اسرار و حکم معرضِ بیان میں آ سکتے تھے؟

جمہورِ اُمّت کا مسلک

امام احمد بن حنبل نے اس سلسلہ میں وہ اُسوہ اختیار کیا، جو علماء کا اُسوہ نہیں تھا، وہ رائے و روایت
و حدیث میں سرگرمیت سے خائف تھے، وہ اس راہ کے سالک تو تھے، لیکن اسوہ اور قدوہ بننے

کے لیے تیار نہ تھے، وہ ایک نمونہ بننے سے گریز کر رہے تھے۔
لیکن جمہورِ امت، نہ انکی رائے پر چل سکی، نہ ان کے اُسوہ پر!
کتنی عجیب بات ہے۔ جمہورِ امت نے اس باب میں تو امام صاحب کو اُسوہ اور قدوہ...
ہے جس میں وہ اُسوہ اور قدوہ بننے پر تیار تھے، اور اس باب میں انھیں اُسوہ اور قدوہ...
سے وہ محترز رہنا چاہتے تھے، اور ان کی زندگی میں، ان کی وفات کے بعد، بلکہ ان کے عالم...
سے بھی پہلے، اسی کو امت امرِ واجب سمجھتی رہی، اسی پر عامل رہی اور آج بھی اسی پر عمل درآمد...
ہے!

حدیث و فقہ قیدِ تحریر میں

امام احمد بن حنبل کے احوال و سوانح پر اگر ایک غائر نظر ڈالی جائے اور ان کا تحقیقی...
مطالعہ کیا جائے تو یہ امر واضح ہو جائے گا کہ شروع میں وہ حدیث بھی لکھ لیتے تھے اور...
قیدِ تحریر میں لے آتے تھے، یہ وہ دور تھا جب وہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب امام ابو یوسف
امام محمد وغیرہ سے بے انتہا متاثر تھے۔ اور ان کی تعریف و تحسین میں تر زبان رہتے تھے۔
پھر بعد میں ان کے افکار و آراء میں انقلاب پیدا ہوا، اور رفتہ رفتہ یہ انقلاب فکر و رائے...
گیا۔ آخر دورِ حیات میں پھر ان کی رائے نے دوسرا رخ اختیار کیا، اور ایک مرتبہ پھر وہ امام...
اور ان کے اصحاب کے بارے میں تقریباً ویسی ہی رائے ظاہر کرنے لگے جیسی شروع شروع...
کرتے تھے۔ جو مدح و تحسین پر مشتمل ہوتی تھی جیسا کہ ابوالورد نے جو ائمہ حنابلہ میں سے...
"اصول الدین" میں ذکر کیا ہے اور علامہ سلیمان بن عبدالقوی الطوفی حنبلی نے بھی...
"شرح مختصر الروضہ" میں نقل کیا ہے۔
"شرح مختصر الروضہ" حنبلی کتابوں میں بڑی اہم اور معرکہ کی کتاب مانی جاتی ہے...
سی کتابوں کی طرح یہ بھی نایاب ہے اور کہیں نہیں ملتی، لیکن دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ...

نہ برتی جائے گی، اس وقت تک غلط بیانیوں کے طومار قائم ہوتے رہیں گے اور ان کا ان کے بارے میں غلط فہمیوں کا سلسلہ جاری رہے گا!

یں بھی موجود ہے۔
شرح مختصر الروضہ" حنابلہ کے مسلک اور فقہ حنبلی کے اصولوں پر مشتمل ہے، اور اپنے موضوع پر سب سے زیادہ قابل اعتماد کتاب مانی جاتی ہے۔

اصل بات

اصل بات تو وہ تھی جو تحقیق و تمحیص کے بعد ہم نے صفحات گزشتہ میں بیان کی ہے، باقی رہیں وہ باتیں جو ائمہ کے بارے میں اور ان کے باہمی اختلافات کے بارے میں بیان کی جاتی ہیں؛ وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان پر بادنیٰ نظر یقین کر لیا جائے۔

یہ ائمہ فقہ، جنہوں نے فقہ کے مختلف مکاتب فکر قائم کئے، جنھوں نے اپنی عمر عزیز صرف کر کے اس فن کی تدوین کی، اور اس تدوین میں خون پانی ایک کیا، جنھوں نے ساری دنیا سے کٹ کر، سارے علائق سے منہ موڑا، اور ہر طرف سے یکسو ہو کر، اس دینی خدمت کو ایک فریضہ سمجھ کر انجام دیا، جنھوں نے ایک ایک حدیث، ایک ایک مسئلہ اور ایک ایک قول کی تحقیق و تصدیق کے لیے سینکڑوں ہزاروں میل کا سفر برداشت کیا، ہر طرح کی زحمتیں اٹھائیں، صعوبتوں کا مقابلہ کیا، مشکلات سے دوچار ہوئے، تب کہیں جا کر کوئی رائے قائم کی، اور اس پر جم گئے۔

دینی خدمت اور فریضہ

جن لوگوں نے دینی خدمت اور دینی فریضہ سمجھ کر یہ کام کئے، ان کے بارے میں اہل اہوا نے باہمی منافرت، اختلاف اور طنز و تعریض کی جو داستانیں گھڑ رکھی ہیں، اور جن سے بعض دفعہ اس علماء بھی اتنے متاثر نظر آتے ہیں کہ بے تکلف اور بلا تحقیق مزید انھیں اپنی کتابوں میں نقل کر دیتے ہیں، وہ ایسی نہیں ہیں کہ ان پر ایمان لے آیا جائے، ان پر غور کرنے اور ان سے کامل تحقیق و تفحص کے بعد ان کے بارے میں کسی فیصلہ اور نتیجہ تک پہنچنے کی ضرورت ہے۔ جب تک یہ احتیاط

اعتقادی مسائل میں نزاع و اختلاف

فکرِ صائب، تفکر، تدبّر اور تعقّل

کی مثال

سلفِ صالح کی پیروی

—— "بعض اعتقادی مسائل ہمیشہ سے متنازعہ فیہ رہے ہیں اور اختلاف اتنا بڑھا ہے کہ نوبت کشت و خون اور جنگ و جدال تک آگئی ہے۔ تکفیر کے حربوں کے سوا، شمشیر و خنجر اور تیغ و سناں کا استعمال بھی بے محابا کیا گیا ——!

ان مسائل پر امام محمدؒ نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے، ان میں نہ کوئی تلخی ہے، نہ جوش، سادگی اور صفائی کے ساتھ اس مسلک کی طرف اشارہ کر دیا ہے، جو سلفِ صالح کا تھا!

•

چند متنازعہ فیہ اعتقادی مسائل

اور ان مسائل سے متعلق امام محمدؒ کی رائے

حافظ ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن الحسن اللالکائی نے شرح السنۃ میں خلق قرآن کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے:

خلق قرآن کا مسئلہ

اسماعیل بن الحسن البخاری جو رَے کے زاہدوں میں شمار ہوتے تھے، روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو عمرو عثمان بن سعید سے، انھوں نے احمد بن خالد سے، انھوں نے عبداللہ بن ابی حفص سے، انھوں نے ابو سعید سعد بن معاذ الدورقی سے، انھوں نے ابو سلیمان الجوزجانی سے سنا کہ "میں نے امام محمد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو!"[1]

اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ نفسِ قرآن کا جہاں تک تعلق ہے، وہ تو غیر مخلوق ہے یعنی حادث نہیں ہے، لیکن

- کاتب کی کتابت
- تلاوت کرنے والے کی تلاوت
- حافظ کے ذہن میں آنے والے صوَرِ ذہنیہ

ان کا حادث یعنی فانی ہونا محسوس اور مشاہد ہے۔

محسوسات کا انکار

جو شخص ان چیزوں کو حادث نہیں مانتا، وہ محسوسات کا انکار کرتا ہے، اور بدیہیات پر حملہ کرتا ہے، اور وہ ان لوگوں کے مانند ہے جو الفاظِ قرآنی کو مخلوق کہنے والے پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں۔ کیونکہ الفاظ، اور جس شخص کے منہ سے الفاظ نکلتے ہیں، دونوں کے دونوں فانی اور حادث ہیں۔ بعض لوگوں نے اس مسئلہ میں بہت زیادہ غلو سے کام لیا اور ہمیں نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ابی حاتم اور ابو مسندہ جیسے لوگ بھی اس فہرست میں شامل ہیں۔ کاش غلو نے اس مسئلہ کو اتنا نازک اور پیچیدہ نہ بنا دیا ہوتا جس کے باعث اس میں ...

---

[1] خلق قرآن، یعنی قرآن کریم کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے کا مسئلہ ایک زمانہ میں کفر و اسلام کا مسئلہ بن گیا تھا، پھر جب مامون الرشید نے اس مسئلہ میں عملی حصہ لیا، اور دربارِ خلافت کی طرف سے علماء و قضاۃ کو مجبور کیا گیا کہ وہ مامون کی مرضی کے مطابق قرآن کے مخلوق یعنی حادث ہونے کا فتویٰ دیں اور عوام کو بھی مجبور کیا گیا کہ وہ اس عقیدہ کو تسلیم کرلیں۔ یہ وقت بڑا نازک تھا، اور علماء کی بہت بڑی تعداد اقتدار اور داب سلطانی کے سامنے سرنگوں ہو گئی۔ اس نے خلیفہ کے حسبِ مرضی فتویٰ دینا شروع کر دیئے۔ مامون اس مسئلہ میں اتنا متشدد تھا کہ ... (باقی حاشیہ ...)

پڑا اور ایسے حالات پیدا ہوگئے جنھوں نے مسلمانوں میں؛ اور ان کی سطوت وشوکت میں بالآخر ضعف
انحطاط کی صورت پیدا کردی۔

خدا کا سماء دنیا پر نزول

اللالکائی کی روایت ہے کہ
ہم سے محمد بن سلیمان نے، اور وہ ابو علی الحسن بن یوسف ابن یعقوب سے، وہ ابو محمد احمد بن علی
بن زید الصمدانی سے، وہ ابو عبداللہ محمد ابن عمرو الطوابلیسی سے، وہ عمرو بن وہب سے، روایت کرتے
ہیں کہ:۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کو جنھوں نے اس کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کیا، عبرت انگیز اور
ایذاء خیز مصائب میں مبتلا کیا۔

لیکن جو لوگ حق کے پرستار ہوتے ہیں، وہ رعب شاہی سے خائف ہوئے، نہ جلاد کے کوڑوں سے ڈرے
کوئی چیز ان کے عزم وثبات میں تزلزل پیدا کر سکی، نہ قید وزنداں کا بھیانک تصور ان کی رائے میں
تبدیلی کر سکا۔

ان ہی اصحاب عزائم میں امام احمد بن حنبل بھی تھے،

امام صاحب نے مامون کی مرضی کے خلاف فتویٰ دیا کہ قرآن غیر مخلوق ہے ان کے دوستوں اور ہوا خواہوں نے انھیں
مجبور کیا کہ خاموش رہیں، لیکن انھوں نے اتنے اہم مسئلہ میں مداہنت گوارا نہ کی، فتویٰ دیا اور اس پر قائم رہے
معتصم جیسا شخص کس طرح یہ برداشت کر سکتا تھا، غضبناک ہو کر اس نے امام صاحب کو اپنے دربار میں طلب کیا
اور جلاد کو حکم دیا کہ کوڑے لگائے، وہ کوڑے کھاتے جاتے اور اپنا فتویٰ دہراتے جاتے تھے، کئی دن تک یہ سلسلہ جاری
رہا، اس کے بعد مامون نے انھیں نذر زنداں کر دیا، پھر اس کی وفات کے بعد، معتصم باللہ جب مسند خلافت پر متمکن ہوا
تو اس نے کچھ دن بعد انھیں غیر مشروط طور پر رہا کر دیا اور حسن سلوک سے پیش آیا۔ (رئیس احمد جعفری)

شداد بن حکیم امام محمد بن الحسن سے وہ احادیث روایت کر رہے تھے جن میں آیا
ہے کہ خدا سمائے دنیا تک اُترتا ہے اور اسی طرح کی دوسری حدیثیں بھی۔
امام محمدؒ نے فرمایا:۔
ان حدیثوں کو ثقہ راویوں نے روایت کیا ہے ہم بھی ان کی روایت
کرتے ہیں اور ان پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن ان کی تفسیر نہیں کرتے!"

صفاتِ الٰہی پر ایمان

اللالکائی کی روایت یہ بھی ہے کہ
ہم سے احمد بن محمد بن حفص نے، ان سے محمد بن احمد بن سلمہ نے، ان سے ابو سہل بن عثمان
بن حکیم السمی نے روایت کی کہ میں نے ابو اسحاق ابراہیم بن احمد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے احمد
بن طلحہ نے بیان کیا کہ میں نے ابو عبید اللہ بن ابی حنیفہ الدبوسی کو کہتے ہوئے سنا کہ
"میں نے امام محمد بن الحسن سے سنا ہے کہ وہ فرما رہے تھے کہ شرق وغرب
کے تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ قرآن پر اور ان احادیث پر جو ثقات سے
مروی ہیں، اور جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب عزوجل کی صفت
بیان فرمائی ہے، ایمان رکھتے ہیں لیکن ان کی تفسیر نہیں کرتے، نہ ان کا وصف
بیان کرتے ہیں، نہ ان کے بیان کے سلسلہ میں تشبیہ سے کام لیتے ہیں۔ جو شخص
آج ان چیزوں کی تفسیر بیان کرتا ہے تو وہ اس طریقہ سے روگردانی کرتا ہے جو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، اور جماعت میں تفرقہ پیدا کرتا ہے، کیونکہ آنحضرت
صلعم کی پیروی میں فقہاء شرق وغرب نے نہ ان الفاظ کا وصف بیان کیا، نہ تفسیر
کرنے کی سعی کی، البتہ جو کچھ کتاب الٰہی اور سنت نبوی میں ہے اس کے مطابق فتویٰ
دے دیا۔ اس کے بعد سکوت اختیار کر لیا، پس جو شخص جہم کے قول کی پیروی

کرتا ہے، وہ خارج از جماعت ہے۔"

مخالفانہ اقوال کی تردید

امام محمد کی ان تصریحات سے ان حضرات کے اقوال کی اچھی طرح تردید ہو جاتی ہے، جو بغیر سند اور تحقیق کے یہ دعویٰ کرتے رہتے ہیں بلکہ الزام لگاتے ہیں کہ ائمہ و علماء احناف :-

- خلق قرآن کے قائل ہیں۔
- جہم کی رائے پر عامل ہیں۔
- اصحاب رائے ہیں۔

حالانکہ یہ الزام سراسر غلط ہے، ائمہ و علماء احناف کا مسلک یہ تھا کہ صفاتِ الٰہی میں غور و خوض نہیں کرنا چاہئے۔ نہ اس مسئلہ پر لب کشائی کرنی چاہیے۔ اور سلف صالح کا بھی یہی مسلک ہے اور عہد [illegible] تک اسی پر عملدرآمد جاری رہا، البتہ بعض اصحاب نے رفع شبہ کے لیے اور تاویل کی ضرورت محسوس کر کے حسب ضرورت ضرور لب کشائی کی۔

میرا مذہب وہی ہے جو خلفائے راشدین کا تھا

بیہقی کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن محمد نے، ان سے مکرم نے، ان سے مسروق بن محمد نے، ان سے ابو عبداللہ بن ابراہیم بن محمد نے، ان سے شعیب بن ایوب نے، ان سے حسن بن زیاد نے کہا کہ

میں نے امام محمد بن [illegible] زیاد کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے، امام ابوحنیفہؒ کا اور امام ابو یوسفؒ کا مذہب وہی ہے جو ابوبکرؓ کا تھا، عمرؓ کا تھا، عثمانؓ کا تھا، علیؓ کا تھا۔ (رضی اللہ عنہم)

جہم: جہم بن صفوان، معتزلی جو تشبیہ اور تجسیم کا قائل تھا۔

اور کوئی شبہ نہیں جو اس راستہ سے روگرداں ہوتا ہے، وہ سنت رسولؐ کے راستے [illegible] ہی دور ہے جتنی زمین آسمان سے۔"

امام محمدؒ کا عقیدہ

یہ امر واقعہ ہے کہ امام محمد اور ان کا سارا مکتبِ فکر جس عقیدے پر سختی سے عامل تھا [illegible] صالح کا عقیدہ تھا، اور اس سے سرمو انحراف کرنا ان کے نزدیک معصیت تھا۔

امام محمدؒ نے اگرچہ فقہ و اصول فقہ میں بڑی باریک بینی اور ژرف نگاہی سے کام لیا [illegible] ایک مومن قانت کی طرح، وہ بڑی سختی سے سلفِ صالح کے راستے پر گامزن تھے، اور [illegible] برابر بھی نہ ہٹتے تھے، نہ ان لوگوں سے کسی طرح کی مداہنت کرتے تھے جو ایسے مسائل میں اپنی [illegible] کام لیتے ہیں۔ اور سنت رسولؐ کے برعکس صفاتِ الٰہی کے بیان میں اپنی عقل کو آزاد چھوڑ [illegible] ہیں اور اس پر ذرا غور نہیں کرتے کہ ان کا یہ مسلک آنحضرتؐ کے بتائے ہوئے اور [illegible]

-------- اور سکھائے ہوئے راستہ سے قطعاً مختلف بلکہ مخالف ہے۔ زندگی کی [illegible] تک وہ پوری صداقت اور ثبات و عزم کے ساتھ اس مسلک پر عامل اور اس عقیدہ [illegible]

اعترافِ فضل وکمال

ہم عہد حریفوںؔ اور حلیفوںؔ کی طرف سے

خصوصیت

—— "اکابر و اعاظم کی ذات نکتہ چینی سے محفوظ نہیں ہوتی، ان کے افکار و خیالات پر بھی سختی سے نکتہ چینی کی جاتی رہی ہے، امام محمدؒ کی ذات اور ان کے افکار و خیالات کو بھی نکتہ چینی سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔

لیکن امام محمدؒ کو ایک خصوصیت خاصہ یہ حاصل ہے کہ ان کے ہم عہد حریفوں اور حلیفوں نے ان کی ثنا و صفت کے اعتراف و اقرار میں بخل یا تأمل سے کام نہیں لیا۔

امام محمدؒ کی ثنا وصفت

وقت کے اصحاب علم وفضل وکمال کی زبان سے

امام محمد بحر العلوم تھے، کوہ فضل وکمال تھے، وہ علوم گوناگوں کے ماہر تھے، ان کے صفات حسنات اور فضائل وکمالات تحسین وستائش سے بے نیاز اور اعتراف واقرار سے ماوراء تھے، وہ جملہ علوم اسلامیہ خصوصاً حدیث اور فقہ واصول میں خاص طور پر مرتبۂ اجتہاد پر فائز تھے، انھوں نے اپنی ذکاوت وذہانت سے [illegible] اٹھایا، اور اپنی ملت کا دامن بھی جواہر عالی سے بھر دیا۔ امام محمد کا علم ایک بحر ذخار تھا جس [illegible] ان کی تعداد حد شمار سے خارج ہے، بلوغ وشعور کی منزل پر پہنچنے کے بعد زندگی کی آخری [illegible] کی خدمت کرتے رہے، زبان سے بھی قلم سے بھی اور دماغ سے بھی، اور اس خدمت کا [illegible] کسی اور نے نہیں چاہا۔

دوسرے مکاتب فکر کا اعتراف

جو معرکہ آرا کتابیں، امام محمدؒ نے تصنیف فرمائی ہیں، وہ حدیث، فقہ، اور اصول پر [illegible] ہیں۔ ان کتابوں سے صرف امام ابوحنیفہؒ کے مسلک پر چلنے والوں نے ہی فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ دوسرے مکاتب فکر کے اصحاب واکابر نے بھی ان کا مطالعہ کیا، اور ان سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اس کے اعتراف میں بھی تامل اور بخل سے کام نہیں لیا۔

علمی حلقہ میں بدقسمتی سے ایک بات بہت زیادہ عام ہے، یعنی عالم، عالم کی تعریف کرتے ہوئے، اس کے فضل وکمال کا اعتراف کرتے ہوئے، اس کے علم ونظر کی داد دیتے ہوئے [illegible] کی جھجک محسوس کرتا ہے۔ لیکن کچھ عبقری[1] ایسے ہوتے ہیں، جو اپنے فضل وکمال کے اعتراف پر [illegible] کو مجبور کر دیتے ہیں۔ امام محمدؒ بھی انہی اکابر میں تھے، جنھوں نے اہل علم کے حلقہ میں اپنے فضل [illegible] بنیاد پر خراج تحسین وعقیدت حاصل کیا۔

ذیل میں ہم اس طرح کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

مالکؒ کی زبان سے محمدؒ کی تعریف

ابن ابی العوام الحافظ بسند بیان کرتے ہیں کہ:-

"ایک مرتبہ مالک بن انس کی خدمت میں اصحاب حدیث حاضر تھے، انھوں نے فرمایا [illegible] "مشرق کی طرف سے ہمارے پاس کوئی ایسا شخص نہیں آیا جو ایسی ذہنی ودماغی صلاحیتیں رکھتا ہو، جیسی یہ نوجوان رکھتا ہے — اس محات [illegible]

---

[1] عربی زبان میں "عبقری" اس شخص کو کہتے ہیں، جسے انگریزی میں "جینیئس" [illegible] اور جو اُردو میں بھی چل پڑا ہے۔

میں امام محمد بن الحسن بھی تشریف فرما تھے، میری نظریں ان پر جمی ہوئی تھیں اور امام مالکؒ انہی کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔"

معلوم ہونا چاہیئے، کہ امام مالکؒ کے پاس آنے والوں میں ابن المبارکؒ، وکیع اور عبدالرحمن بن مہدی جیسے اجل علماء بھی تھے، لیکن امام مالکؒ نے ان سب پر جس کی ذکاوت و فہانت کو ترجیح دی، وہ امام محمدؒ تھے۔

امام شافعیؒ کا اعتراف

ابن ابی العوام کی روایت ہے کہ:

"ایک مرتبہ امام شافعیؒ نے فرمایا: میں نے کتاب اللہ کا عالم، امام محمدؒ سے زیادہ کسی کو نہیں پایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ کتاب انہی پر نازل ہوئی ہے۔"

امام شافعیؒ کا ایک اور قول

امام شافعیؒ ہی کا یہ قول بھی ہے کہ:۔

"میں نے کوئی شخص امام محمدؒ جیسا نہیں دیکھا، جب وہ قرآن کریم کے معارف و معانی پر گفتگو کرتے تھے، تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قرآن نازل ہو رہا ہے۔ میں نے ان سے جو معلومات حاصل کئے، اور انہیں ضبط تحریر میں لایا، وہ ایک بار شتر سے زیادہ ہیں۔"

شتر سے میری مراد بختی نر اونٹ ہے جو دوسرے اونٹوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ بوجھ لادنے کی سکت رکھتا ہے۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ مزنی سے ایک آدمی نے سلسلۂ گفتگو میں کہا۔

"محمد کا قول ہے!"

انھوں نے پوچھا

"محمدؒ کون؟"

اس نے جواب دیا،

"امام محمدؒ بن الحسن!"

یہ سُنکر فرمایا،

"مرحبا مرحبا، ـــــ خدا اس شخص پر اپنی رحمت نازل کرے جس نے کان کو سماعت سے اور قلب کو فہم سے معمور کر دیا۔"

پھر فرمایا

"جانتے ہو یہ کس کا قول ہے؟ ـــــ میں نے ابھی جو الفاظ امام محمدؒ کے بارے میں کہے، وہ میرے نہیں، امام شافعیؒ کے ہیں۔"

حمیری سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے،

"میں نے حلال و حرام، اور علل، اور ناسخ و منسوخ کا عالم امام محمدؒ سے زیادہ کسی کو نہیں پایا۔"

امام محمدؒ میرے اُستاذ تھے

امام شافعیؒ کا یہ قول بھی ہے،

"میں اعتراف کرتا ہوں کہ میرے استاذ کامل امام مالکؒ تھے، اور ان کے بعد جسے اپنا استاذ مانتا ہوں، وہ امام محمد بن الحسن الشیبانی کی ذات گرامی ہے۔"

امام محمدؒ سب سے بڑے فقیہ تھے

امام محمدؒ کے بارے میں امام شافعیؒ کے بہت سے اقوال ہیں، منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ

"اگر لوگ فقہاء کے بارے میں انصاف سے کام لیں، تو وہ یہ ماننے پر مجبور ہوں گے کہ انھوں نے امام محمدؒ کا سا عالم بے ہمتا کسی اور کو نہیں پایا ہے۔"

بہت سے فقیہوں کی مجلس میں بیٹھا، لیکن میں نے امام محمدؒ سے بڑا فقیہ کسی کو نہیں پایا۔ وہ مسائل فقہیہ کا بیان بڑے اثر انگیز انداز میں کرتے تھے اور اسباب پر اس طرح روشنی ڈالتے تھے کہ دوسرے اکابر اس طرح بیان کرنے سے عاجز اور درماندہ تھے!

میں نے امام محمدؒ سے بہت کچھ حاصل کیا

امام شافعیؒ امام محمدؒ کی ثنا و صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے۔

"میں نے امام محمدؒ سے جو کچھ حاصل کیا، وہ ایک بار شتر سے زیادہ ہے اور دنیا میں تمام لوگ اہل عراق کے عیال ہیں، اور اہل عراق اہل کوفہ کے عیال ہیں اور اہل کوفہ سب کے سب، امام ابوحنیفہ کے عیال ہیں۔"

مزنی کا اقرار

مزنی اصحاب محمدؒ کی ثنا و صفت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

"یہ وہ لوگ تھے کہ خدا کی قسم، جب زبان تکلم کو بارائے سخن دیتے تھے تو کانوں کو مسحور کر دیتے تھے۔ اور جب فقہ و اصول پر گفتگو کرتے تھے تو ... دانشمند وذکاء کے فقہا پر کھول دیتے تھے، جن تک ان کی رسائی نہ تھی!

پھر مزنی نے اپنے اصحاب کی طرف دیکھا اور کہا،

"خدا کی قسم میں نے جو کچھ کہا ہے، یہ امام شافعیؒ کے الفاظ ہیں جو میں نے خود اپنے کان سے اور ان کی زبان سے سنے ہیں، بلکہ وہ تو اس سے بھی پرزور

الفاظ میں یہ خیالات ظاہر فرمایا کرتے تھے۔!"

امام محمدؒ کی فصاحت و بلاغت

امام شافعیؒ کا قول ہے:۔

"میں نے امام محمدؒ بن الحسن سے زیادہ فصیح و بلیغ کوئی اور شخص نہیں دیکھا!"

امام شافعیؒ ہی کا یہ قول بھی ہے کہ:۔

"میں نے جب بھی کسی امام فقہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا تو محسوس کیا کہ جواب دیتے وقت اس کا رنگِ رخ بدل گیا — سوا امام محمدؒ کے!"

خطیب کی روایت

خطیب سند صحیح کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ:۔

"امام شافعی نے فرمایا، میں اگر چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ قرآن امام محمدؒ کی لغت پر اترا ہے۔ یعنی از روئے فصاحت و بلاغت —!"

امام محمدؒ کی دانش و بینش

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:۔

میں نے کوئی موٹا تازہ آدمی روحانی اعتبار سے اتنا سبک بار نہیں دیکھا جتنے امام محمدؒ تھے، نہ ان سے زیادہ فصیح و بلیغ کسی اور شخص کو پایا۔ اور نہ ان سے زیادہ ہوشمند اور دانا کوئی اور شخص دکھائی دیا۔

جیسے قرآن امام محمدؒ پہ نازل ہو رہا ہے

امام شافعیؒ کا قول ہے کہ :-

"امام محمدؒ بن الحسن الشیبانی جب کوئی مسئلہ بیان کرتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قرآن نازل ہو رہا ہے ، نہ کوئی حرف مقدم ہوتا تھا نہ موخر!"

فقیہہ تو امام محمدؒ ہیں

ایک مرتبہ ایک آدمی نے امام شافعیؒ سے کہا ،

"فقہا آپ کی مخالفت کرتے ہیں !"

امام شافعیؒ نے پوچھا ،

"کیا تو نے کسی فقیہہ کو کبھی دیکھا بھی ہے ؟ ــــ فقیہہ تو محمدؒ بن الحسن ہیں ، اگر تو انھیں دیکھے تو کہے گا کہ وہ جب مصروف تکلم ہوتے ہیں تو آنکھ اور دل کو نور سے معمور کر دیتے ہیں ، میں نے دیکھا ہے کہ محمد بن الحسن سے زیادہ کسی شخص کو ذکی اور فہیم نہیں پایا !"

میں فقہ میں امام محمدؒ کا زیر بارِ احسان ہوں

امام محمدؒ کے بارے میں امام شافعیؒ کا یہ قول بھی ہے کہ :

"علم فقہ میں اگر میں کسی کا زیر بارِ احسان ہوں تو امام محمدؒ بن الحسن الشیبانی کا ۔"

حسن کلام امام محمدؒ کا حصہ تھا

"التہذیب" میں ، امام ذہبی نے اپنی کتاب میں امام شافعیؒ کے اس طرح کے

بہت سے اقوال نقل کئے ہیں :-

ذہبی نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے کہ ابن کاس النخعی کا بیان ہے کہ مجھ سے حماد بن سفیان نے ، اور انھوں نے ربیع سے روایت کی کہ :-

"امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے عقل ، ذکا کے اعتبار سے فقہ و اصول کے لحاظ سے زہد و تقشف کے نقطۂ نظر سے ، ورع و عبادت کی رُو سے ، حسن کلام اور خوبی تکلم اور بحث و گفتگو کے اعتبار سے امام محمدؒ سے بہتر اور برتر کسی کو نہیں پایا!"

مناقب شافعیؒ کا ایک ٹکڑا

مناقب الکردری میں امام شافعیؒ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا :-

"اللہ تعالیٰ نے مجھے دو آدمیوں کا زیر بار احسان کیا ہے ، حدیث میں ابن عیینہ کا ، اور فقہ میں امام محمدؒ کا !"

جامہ زیب و خوش لباس

امام محمدؒ سے اپنی ملاقات ، اور ان کے دیدار اور اپنے تاثرات اور واردات کا [illegible] نے بڑے اثر انگیز اور دل میں اتر جانے والے انداز میں کیا ہے ، وہ فرماتے ہیں :

"پہلے پہل جب میں امام محمدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ اپنے حجرہ میں نشست فرما تھے ، اور لوگ انھیں گھیرے ہوئے بیٹھے تھے ، میں نے ان کے چہرہ کی طرف نظر اٹھائی تو ایسا محسوس کیا جیسے میرے سامنے ایک مرد رعنا متمکن ہے ، جس کے چہرے کی برنائی اور زیبائی اپنا جواب نہیں رکھتی ، پھر میری نظر پیشانی پر گئی یوں معلوم ہوا ! جیسے ہاتھی دانت کی ایک

خوشنما تھی ہے، پھر میں نے ان کے لباس کو دیکھا، تو سب سے زیادہ جامہ زیب اور خوش لباس انہی کو پایا۔

نزاعی مسائل پر سوال

میں نے ان کے بعض مسائل کے بارے میں، جو اختلافی اور نزاعی تھے، سوال کیا، میرا خیال تھا ان مسائل کے جواب میں ان کی کمزوری میری گرفت میں آجائے گی۔ یا ان کی زبان سے ایسے الفاظ نکلیں گے جو ان کے ضعفِ فکر و نظر پر دال ہوں گے، لیکن میں نے دیکھا کہ وہ مسائل محترو منقد کے حلقہ سے اس خوبی وصفائی اور تیزی کے ساتھ نکل گئے کہ جیسے کمان سے تیر نکلتا ہے۔ انھوں نے اپنے مسلک کو پورے زور اور قوت اور اعتماد کے ساتھ بیان کیا، نہ ان کے لب ولہجہ میں جھجک تھی، نہ ان کے الفاظ میں ضعف اور کمزوری ——!

امام محمد رضؒ کی مجلس

یہ روایت بھی امام شافعی ہی کی ہے کہ:۔

"میں اکثر امام محمد کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا، اور آپ کے پاس بیٹھا کرتا، اور علم حاصل کیا کرتا تھا، بہتیری ان کی کتابوں کی انہی سے سماعت کی ——!

رحم و مروّت کا برتاؤ

امام محمد کے اوصاف و خصائل اور کردار و سیرت کا ذکر کرتے ہوئے امام شافعی

فرماتے ہیں:۔

"علم اور اسباب دنیا کے سلسلہ میں کسی شخص کا بھی ممنون کرم نہیں ہوں، البتہ امام محمد کا، ! میرے ساتھ جن کا برتاؤ ہمیشہ رحم و کرم کا اور لطف و مروّت کا رہا، جن کے اوقات ہمیشہ میری تعلیم و تدریس کے لیئے وقف رہے۔!"

ناسخ و منسوخ کا عالم

امام محمد کے پایہ و فضل و کمال، اور علم و فن کے بارے میں امام شافعی ارشاد فرماتے ہیں:۔

"حلال و حرام اور ناسخ و منسوخ کا کوئی بھی عالم یگانہ، امام محمد سے بڑھ کر میرے علم میں نہیں'!"

فتویٰ دینے میں ماہر

یہ بھی امام شافعی کا قول ہے:

"فتویٰ دینے کے فن میں امام محمد یکتا تھے، گویا یہ فن انہی کے لیے عالم وجود میں آیا تھا!"

تحمّل اور بردباری

امام محمد کے تحمّل اور بردباری اور علم و نظر کا بیان کرتے ہوئے امام شافعی فرماتے ہیں:

"میں نے امام محمد کا مثل کوئی آدمی نہیں دیکھا، وہ جب بات کرتے تھے، تو حکمت اور معرفت سے بھرپور، ناگوار اور ناپسندیدہ کو بھی سن لیتے تھے، تحمّل و بردباری کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے ——

کبھی اور کسی حالات میں بھی متنقل نہیں ہوتے تھے۔"

مابہ الامتیاز

امام محمد کی ذہانت و فراست، قوتِ حافظہ اور دانش و بینش کے بارے میں کون تھا جو ان کا مدّاح و معترف نہ ہو اور ان کے ان فضائل و ملکات کے اعتراف میں نغمہ سنج نظر نہ آتا ہو، یہ واقعہ ہے کہ امام محمد کے مدّاحوں اور ثنا خوانوں میں ہر طبقہ، ہر گروہ اور ہر جماعت کے اکابر و اصاغر اور ائمہ و مجتہدین نظر آتے ہیں، یہ سب ان کے بلوغِ نظر اور شعور رِ بلند پرواز کے قائل ہیں، اور بغیر کسی چنان و چنیں کے ان فضائل کا صاف اور واضح، اور غیر مشتبہ الفاظ میں اعلان کرتے ہیں:

ایک اور بات جو امام محمد کو دوسرے معاصرین سے ممتاز کرتی ہے، یہ ہے کہ لوگ فقہ میں ایک مخصوص مکتبِ فکر کے ترجمان اور داعی تھے، اور اپنے مسلک پر سختی سے عامل بھی تھے اور اس کی ترویج و تبلیغ میں بھی مصروف رہتے تھے۔ بلکہ اگر ضرورت و مصلحت کا تقاضا ہو تو مناظرہ تک سے دریغ نہیں کرتے تھے، لوگوں کو ان سے اختلاف بھی کرنا پڑتا تھا، ان کے خیالات کی تردید بھی وہ کرتے تھے، نکتہ چینی اور طعن و اعتراض کے ہدف بھی وہ بنائے جاتے تھے، ان کے دلائل اور آراء کی تردید بھی کی جاتی تھی، ان کے افکار و خیالات اور نظریات و آراء پر حرف گیری بھی ہوتی تھی، ان کے مسلک اور مذہب کو مجروح بھی کیا جاتا تھا، لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ان کے علمی مرتبے، ان کی فکرِ عالی، ان کے ذہنِ رسا، اور ان کی فکر و نظر کی تعریف اور تحسین بھی کی جاتی تھی۔

یگانہ خصوصیت

یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ گو دوسرے ائمہ اور مجتہدین کی طرح ان پر نکتہ چینی اور اعتراضات کیے گئے ہوں، لیکن اختلافِ فکر و نظر اور اختلافِ مذہب و مسلک کے باوجود

جہاں تک ان کی ہمہ گیر، یکتا اور یگانہ خصوصیتوں کا تعلق تھا، اور جہاں تک ان کی انفرادیت اور تشخص کا سوال تھا، سب اس پر متفق تھے، کہ وہ اپنے گوناگوں فضائل و کمالات و صفات کے اعتبار سے یکتا اور بے ہمتا تھے۔

اور حق یہ ہے کہ یہ بہت بڑی خصوصیت ہے جو کسی شخص کو اپنے معاصرین اور اپنے ہم کار لوگوں میں حاصل ہو سکتی ہے، اور کوئی شبہ نہیں، امام محمد اس باب میں اپنی مثال آپ تھے

مستقبل کا نوجوان

ابن ابی العوام سندِ صحیح کے ساتھ، داؤد طائی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک مرتبہ جب کہ امام محمد ابھی نوعمر تھے، فرمایا۔

"یہ نوجوان اگر زندہ رہا تو مستقبل اسی کے ہاتھ رہے گا!"

حافظہ ہو تو ایسا

امام ابو یوسف نے ایک مرتبہ امام محمد کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے، اور ان کے حافظہ کی تعریف کرتے ہوئے، جب کہ ابھی وہ نوجوان تھے، فرمایا:-

"حافظہ ہو تو اس طرح کا ہو جیسا محمدؒ کا!"

ایک اور موقع پر امام ابو یوسف نے امام محمد کے بارے میں فرمایا:-

"وہ لوگوں میں سب سے بڑے عالم ہیں!"

الجامع الصغیر کی کتابت

یحییٰ ابن معین کہتے ہیں:-

"میں نے امام محمد کی خدمت میں حاضر رہ کر "الجامع الصغیر" لکھا

...روایت دوری کی ہے ۔ جو تاریخ ابن معین میں موجود ہے، یہ کتاب دمشق کے ... ظاہریہ کے مخطوطات میں شامل ہے۔

شدت تحقیق تمحیص

... ابی العوام نے ... ابن ابی مالک سے تخریج کی ہے کہ انھوں نے جب ایک مرتبہ ان کے ... امام محمد کے مسائل فقہ پڑھے، اور بیان کے جا رہے تھے، فرمایا:-

"تحقیق و تمحیص کی یہ شدت تو امام ابو یوسف کے ہاں بھی نظر نہیں آتی جو امام محمد کے ہاں دکھائی دیتی ہے۔!"

... روایت کے جملہ اسانید، ابن ابی العوام الحافظ کی کتاب میں موجود ہیں۔

کتاب الٰہی کا عالم

... اپنی سند کے ساتھ ابو عبید سے روایت کرتے ہیں کہ:-

"امام محمد سے زیادہ کتاب الٰہی کا عالم، اور رمز شناس کسی اور کو میں نے نہیں دیکھا۔"

محمد بن سلام کا قول

... کردری لکھا ہے کہ ایک مرتبہ محمد بن سلام نے کہا:-

"میں نے امام محمد کی کتابوں کی تحصیل و حصول پر دس ہزار درہم خرچ کئے، اگر میرے حالات اجازت دیتے تو اپنا سارا وقت صرف ایک ہی شغل میں صرف کرتا، یعنی امام محمد کی کتابوں کا مطالعہ کرتا رہتا!"

سب سے بڑا فقیہ

ایک مرتبہ عیسیٰ بن ابان سے سوال کیا گیا،

"دونوں میں زیادہ بڑا فقیہ کون ہے؟ امام ابو یوسف یا امام محمد"

جواب میں فرمایا: "دونوں کی کتابوں کا بہ نظر غائر ایک مرتبہ مطالعہ کر ڈالو، خود ہی معلوم کر لوگے کہ ان دونوں میں امام محمد زیادہ بڑے فقیہ ہیں۔!"

امام محمد کی تقسیم اوقات

محمد بن سلمہ سے روایت ہے کہ:-

"امام محمد نے رات کے تین حصے کر رکھے تھے، ایک حصہ سونے کے لیے تھا، دوسرا نماز و عبادت کے لیے، اور تیسرا پڑھنے پڑھانے کے لیے!"

شب بیداری

امام محمد کی شب بیداری مشہور تھی، ایک مرتبہ ان سے سوال کیا گیا،

"آپ سوتے کیوں نہیں ہیں؟"

جواب میں فرمایا،

"کس طرح سو سکتا ہوں جبکہ مسلمانوں کی آنکھیں سوتی رہتی ہیں اور اسلئے سوتی رہتی ہیں کہ ... کرتے ہیں انھیں یہ اعتماد ہے کہ اگر کوئی بات رونما ہو گی تو ہم محمد کی طرف لے بڑھا دیں گے اور مصیبت کے اس دور کو ختم کر دے گا۔ اب بھی اگر میں سو رہوں تو یہ دین کا ضائع کرنا ہوگا ..."

کوفہ کی مسجد میں درس علوم

امام محمدؒ ابھی نوعمر تھے کہ تحصیل علوم سے فارغ ہو گئے، اور تدریس علوم کا سلسلہ شروع کر دیا۔ خطیب (ج ۲، ص ۱۷۴) میں پوری سند کے ساتھ اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ کی روایت ہے کہ :-

"امام محمدؒ نے کوفہ کی مسجد میں درس دینا شروع کر دیا، حالانکہ ان کی عمر صرف بیس سال کی تھی۔"

قرآن کریم کی تلاوت کثرت سے

[illegible] نے اپنی کتاب میں لکھا ہے :-

"محمد بن الحسن کو خدا نے بہت سی خوبیاں اور صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں، ذکاء مفرط، عقل تام، ذہن عالی، فکر رفیع، اور چشم بینا، نیز کثرت تلاوت قرآن کریم ان کی خصوصیت تھی۔"

ذوقِ تلاوت

[illegible] کا قول ہے کہ :
میں نے احمد بن ابی عمران کو اپنے بعض اصحاب سے روایت کرتے سنا کہ امام محمد ایک شب میں ایک تہائی قرآن پڑھ لیتے تھے۔

ابو خازم کا قول

[illegible] کہتے تھے :-

[illegible] میں نے بکر بن محمد العمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ سماعہ اور عیسیٰ بن ابان نے [illegible] نماز پڑھنا امام محمد بن الحسن سے سیکھا ہے۔"

سب سے بہتر کتاب

ابن ابی العوام طحاوی سے روایت کرتے ہیں ابن ابی عمران نے محمد بن شجاع کو [illegible] ہوئے سُنا، جب کہ وہ امام محمد کے پاس سے آ کر اپنے استاذ حسن [illegible] میں پھر شریک ہوئے تھے کہ :

"اسلام میں فن فقہ کے اندر "الجامع الکبیر" سے بہتر اور عمدہ کوئی کتاب نہیں لکھی گئی —— یہ کتاب امام محمد کی تصنیف ہے!"

الجامع الکبیر کی مثال

[illegible] طحاوی محمد بن الحسن بن مرداس سے، وہ محمد بن شجاع سے روایت کرتے ہیں:

"الجامع الکبیر" کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص ایک مکان تعمیر کرے، اور جیسے جیسے اسے بلند کرتا جائے، سیڑھیوں [illegible] اس کے ذریعے اوپر چڑھتا چلا جائے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رکھے، جب تک پوری بلندی پر پہنچ کر مکان کی تعمیر کا کام ختم کرلے، پھر اپنی بنائی ہوئی سیڑھیوں سے نیچے اُتر آئے اور نیچے اترنے کے بعد وہ ساری سیڑھیاں توڑ ڈالے، اور پھر لوگوں سے [illegible] "اب اگر کوئی اس کاخ بلند تک چڑھ سکتا ہے تو [illegible] کرکے دکھائے ۔۔۔!"

ابداع وایجاد کی نشانی

اور کوئی شبہ نہیں کہ امام محمدؒ کی کتاب "الجامع الکبیر" ابداع و ایجاد کی نشانی ہے۔ اس میں جاریت وقتِ نظر اور بلوغِ فکر سے کام لے کر مبنی بر لغت قواعد کی تفریع کی گئی ہے اور اصول حساب کو پیشِ نظر رکھ کر نازک، پیچیدہ اور عسیر الفہم مسائل کی تفریع کر کے انھیں پانی کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس کتاب میں دقائق شرع بڑی خوبی، روانی، اور عام فہم انداز کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کی غرضِ تالیف یہ ہے کہ فقہاء اسلام کی دانائی اور بینائی، معرفت و تحقیق و تمحیص کا اندازہ ہو جائے، اور بتایا جائے کہ کس بیدار مغزی کے ساتھ وہ تفریع مسائل کے دارک اور اہم فرائض سے عہدہ بر آ ہوا کرتے تھے۔

جامعیت اور افادیت

اس کتاب کا جوں جوں مطالعہ کرتے جائیے، عقل حیران ہوتی ہے کہ کس خوبی اور جامعیت کے ساتھ گتھیاں حل کی ہیں، اور مسائلِ مبہمہ کو آسان بنایا ہے۔ اور دشواریوں کو سلجھایا ہے۔ اس کتاب میں بڑی خوبی کے ساتھ وجوہِ تفریع بھی بیان کئے ہیں جن کے مطالعہ کے بعد کوئی دشواری دشواری نہیں رہتی، بلکہ سہل بن جاتی ہے!

ابن شجاع نے اس کتاب کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے:

"صرف امام محمدؒ کی بنائی ہوئی سیڑھیاں ہی انسان کو اس کتاب کے مدارجِ عالی تک پہنچا سکتی ہیں۔"

"الجامع الکبیر کی بہترین شرح جمال مصری نے لکھی ہے، انھوں نے ابواب کتاب کے ہر باب کے مقدمہ میں لکھ دیا ہے:

"اصل باب یہ ہے اور اس پر جو دوسرا باب مرتب ہوا ہے، وہ یہ ہے۔"

اس طرح وجوہ سے تفریع کی معرفت بہت آسان ہو جاتی ہے۔

محمد بن سعد کی روایت

امام محمدؒ کے بارے میں محمد بن سعد فرماتے ہیں

"امام محمد کی نشو و نما کوفہ میں ہوئی، انھوں نے طلب علم اور طلب حدیث یہیں کی، اور یہیں سے مشائخ سے سماعت بھی کی، امام ابو حنیفہ کی مجلس علم میں پہنچے، ان سے سماعت کی، ان سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ پھر انہی کے ہو رہے۔ قیاس ور لئے میں ان کی گہرائی اور دقتِ فکر و نظر سے وہ بے حد متاثر تھے چنانچہ ان ہی کا کلمہ پڑھنے لگے اور انھیں کے علم و معرفت کے ترجمان بن گئے۔

پھر وہ بغداد میں آئے،

یہاں لوگوں کا ٹھٹھ کا ٹھٹھ ان کی دید کے لیے جمع ہو گیا، لوگ جوق در جوق ان کی خدمت میں سماعتِ حدیث و رائے و فقہ کے لئے آنے لگے"

امام محمدؒ کی تعریف

خطیب پوری سند کے ساتھ علی بن المدینی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان سے امام محمدؒ کے بارے میں سوال کیا گیا، جواب میں انھوں نے کہا:

"امام محمدؒ صدوق ہیں، ان کے فضائل و کمالات کا علم حاصل کرنا ہو تو ابن جوزی کی "المنتظم" اور ابن حجر کی تعجیل المنفعت دیکھو!"

امام محمدؒ سے احتجاج

امام ذہبی کہتے ہیں کہ

حدیث میں امام شافعیؒ نے امام محمدؒ سے احتجاج کیا ہے ۔!"

قوتِ حافظہ کا کمال

میزان الاعتدال میں امام ذہبیؒ، امام محمدؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:
نسائی وغیرہ نے ان کی قوت حافظہ کے گن گائے ہیں، وہ علم کا ایک بحر بے پایاں تھے
فقہ میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔

امام محمدؒ کی ثنا و صفت

بدر العینی نے اپنی کتاب "مغانی الاخیار فی رجال معانی الآثار" میں ابن
شہر ابن کثیر وغیرہ ہما کے حسب روایت امام شافعی کے بہت سے اقوال امام محمد کی ثنا و صفت میں
بیان کئے ہیں۔ اسی طرح تقی تمیمی نے اپنی کتاب "طبقات" میں بھی، ان کے بہت سے اقوال
نقل کئے ہیں!

حقائق اور واقعات

ان حقائق اور واقعات کی روشنی میں جو امام محمدؒ کے فضل و کمال، اور بلوغ فکر و نظر سے متعلق
ہیں، یہ دیکھ کر کتنا دکھ ہوتا ہے کہ ایسے عالی قدر شخص پر بھی بعض لوگوں نے زبان طعن کھولنے
سے احتراز نہیں کیا۔ ابن دقیق العید نے سچ ہی تو کہا ہے، اس طرح کے اہل جرح جہنم کے دہانے پر کھڑے
[illegible] بدر العینی "معانی الآثار" میں کہتے ہیں:

"سبط ابن الجوزی نے "مرآۃ الزمان" میں لکھا ہے کہ علمائے سیر کا
قول امام محمدؒ کے بارے میں یہ ہے کہ وہ امام عصر تھے، جمیع علوم و فنون میں
محنت اور سند کا درجہ رکھتے تھے۔ کتاب الفقہاء میں ان کے بارے میں

امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین سے جو اقوال منسوب ہیں، وہ قطعاً
غلط ہیں۔ یہ دونوں امام اس سے کہیں ماوراء تھے کہ امام محمد جیسے بلند مرتبت
اور عالی منزلت امام دوراں کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کریں،
حالانکہ یہ دونوں، امام صاحب کے علم اور فضل و کمال سے اچھی طرح واقف
تھے۔ اور یہ بھی واقعہ ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے امام صاحب کے علم
اور فضل و کمال کے اعتراف و اقرار میں ذرا بھی بخل سے کام نہیں لیا ہے،
بلکہ نہایت صاف اور واضح الفاظ میں ان کی ثنا و صفت بیان کی ہے اور مدح
و تحسین کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ یہ دونوں بزرگ بہت اچھی طرح جانتے
تھے کہ دیانت و امانت، زہد و ورع، ثقاہت و صداقت اور فضل و کمال کے
اعتبار سے امام محمد کا پایہ کیا تھا۔ ان کے مناقب اتنے زیادہ ہیں کہ انھیں
حد بیان میں لانا آسان نہیں!

ابن ابی حاتم کی روایت

ابن ابی حاتم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ امام محمد بن حسن کی "کتاب السیر" میں واقدی
کی روایت کردہ حدیثیں موجود ہیں، یہ روایتیں محمد بن الحسن سے نہیں، بلکہ محمد بن الحسن سے [illegible]
واقدی مروی ہیں۔ ان کے علاوہ جو حدیثیں ہیں، وہ محمد بن الحسن نے واقدی کے مشائخ سے روایت
کی ہیں، مثلاً خارجہ بن عبداللہ بن سلیمان بن زید بن ثابت ---!
محمد بن بلال ضحاک بن عثمان سے روایت کرتے ہیں کہ یہ ساری مذکورہ روایتیں امام محمد نے [illegible]
سے کی ہیں، لیکن کہا یہ جاتا ہے کہ انھوں نے واقدی کے مشائخ سے کی تھیں۔
کلام مذکور سے مراد اگر طعن و تعریض اور اعتراض ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ یہ طریق [illegible]
مروی ہیں، تو معلوم ہونا چاہیے کہ قدماء میں سے کئی بزرگ ایسے ہیں جنھوں نے واقدی [illegible]

...وثیق کی ہے، اگرچہ یہ بھی واقعہ ہے کہ ایک جماعت واقدی پر طعن کرتی ہے اور انھیں ثقہ
...لیکن اس جماعت کی رائے بعض اقدمین کے نزدیک ہیچ ہے — اگرچہ یہ نہیں کہا
...کہ ان کی رائے مبنی بر اسباب نہیں ہے۔

امام محمدؒ اور واقدی

...مذکورہ کلام سے مراد یہ ہے کہ امام محمد کبھی واقدی سے روایت کرتے ہیں، کبھی ان کے
...مشائخ سے، اور واقدی کا واسطہ اُٹھا دیتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ آخر اس میں ملبح کیا ہے کہ امام محمد
...نے کچھ روایتیں واقدی سے سُنی ہوں، اور کچھ کی واقدی کے مشائخ سے براہ راست سماعت کی ہو
...امام محمد نے مشائخ و زیارت کی سعادت حاصل کی تھی، اور ان بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے
...و مشائخ مدینہ ملتے جاتے تھے، مثلاً اسامہ لیثی، عبیداللہ عمری، اور ابن ابی ذئب وغیرہ —!
...ہی حفص سے روایت کرتے ہیں کہ

"واقدی امام محمد بن الحسن کے پاس آیا کرتے تھے، امام محمد نے ان کے سامنے
"المغازی" کی قرارت کی، اور واقدی نے ان کے سامنے "الجامع
الصغیر" کی قرارت کی"۔

امام محمدؒ اور واقدی کا معاملہ

...بات یہ ہے کہ اعتراض وایراد سے پہلے جن حقائق پر غور کرنے کی ضرورت ہے، طعن
...اعتراض کرنے والے ان پر غور کرنے کی زحمت نہیں گوارا کرتے۔
...امام محمد اور واقدی کا معاملہ اقران وامثل کا تھا، دونوں ایک دوسرے سے اپنے علم اور معلومات
...بے نیاز نہیں ہو سکتے تھے، "مغازی" میں امام محمد واقدی سے کس طرح بے نیاز ہو
...تعجب کہ امام ابویوسف مغازی میں محمد بن اسحاق سے بے نیاز نہیں رہ سکے؛ بھلا امام محمد

جیسے امام جلیل القدر کے معاملہ میں عقیلی اور ابن عدی وغیرہ کو کس طرح حکم بنایا جا سکتا...
شمار اذیال حشویہ میں بجا طور پر کرنا چاہیئے۔
اور امام محمد اپنے مزاج اور طبیعت کے اعتبار سے اس امر سے بہت بعید تھے کہ...
کی مدارات کریں، اور انھیں منہ لگا کر ان کی اہمیت تسلیم کریں، ان کے شیخ امام ابو...
بھی یہی تھا۔

کیا امام محمدؒ مخالفِ آثار تھے

اس طرز عمل کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ رُواۃ حشویہ، امام ابویوسفؒ کی طرف تو زیادہ متوجہ...
لیکن امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے پیچھے پڑ گئے۔ بلکہ انھوں نے یہ کوشش بھی کی کہ...
کریں جس سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں کہ چونکہ یہ ایک ہی مکتب فکر کے...
کی تعریف اور بعض پر طعن کرتے ہیں، اس لیے یہ عادل ہیں، عادل نہ ہوتے تو...
اور اس مکتب فکر کا کوئی شخص بھی ان کے طعن و جرح سے نہ بچ سکتا۔ اسی حکمت...
انھوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ:
"ابو یوسفؒ حدیث کے ساتھ پورا پورا انصاف کرتے تھے، اور
ابوحنیفہؒ و محمدؒ بن الحسن اخبار و آثار کے مخالف تھے"!

پیروی حدیثِ رسولؐ

حالانکہ یہ الزام بالکل بے بنیاد اور قطعاً غلط ہے۔
ہمارے ائمۂ احناف میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو حدیث صحیح...
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مخالفت کا شائبہ بھی اپنے دل میں رکھتا ہو، یا اس نے اپنے کسی قول...
اس تفقہ اور رائے تک پہنچنے میں مدد دی ہو، ان کی زندگی تو دین کی خدمت کے لیے...

…جس طرح کتاب الٰہی سے عبارت ہے، اسی طرح سنتِ رسول ؐ سے بھی ہے، یہ کیونکر ممکن تھا کہ یہ
…کتاب الٰہی پر تو ایمان رکھتے اور سنتِ رسول ؐ سے انکار کر دیتے، ان کی نگاہ میں دونوں چیزیں اتنی
…ہی ضروری تھیں جتنی ایک مومن قانت کے نزدیک ہونی چاہئیں — !

…بات ضرور ہے کہ یہ حضرات یعنی ائمۂ احناف، صرف لفظ کو نہیں دیکھتے تھے معنیٰ
…کو بھی دیکھتے تھے۔ ان کی نظر پوست پر بھی تھی، لیکن مغز پر اس سے زیادہ تھی، الفاظ کے پیچھے
…انہوں نے سنگین حقائق سے منہ نہیں موڑا، بلکہ ان حقائق کا مقابلہ کیا، اور یہ مقابلہ مبنی تھا
…کتابِ الٰہی اور سنتِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و اعتقاد پر!

تحریری و تصنیفی سرمایہ

علوم اسلامیہ وعربیہ کی گراں بہا متاع

علوم اسلامیہ وعربیہ

امام محمد کے تصانیف اور مؤلفات پر اگر ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو اندازہ ہوگا کہ انھوں نے مختلف اور متعدد علوم وفنون پر کتابیں لکھی ہیں، اور جس موضوع پر جو کتاب لکھی ہے، وہ ہر اعتبار سے یگانہ اور بے ہمتا ہے

ایک طرف تو امام صاحب کی کتابوں کی تعداد بہت کافی ہے دوسری طرف جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ ان کتابوں میں علم ومعرفت کے کیسے کیسے گراں بہا جواہر، ایک شخص نے اپنی کد وکاوش سے جمع کر دیئے ہیں، تو حیرت بھی ہوتی ہے اور استعجاب بھی!

امام محمدؒ کے مصنفات و کتب

تعارف تذکرہ تنقید

...اصحاب ابوحنیفہؒ میں امام ابویوسفؒ، امام محمدؒ اور دوسرے ائمہ خاص منزلت کے حامل ہیں ... سب میں امام محمد کو زیادہ منزلت حاصل ہے، اس لیے کہ، وہ ایک طرف تو جملہ علوم ... — قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، کلام، مناظرہ، عقائد وغیرہ — ... پر عبور رکھتے تھے، اور دوسری طرف، خدا نے، انھیں ایسی زبان دی تھی جو مشکل ترین اور ... پیچیدہ مسائل کی گرہ کشائی اس آسانی کے ساتھ کردیتی تھی کہ کار دشوار سہل تر نظر آنے ... رغبت سے بدل جاتی تھی،

... یہ واقعہ ہے کہ لوگ مخالف اور معترض بن کر امام محمد کی مجلس میں پہنچتے تھے، ... بیٹھتے اور ان کی تقریر دلپذیر سننے کے بعد جب اُٹھتے تھے تو اس اعتراف ... اس علم و فضل اور دانش و بینش کا انسان آج تک ہماری نظر سے نہیں گذرا، پھر ... صرف ایک ہی مجلس کے مکین بن جاتے تھے، اور وہ مجلس ہوتی تھی،

امام محمدؒ کی بزم علم و فضل!

امام محمدؒ صرف فقیہ نہیں تھے!

ایسے لوگ بھی تھے جو امام محمدؒ کو صرف ایک فقیہ سمجھتے تھے، لیکن جب ان کی بزم ... حاضر ہونے کی سعادت حاصل کرتے تو تھوڑی دیر میں محسوس کرنے لگتے تھے کہ یہ شخص ... بلکہ اس کا علم ہمہ گیر ہے۔ یہ علم کا پہاڑ ہے، یہ علم کا ایسا بحر مواج ہے کہ جس کا کوئی ... نہیں، ! — اور پھر ان کے دل میں امام محمدؒ کی عظمت اس طرح مرتسم ہوجاتی ... کی آخری سانس تک اس کا نقش نہ مرور ایام سے مٹتا تھا، نہ حوادث دہر سے ... ہے، یہ عظمت ایک مرتبہ خانۂ دل میں داخل ہونے کے بعد، پھر کبھی باہر نہیں نکلتی تھی۔

امام محمدؒ پر خدا کا فضل

امام محمدؒ کو ایک دوسری نعمت، لسان حق ترجمان کے علاوہ جو بارگاہ الٰہی سے ... تھی، وہ ان کا قلم تھا، انھوں نے فقہ و اصول پر، حدیث و مسائل فقہ و حدیث پر کئی ... مختصر بھی اور طویل بھی!

لیکن ان کتابوں میں، خواہ یہ مختصر ہوں یا طویل، اپنا مدعا اور منشاء اس خوبی ... کیا ہے کہ پڑھنے والا غرق حیرت ہوکر ان کا مطالعہ کرتا ہے۔ پڑھتا جاتا ہے ... جاتا ہے کہ یہ شخص (امام محمدؒ) کس پایہ کا انسان تھا، اس کے قلم میں کتنی جاذبیت ... تحریر میں کتنا اثر، اس کے انداز انشا میں کتنی کشش خدا نے بھردی ہے، یہ نازک مسائل ... میں لاتا ہے، جب تک وہ اس کی تحریر کی روشنی میں دہ نہ دیکھے جائیں، سخت ... پیچیدہ نظر آتے ہیں، لیکن اس کی کتاب میں وہ اتنے سہل نظر آتے ہیں کہ معلوم ... کا اشکال تھا ہی نہیں، یہ صرف ہمارا وہم تھا کہ انھیں دشوار، اور نازک اور پیچیدہ ...

کتب امام کا انداز و اسلوب

یہ واقعہ ہے، اور اس کی تردید نہیں کی جا سکتی کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو صرف امام صاحب کی کتابیں پڑھ کر ان کے مداح و ثناخواں بن گئے، خواہ انھیں شرف زیارت حاصل ہوا ہو یا نہ ہوا ہو!

ان کتابوں میں، زبان کی دلکشی بھی ہے، انداز و اسلوب کی رعنائی بھی، عبارت اور طرز تحریر کی روانی اور شگفتگی بھی، اور سب سے بڑھ کر، یہ کہ عبارت میں نہ اغلاق ہے، نہ دشوار پسندی تجربہ ہے کہ آدمی اضطراب و تردّد کے ساتھ، کتاب اٹھاتا ہے، لیکن جب مطالعہ شروع کر دیتا ہے تو پھر وہ اس وقت تک ہاتھ سے نہیں چھٹتی، جب تک ختم نہ ہو جائے!

کتب و مصنفات پر ایک نظر

ذیل میں ہم امام محمدؒ کی کتب و مصنفات پر ایک سرسری نظر ڈالیں گے، تاکہ ان کا تعارف مکمل ہو جائے، اور ان کی قدر و قیمت کا بھی صحیح اندازہ ہو سکے!

امام محمدؒ کی کتابیں

علمائے احناف میں کوئی عالم بھی ہمیں ایسا نظر نہیں آتا، بلکہ اپنے طبقہ میں، — خواہ وہ کوئی طبقہ کیوں نہ ہو — ہمیں کوئی ایسی شخصیت نہیں دکھائی دیتی جو امام محمدؒ کے درجہ تک پہنچی ہو، یا اس نے ایسی کتابیں سپرد قلم کی ہوں، جو اس کے اپنے اور دوسرے مذاہب کی فقہ و مسائل کی تدوین و تالیف کی بنیاد و اساس مانی گئی ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ علماء، فضلاء، قضاۃ شرع و فقہا کا ہر گروہ امام محمدؒ کی کتابوں کی نشر و اشاعت میں نیت صادق کے ساتھ ہمیشہ حصہ لیتا رہا ہے۔ یہ گویا اس امر کا اعتراف ہے کہ امام محمدؒ کی

کتابیں اتنی اہم اور گراں مایہ ہیں کہ ان کی بنیاد پر مذاہب فقہی کے قواعد و اصول مرتب اور منضبط ہوئے ہیں۔

علماء ہند کا ذکر

اس موقع پر ہم ایک اور بات کا بھی اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے، علماء کرام کی ایک جماعت (مہندہ) ہندوستان میں اٹھی اور اس نے کتب اقدمین کی تلاش و تجسس کا کام سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ کرنا شروع کر دیا۔ فقہار اقدمین کی نادر و نایاب کتابوں کی تلاش و جستجو میں اس نے ساری دنیا کے کتب خانے کھنگال ڈالے، اور سعی بسیار اور ناقابل فراموش جد و جہد کے بعد ایسے ایسے آبدار موتی ڈھونڈھ نکالے جن کی روشنی نے ظلمت و جہل کو سیماب پا بنا دیا۔ اور وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

اس کار عظیم کا شکر و سپاس ہر مسلمان اور صاحب ایمان پر فرض ہے۔

انقلاب انگیز کتابیں

اب ہم امام محمدؒ کی کتابوں پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالیں گے اور بتائیں گے کہ کتابوں نے فکر و عمل کی دنیا میں کیسے کیسے انقلاب پیدا کئے اور فقہ کے دوسرے مذاہب نے بھی ان سے کیسے کیسے فائدے حاصل کئے۔ اور ان کی افادیت صرف کسی ایک ہی حلقہ اور طبقہ تک محدود نہیں رہی، ہر مذہب و مسلک کے لوگوں نے ان سے پورا پورا استفادہ کیا۔

اسدیہ کی تدوین میں امام محمدؒ کا حصہ

"اسدیہ" درحقیقت یہی، اصل "مدونہ" ہے، اور مالکی مذہب کی سب سے زیادہ معتبر کتاب مانی جاتی ہے۔

یہ کتاب امام محمد کی کتابوں کی روشنی میں تحریر کی گئی تھیں۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں کسی
جگہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

کتب امام شافعیؒ اور امام محمدؒ

اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اپنی کتاب "قدیم" اور "جدید" کا مواد بڑی
حد تک امام محمد کی کتابوں سے حاصل کیا، اور اسی لیے وہ باقاعدہ ان کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے
تلامذہ میں سے سیکھا ان کی کتابوں کا ایک ایک حرف پڑھا، انھیں یاد کیا۔

امام احمد بن حنبل کا علم مسائل اور امام محمدؒ

امام احمد بن حنبل سے جب مسائل فقہ دریافت کیے جاتے تھے، تو ان کے جوابات امام محمد
کی کتابوں سے ماخوذ و مستفاد ہوتے تھے۔
امام احمد بن حنبل کے بعد بھی فقہاء عصر کا یہی دستور رہا۔

"الاصل" یعنی "المبسوط"

امام محمد کی کتابوں میں، ان کی کتاب "الاصل" جو "المبسوط" کے نام سے مشہور و معروف ہے
بڑی اہم اور معرکہ آرا ہے۔
یہی وہ کتاب ہے جسے امام شافعی نے حفظ کر لیا تھا، اس لیے کہ ان کے نزدیک اس کی
ضرورت کا اقتضا یہی تھا۔
امام شافعی کی مشہور زمانہ کتاب "الام" امام محمد کی اسی کتاب پر مبنی ہے۔
اس کتاب کی عظمت و رفعت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک اہل کتاب حکیم اس کے مطالعہ
سے مشرف بہ اسلام ہوگیا۔ اس نے کہا۔

"تمہارے امام کی چھوٹی سی کتاب کے حقائق و معارف کا جب یہ
عالم ہے، تو تمہارے امام محمدؒ نے جو بڑی کتاب لکھی ہوگی، اس کا کیا عالم اور کیا
حال ہوگا؟"

یہ کتاب چھ جلدوں میں ہے، ہر جلد پانچ سو ورق پر مشتمل ہے، اس کتاب سے امام
محدثین سے کئی لوگوں مثلاً ابو سلیمان الجوزجانی، اور محمد بن سماعہ تمیمی اور ابو حفص الکبیر البخاری وغیرہ
روایت کی ہے یہ کتاب مسائل فقہیہ کے دس ہزار فروع پر مشتمل ہے جن میں حلال و حرام کی تفصیل
بیان کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ اس کا مطالعہ اور اس سے استفادہ پر مجبور تھے۔ یہی
کتاب ہے جس کے باعث ابو داؤد اہل بصرہ سے تفاخر کا اظہار کیا کرتے تھے۔

طریق بحث و گفتگو

اس کتاب میں امام محمدؒ نے طریقۂ بحث و گفتگو یہ رکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا
مذہب پر فروع کا بیان کیا ہے، ساتھ ہی ساتھ اپنی رائے بھی ظاہر کرتے چلے گئے ہیں، بحث
کے سلسلہ میں صرف دلائل پر اکتفا نہیں کیا ہے، بلکہ ایسی حدیثیں بھی پیش کی ہیں جو مسائل
زیر بحث کی صحت پر دال ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ جمہور فقہاء کا مسلک بھی بیان کر دیا ہے۔

آثار صحابہؓ و تابعین

اس کتاب کے ضخیم ہونے کا بڑا سبب یہ ہے کہ اس میں آثار صحابہ و تابعین بکثرت بیان کیے
گئے ہیں۔ اگر انھیں کتاب سے خارج کر دیا جائے تو اس کی ضخامت بہت کم ہو جائے
دنیا کے مختلف کتب خانوں میں اس کتاب کے جو نسخے پائے جاتے ہیں، ان کی تفصیل

ہے :—

(۱) استنبول کے کتب خانے میں اس کی پوری چھ جلدیں موجود ہیں۔
(۲) استنبول کے مکتبۂ فیض اللہ میں بھی اس کا ایک نسخہ ہے، لیکن ناتمام، صرف چار جلدیں ہیں—
(۳) یہی نسخہ کتب خانہ جاراللہ میں بھی ہے۔
(۴) ولی الدین کے کتب خانہ میں بھی یہ نسخہ موجود ہے۔
(۵) قرہ مصطفیٰ پاشا کے کتب خانہ میں بھی اس کا نسخہ پایا جاتا ہے۔
(۶) مراد مُلّا کے کتب خانہ میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔
ان نسخوں میں سب سے زیادہ قدیم نسخہ مراد مُلّا کا ہے
یہ تمام نسخے جوزجانی کی روایت کے مطابق ہیں۔
(۷) اس کتاب کے کچھ ایسے نسخے بھی ہیں جن کا خط کسی قدر مختلف ہے۔
(۸) ازہر یونیورسٹی (مصر) کے کتب خانہ میں بھی اس کا ایک نسخہ ہے۔
(۹) دار الکتب المصریہ میں اس کے کئی نسخے ہیں جو "الاصل" کے نام سے درج رجسٹر ہیں——
لیکن سب ناقص اور نامکمل!

الجامع الصغیر

یہ کتاب بھی امام محمد کی کتابوں میں ایک خاص منزلت اور مقام کی حامل ہے۔
اس میں جو مسائل بیان کئے گئے ہیں، ان کی تعداد ساڑھے پندرہ سو کے قریب ہے۔ ان میں سے ایک سو ساٹھ مسئلے اختلافی ہیں۔ قیاس اور استحسان کا ذکر صرف دو مسئلوں میں ہے اور کہیں نہیں!

اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے "الاصل" کی طرح غیر معمولی قبولیت عام اور ہر دل عزیزی عطا فرمائی اور اس کی شرح میں ائمۂ اجل نے قلم فرسائی کی ہے —— علامہ عبدالحی لکھنوی نے

اس کی جو شرح "النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر" کے نام سے لکھی ہے وہ مشہور و متداول ہے۔[۱]
اس کے رُواۃ میں جوزجانی، ابوحفص، اور علی بن معبد شامل ہیں۔
اس کی تبویب ابوطاہر الدباس اور زعفرانی نے کی ہے۔
اس کتاب میں زیادہ تر مسائل ہی کے بیان پر اکتفا کیا ہے۔——

سببِ تالیف

اس کتاب کا سببِ تالیف یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے، جب وہ "المبسوط" سے فارغ ہو گئے، تو امام محمدؒ کو کہا کہ اب تم ایسی ایک کتاب تالیف کرو، جس میں وہ تمام روایات ہوں جو تم نے مجھ سے، اور امام ابوحنیفہؒ سے حاصل کی ہیں۔
امام محمد نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے، یہ کتاب تالیف کی، اور امام ابو یوسفؒ کو پیش کر دی، امام ابو یوسفؒ نے اسے دیکھنے اور مطالعہ کرنے کے بعد فرمایا،
"شاباش، واقعی تم نے مجھ سے جو کچھ سنا تھا، سب یاد کر لیا، البتہ تین مسئلوں میں ... کر گئے ہو، !"
امام محمدؒ نے جواب دیا،
"میں نے کوئی غلطی نہیں کی ہے، بلکہ آپ خود اصل روایت بھول رہے ہیں ..."
بیان کیا جاتا ہے کہ جلالت قدر کے باوجود امام ابو یوسف کا حال یہ تھا کہ ... بھی اس کتاب کو اپنے سے جدا نہیں کرتے تھے، خواہ سفر میں ہوں یا حضر میں۔
یہ کتاب تین مقامات پر طبع ہوئی ہے:—
(۱) لکھنؤ میں، —— اس پر مولانا عبدالحی لکھنوی کی تعلیق ہے۔
(۲) استنبول (ترکیہ) میں۔

معرض میں۔

السیر الصغیر

امام محمد کی کتابوں میں "السیر الصغیر" بھی ہے۔
یہ کتاب امام محمد نے، امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے، اس کے رد میں اوزاعی نے ایک
کتاب لکھی تھی جس کا جواب امام ابو یوسفؒ نے دیا ہے۔

الجامع الکبیر

یہ کتاب جلائل مسائل کی جامع ہے، یہ مشتمل ہے، عیون الروایات اور متون الدرایات پر، یہ
کتاب اپنی ترتیب اور جامعیت کے اعتبار سے ایک معجزہ معلوم ہوتی ہے۔ جیسا کہ الاکمل نے
علامہ کی تلخیص جامع کبیر کی شرح کرتے ہوئے۔ کہا ہے۔

فقہ و اصول کی سب سے بڑی کتاب

ابن شجاع اسی کتاب کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔
"اسلام میں فقہ و اصول کے فن پر اس سے اچھی اور گراں بہا کوئی کتاب
نہیں لکھی گئی۔

ابوبکر رازی کا قول

الجامع الکبیر کی شرح میں امام مجتہد ابوبکر الرازی فرماتے ہیں:۔
ہم نے الجامع الکبیر کے بعض مسائل پڑھے، یہ کتاب مسائل نحو میں بھی بڑی
اونچی ہے۔

ابو علی الفارسی[1] اس پر حیرت کیا کرتے تھے!

اخفش کی روایت

ابن ابی العوام، پورے سلسلۂ سند کے ساتھ اخفش سے روایت کرتے ہیں کہ:
"اخفش[2] اس کتاب کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ اس لیے کہ وہ
صرف و نحو، اور زبان دانی کے اعتبار سے بھی یہ کتاب اپنا جواب نہیں رکھتی"

الجامع الکبیر سے تاثر

علامہ الشریف النقیب جمال الدین بن عبید اللہ موصلی نے "تاریخ الحرم" ...
اسے انھوں نے قاضی شرف الدین بن معین کی خدمت میں بھیجا، اور لکھا،
ایک عرصہ دراز سے کتاب "الجامع الکبیر" میرے مطالعہ میں ہے، یہ امام
محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ اس کتاب نے میرے دل پر نقش
نقش قائم کر دیا ہے۔ اپنے فن میں یہ عجیب و غریب کتاب ہے۔ ایسی کتاب آج
تک نہیں لکھی گئی، کون سا ایسا مسئلہ ہے جس کا حل اس میں موجود نہیں، اس
کتاب سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام محمد اور ان کے شیخ عربی زبان دانی کے
غوامض کے ماہر تھے! یہ کتاب فقہاء کے لیے خاص طور پر کارآمد ہے، اس
کے مطالعہ سے ان کے تفاوت مدارک کا صحیح صحیح اندازہ ہو جاتا ہے۔ ...

---

[1] نحو کے امام مانے جاتے ہیں۔
[2] صرف کے امام وقت
یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ امام محمدؒ، عربیت اور صرف و نحو میں بھی ملکہ تامہ رکھتے تھے۔

معلوم ہو جاتا ہے کہ مسائل فقہیہ میں ان کی دانش و بینش کی کیا کیفیت تھی؟!

جماہیر اہل علم کا اتفاق

جماہیر اہل علم اس امر میں متفق ہیں کہ اس کتاب کا مصنف عربی زبان دانی میں ید طولیٰ رکھتا ہے، اور لغت میں حجت اور سند ہے، بالکل اسی طرح جیسے وہ فن فقہ و اصول میں حجت اور سند۔

امام ابن تیمیہ کا اعتراف

امام ابن تیمیہ نے بھی اہل الرائے پر بحث و گفتگو کرتے ہوئے کئی مواقع پر امام محمدؒ کی اس کتاب کے ان روشن پہلوؤں کا اعتراف کیا ہے۔

امام شافعی قریشی تھے، اور عربی ان کی مادری زبان تھی، لیکن بایں ہمہ شافعیہ میں ایسے کافی لوگ ملیں گے جو اس بات کو نہیں تسلیم کرتے کہ فن لغت و زبان دانی میں امام شافعی حجت اور سند کی حیثیت رکھتے تھے۔ "سیاق البرہان" میں مفہوم صفت پر ابن جوینی کی بحث کا اندازہ ہوتا ہے

شروح و حواشی

اس کتاب کی شرح بہت سے ائمۂ فن نے کی ہے، اور الحمدللہ کہ اس زندہ جاوید کتاب کی طرح اس کی شرحیں بھی زندہ ہیں۔ اور دنیا کے بڑے بڑے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

استنبول کے کئی کتب خانوں میں "الجامع الکبیر" کے متعدد نسخے موجود ہیں۔

استنبول کے کتب خانوں میں اس کتاب کا سب سے پرانا نسخہ "مکتبۂ فاتح" میں پایا جاتا ہے

مکتبہ ولی الدین، شیخ الاسلام (استنبول) میں بھی اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔

مکتبۂ جامع (استنبول) میں بھی اس کا نسخہ پایا جاتا ہے۔

یہ امام صاحب نے یہ کتاب تحریر فرمائی تھی۔

اہل بغداد میں اس کتاب کی اشاعت جوزجانی اور اسماعیل بن توبہ قزوینی کی روایت کی بنا پر خوب خوب ہوئی۔ خلیفہ ہارون الرشید کو بھی یہ کتاب حد درجہ مرغوب تھی، اس کے تاثر کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنے دونوں بیٹوں امین الرشید اور مامون الرشید کو بھی اس کی سماعت کا حکم دیا۔ اور انھوں نے سماعت کی۔

واقعہ یہ ہے کہ اس کتاب کی قدر و قیمت حد بیان سے باہر ہے۔

شروح و حواشی

اس کتاب کی بھی کئی شرحیں وقت کے علماء اور ائمہ نے لکھی ہیں۔

سرخسی کی شرح چار جلدوں میں (رہندہ) ہندوستان سے شائع ہو چکی ہے۔

علامہ محمد المنیب العینتابی نے بھی اس پر بڑی نفیس تعلیق کی ہے۔ جس کا نام ہے "التیسیر علی السیر الکبیر" یہ شرح شیخ الاسلام عارف حکمت کے کتب خانہ (مدینہ منورہ) میں موجود ہے)

السیر الکبیر کے قلمی نسخے استنبول کے کئی کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔

غیر زبانوں میں ترجمے

"السیر الکبیر" کے ترجمے بھی کئی زبانوں میں ہو چکے ہیں۔

ترکی زبان میں اس کا ترجمہ علامہ محمد المنیب العینتابی نے سلطان محمود خاں عثمانی کے عہدِ حکومت میں کیا تھا، تاکہ جیوش و عساکر اسلامیہ کے سپہ دار و سپہ سالار احکام جہاد سے بخوبی واقف ہو جائیں۔

یہ ترجمہ استنبول میں چھپا اور شائع ہوا۔

رواۃ جامع الکبیر

امام محمدؒ سے "الجامع الکبیر" کی روایت، ان کے اصحاب کی جماعت کرتی ہے جن میں
علی بن معبد بن شداد بھی ہیں

الزیادات وزیادۃ الزیادات

یہ دونوں کتابیں امام محمدؒ نے "الجامع الکبیر" کی تالیف کے بعد، اس کے استدراک کے طور پر تحریر فرمائیں، کیونکہ الجامع الکبیر میں بعض مسائل ذکر ہونے سے رہ گئے تھے۔

ان دونوں کتابوں کی بھی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کی بھی کئی شرحیں لکھی گئی ہیں۔

ان شرحوں کے بھی متعدد نسخے استنبول کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

سبب تالیف

اس کتاب کا سبب تالیف یہ بیان کیا جاتا ہے کہ امام ابو یوسف نے اپنی ایک
میں ایک فرع دقیق بیان کرتے ہوئے، کہا،
"اس طرح کے فروع کی تفریع محمد بن الحسن کے لیے کافی دشوار اور مشکل ثابت ہو
یہ بات جب امام محمدؒ کے کانوں تک پہنچی تو انھوں نے "الزیادات"
ثابت ہو جائے کہ اس طرح کے فروع وہ بھی نکال سکتے ہیں۔ اور کوئی فرع
جو لیکن اس کی تفریع امام محمدؒ کے لیے دشوار نہیں!

السیر الکبیر

یہ کتاب امام محمدؒ کے اواخر مولفات میں سے ہے۔ ابو حفص الکبیر جب واپس

کتب ستہ کی روایت

حسب ذیل چھ کتابیں :-

(۱) "المبسوط" یا "الاصل"
(۲) "السیر الصغیر"
(۳) "الجامع الصغیر"
(۴) "السیر الکبیر"
(۵) "السیر الصغیر"
(۶) "الزیادات"

وہ کتابیں ہیں جو امام محمد سے بطریق شہرت و تواتر مروی ہیں؛
امام محمدؒ کی باقی ماندہ کتابیں، ان سے بطریق آحاد مروی ہیں، انھیں شہرت اور
نہیں حاصل ہے۔

الرقیات

یہ کتاب ان مسائل پر مشتمل ہے جن کی تفریع امام محمدؒ نے اس زمانہ میں کی تھی جب
قاضی مقرر ہوئے تھے۔
امام محمدؒ سے اس کی روایت محمد بن سماعہ نے کی ہے، یہ امام صاحب کے ان شاگردوں میں
تھے، جو زندگی بھر استاد کے دامن علم سے وابستہ رہے اور کبھی جدا نہیں ہوئے۔

کیسانیات

اس کتاب کی روایت امام محمد سے شعیب بن سلیمان الکیسانی نے کی ہے

طحاوی نے اس کی روایت شعیب بن سلیمان الکیسانی سے کی ہے، انھوں نے اپنے والد سے
انھوں نے امام محمدؒ سے کی ہے۔
اس کتاب کو "امالی" قرار دیا جاتا ہے۔

کتب خانہ آصفیہ

یہ کتاب کل طور پر کہیں موجود نہیں ہے، اس کا ایک ٹکڑا، ریاست حیدرآباد دکن کے کتب خانہ
آصفیہ میں اور ایک حیدرآباد دکن کے کتب خانہ دائرۃ المعارف میں موجود ہے[1]۔

---

[1] تقسیم ہند سے پہلے تک، ریاست حیدرآباد نے علوم عربیہ و اسلامیہ کی طبع و اشاعت اور ترویج کے سلسلہ میں جو کارنامے انجام دیئے، وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہیں، حقیقت یہ ہے کہ حیدرآباد نے علوم اسلامیہ کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں جس طرح بے دریغ روپیہ صرف کئے اور جیسے جیسے جواہر پارے منظر عام پر پیش کئے، اس میں مصر، سعودی عربیہ، عراق اور شام وغیرہ کی "عربی" حکومتیں (جو "عربیت" کے تحفظ اور تحفظ کے سلسلہ میں ساری دنیا سے برسر جنگ ہونے کو تیار ہیں) بھی اس کی حریف نہیں ہو سکتیں اور نہ اس سے آنکھ ملانے کی جرأت کر سکتی ہیں، بلکہ میں تو ایک قدم اور آگے بڑھتا ہوں اور دعویٰ کرتا ہوں کہ عباسیہ کے روشن ترین زمانے یعنی خلیفہ ہارون الرشید اور مامون الرشید کے دور حکومت میں بھی علوم اسلامیہ کی خدمت اور ترویج و اشاعت کا کام اتنے وسیع، شاندار اور یادگار پیمانہ پر نہیں ہوا ... جن کا حوالہ درسی اور تاریخی کتابوں میں ملتا تھا، ناپید تھیں، "اسلامی" اور "عربی" ... کی کاوش و تجسس سے نہ کوئی سروکار تھا، نہ دلچسپی، ان کا کروڑوں روپے کا بجٹ ہر مد پر خرچ ... اس مد کے لیے ایک پیسہ بھی نہیں تھا۔ لیکن حیدرآباد کے "غیر عرب" لیکن مخلص فرماں رواؤں نے ... کی تھیلیاں اس کار خیر کے لیے وقف کر دیں، بے دریغ روپیہ اس کام کے لیے صرف کر کے دنیا ... نادر و نایاب کتابوں کا سراغ لگایا، اور ان کے نقول حاصل کئے (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

الجرجانیات

امام محمدؒ سے اس کتاب کی روایت علی بن صالح الجرجانی نے کی، لہٰذا اسی نام سے یہ کتاب موسوم ہے۔

الہارونیات

یہ بھی امام محمدؒ کی تالیف ہے، اور مسائل شتّیٰ پر مشتمل ہے، اور فوائد نافعہ کی حامل ہے۔

(گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) ان کا مقابلہ کرایا، تصحیح کرائی، اور پھر رقم خطیر خرچ کر کے ... کے سامنے، اپنی طرف سے ایک ہدیۂ عقیدت پیش کر کے اقبالؔ کی زبان میں کہہ دیا:

مرے قافلہ میں لُٹا دے اسے

لُٹا دے — ٹھکانے لگا دے اسے

آج حدیث، سیرت، تفسیر، مغازی، فقہ، تاریخ اور اصول کی ناپید کتابیں غیر معمولی ضخامت ... زیور طباعت سے آراستہ ہو کر، معمولی قیمت پر ہر شخص کے ہاتھ تک پہنچ سکتی ہیں، نظام حیدرآباد دکن کی ... کے مظاہرہ سے پیشتر، لاکھوں روپیہ صرف کرنے کے بعد بھی ان تک رسائی آسان نہ تھی ... ممکن تھا۔

"تاریخ کی یہ کتنی بڑی ٹریجڈی ہے کہ حیدرآباد کو بھارت کی حکومت نے ختم کر دیا، ان تمام ... باوجود ختم کر دیا جو اس نے حیدرآباد کے حفظ و بقا اور سالمیت و انفرادیت کے سلسلے میں کئے ... حکومتوں کے ماتھے پر شکن تک نہ آئی "رسول امن" پنڈت نہرو کا استقبال "مصر، سعودی عربیہ ... جگہ بڑی شان سے ہوتا رہا۔ خیر کوئی مضائقہ نہیں۔ نظام کہہ سکتے ہیں:

طبع فاتحہ از خلق نداریم نیاز،

عشق ما از کسی من فاتحہ خواہم باقیست (رئیس احمد جعفری)

کتاب النوادر

[illegible] ابراہیم بن رستم کی روایت ہے۔

کتاب النوادر، اور الہارونیات بعض کتب خانوں کے مجموعہ نوادرات میں موجود ہیں، اور واقعہ یہ ہے کہ مذکورہ دونوں کتابوں میں جو مسائل ہیں، وہ بھی نادر ہی ہیں!

الکسب

امام محمد کی ایک کتاب "الکسب" بھی ہے۔ یہ کتاب ابھی تکمیل کو نہیں پہنچی تھی کہ امام صاحب کی وفات ہو گئی۔

ان سے امام صاحب سے درخواست کی تھی کہ ورع پر ایک کتاب تالیف کریں، انھوں نے [illegible] میں تو بیوع پر ایک کتاب تالیف کر رہا ہوں!

[illegible] یہ تھا کہ انسان اگر اپنی روزی جائز طور پر حسن عمل کے ساتھ کمائے گا، تو اس کی زندگی خود [illegible] کی زندگی بن جائے گی، چنانچہ لوگوں نے جب اس پر اصرار کیا، تو آپ نے یہ کتاب [illegible] لیکن موت اس کے اتمام میں حائل ہو گئی۔

[illegible] سرخسی نے اس کتاب کی شرح لکھی ہے، جیساکہ تاج التراجم میں مذکور ہے۔

[illegible] الکتب المصریہ میں یہ کتاب نایاب کتابوں کے مجموعہ میں شامل ہے۔ اس کا نمبر ۱۱ ہے، [illegible] پر مشتمل ہے، اور مکاسب کے مباحث اس کا موضوع ہیں۔

[illegible] کتاب کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ امام محمدؒ کی اصل کتاب نہیں ہے، بلکہ اس کی [illegible] ابن سماعہ نے کی تھی، اس کی پشت پر یہ عبارت درج ہے:-

"کتاب الاکتساب فی الرزق المستطاب"

[illegible] ابن سماعہ نے اپنی تلخیص کا رکھا تھا۔

المخارج والحیل

امام محمد بن الحسن کے نام سے یہ کتاب ابھی حال میں زیور طباعت سے آراستہ [illegible] لیکن دار الکتب المصریہ میں، اس کا جو نسخہ ہے، اس پر مصنف کی حیثیت سے [illegible] درج ہے۔

ابن ابی العوام کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابی عمران سے، اور انھوں نے ابن سماعہ سے [illegible] امام محمدؒ سے سنا کہ وہ اس کتاب "المخارج والحیل" کے بارے میں جو لوگوں میں چل پڑی [illegible] تھے کہ یہ کتاب ہماری تصنیف نہیں ہے، البتہ میری کچھ باتیں ضرور اس میں درج [illegible]

ابن ابی عمران کہتے ہیں کہ اس کتاب کو اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ نے وضع کیا تھا [illegible] کی کتاب "زغل العلم" پر میں نے جو تعلیق لکھی ہے، اس میں اس پر گفتگو کی ہے

موطا امام محمد رح

امام محمدؒ کی وہ کتابیں جن میں روایت حدیث کا حصہ غالب ترین حیثیت رکھتا [illegible] ان میں سب سے زیادہ اہم اور معرکہ آرا "الموطا" ہے، جس کی تدوین امام [illegible] مالکؒ کے واسطہ سے انھوں نے کی ہے۔

اس کتاب میں ایک ہزار سے زیادہ حدیثیں خود امام صاحب کی اضافہ کردہ [illegible] ہیں [illegible] مرفوع آثار بھی مروی ہیں، ان سب کی روایت امام مالکؒ سے کی گئی ہے۔ [illegible] ۱۷۵ کے قریب ایسی حدیثیں ہیں جو امام مالکؒ کے سوا، تقریباً چالیس شیوخ سے [illegible]

یہ مؤطا امام محمد، ابوالولید الباجی کے مسموعات میں سے ہے جو ابوذر الہروی سے [illegible] ہے۔ جیساکہ ان کی شرح مؤطا کے آخر میں، (ج ۷۔ ص ۳۰۰) مذکور ہے۔

اس کتاب کے باعث مؤطا امام محمدؒ کی نشر و اشاعت اندلس میں ہوئی، اور [illegible]

... امام محمدؒ ہمارے شیوخ کے اثبات میں کافی مبسوط طور پر بیان ہوئے ہیں۔

... موطا کی اہمیت پر ہم گذشتہ صفحات میں گفتگو کر چکے ہیں، جب امام مالک کی طرف امام ... کے سفر کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

موطا امام محمدؒ کی کئی شرحیں لکھی گئی ہیں، جن میں سے چند کا ہم ذکر کرتے ہیں:۔

... علی القاری کی شرح مؤطا۔

... البیری، شارح "الاشباہ" کی تحریر کردہ شرح مؤطا

... عثمان الکماخی کی لکھی ہوئی شرح۔

شروح وحواشی

موطا امام محمدؒ (متحدہ) ہندوستان میں کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ اس پر علامہ عبدالحی لکھنوی ... کی تعلیق موجود ہے، جو بڑے پایہ کی چیز ہے۔

علامہ عبدالحیؒ کی غلط فہمی

... علامہ عبدالحی لکھنوی (فرنگی محلی) نے اپنی شرح میں ایک حدیث شامل کی ہے، جو ابو علی ... کے حاشیہ میں موجود ہے، یہ حدیث قراءۃ خلف الامام سے متعلق ہے، جو شیخ ابو علی کی محمود ... سند مروی ہے۔

لیکن اس سند کے رجال میں، علامہ عبدالحی لکھنوی (فرنگی محلی) سے چوک ہوئی ہے، انھیں یہ ... ہوئی ہے کہ ابو علی وہ ہیں جو امام محمد بن الحسن کے شیخ ہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ امام محمدؒ بن ... کو اس حدیث سے کوئی تعلق نہیں، اور یہ ابو علی درحقیقت محمد بن احمد بن حسن الصواف ہیں، جو ... صدی ہجری کے رجال میں سے ہیں، ملاحظہ ہو، ان کے شیخ مروزی کا تذکرہ "تاریخ خطیب" میں، ... یہ حدیث درحقیقت یہیں سے چلی ہے، اور اس کا مذکورہ نسخہ میں داخل ہو جانا، کسی

کاتب کی غلطی ہے، اور اس کا جو نسخہ اتقانی کے نسخہ سے منقول ہے، وہ دارالکتب المصریہ ... ہے۔ اس کا نمبر ۴۳۹ ہے اور یہی صحیح ترین نسخہ ہے۔

اسی طرح علامہ عبدالحی لکھنوی (فرنگی محلی) نے صلاۃ قاعدہ کے سلسلہ میں شعبی کی جو حدیث ... کی ہے اسکے رجال میں بھی غلطی ہوئی ہے۔ اس کا سلسلۂ روایت یوں ہے: "محمد کہتے ہیں کہ ہم سے ... نے، وہ کہتے ہیں ہم سے احمد نے، وہ کہتے ہیں ہم سے اسرائیل نے حدیث بیان کی کہ ...

اسناد پر گفتگو

معلوم ہونا چاہیئے کہ اس سند میں جن محمد کا ذکر ہے، وہ ابو علی الصواف ہیں۔

اور بشر، ابو علی کے شیخ بشر بن موسی الاسدی ہیں۔ جو موطا امام محمد کے راوی ہیں۔

اور احمد، احمد بن مہران النسوی ہیں، جو امام محمدؒ کے اصحاب میں سے تھے، اور ان سے ... راوی بھی ہیں۔

اور اسرائیل، امام محمد بن الحسن کے ایک شیخ ہیں۔

امام محمد نے احمد اور اسرائیل کے درمیانی راوی کو ساقط کر دیا، جیسا کہ اس کتاب کے ... سے جو دارالکتب المصریہ میں محفوظ ہے، اس کا نمبر ۴۴ ہے۔ کاتب نے، یہاں ... نام، امام محمد کے واسطے سے داخل کر دیا، جیسا کہ اقدمین میں سے اکثر کا معمول ہے۔

موطا امام محمد کے رجال پر علامہ قاسم الحافظ نے ایک کتاب بھی تالیف کی ہے۔

الحجج

امام محمدؒ کی کتابوں میں ایک کتاب "الحجۃ" بھی ہے جو "الحجج" کے نام سے معروف ...

اس کا پورا نام "الحجج فی الاحتجاج علی اہل المدینۃ" ہے

یہ پوری کتاب تو دستیاب نہ ہو سکی، لیکن ایک بڑا حصہ ہماری نظر سے گذرا ہے جو ...

ے شائع ہوا تھا۔ اس واقعہ کو ایک مدت گذر چکی ہے، یہ مدینہ کے نسخۂ محمودیہ سے نقل کیا گیا تھا۔

کتاب الآثار

امام محمد کی ایک اور کتاب "الآثار" بھی ہے۔ اس میں ابو حنیفہ سے احادیث مرفوعہ و موقوفہ کی روایت کی گئی ہے۔ نیز احادیث مرسلہ کی روایت بھی امام ابو حنیفہ سے کی گئی ہے۔ اس میں ابراہیم نخعی جو فرقۂ عراقیہ کے شیخ مانے جاتے ہیں، بہت سے مرویات موجود ہیں، کچھ تھوڑی سی روایتیں امام ابو حنیفہ کے علاوہ کم و بیش بیس شیوخ سے اور ہیں

یہ کتاب حد درجہ مفید اور نافع ہے، ہمارے مشائخ اس کی طرف خصوصی توجہ کرتے رہے ہیں۔ کیونکہ اس میں ایسی روایتیں موجود ہیں جن سے ان کے مسلک کی تائید و توثیق ہوتی ہے۔

اس سلسلہ میں ابن حجر نے ایک کتاب تالیف کی ہے جس کا نام "الایثار بمعرفۃ رُواۃ الآثار" ہے جس میں کتاب الآثار کے راویوں سے بحث کی گئی ہے۔

مسند ابی حنیفہ[۲]

امام محمد کی کتابوں میں ایک اور بے حد اہم، اور مفید و نافع کتاب "مسند ابی حنیفہ" ہے جو امام محمد کے نام سے معروف ہے۔

اجتہاد الرائے

یہ بھی امام محمد کی تالیف ہے، محمد بن اسحاق الندیم نے اپنی کتاب "الفہرست" میں اسے امام محمد کی تصنیفات میں شمار کیا ہے۔

الاستحسان

یہ بھی امام محمد کی ایک معرکہ آرا کتاب ہے، ابن ندیم نے اپنی فہرست میں اس کا ذکر بھی کیا ہے

اور اسے امام محمد کی تصانیف میں شمار کیا ہے۔

الخصال

یہ بھی امام محمد کی کتاب ہے، اسے بھی ابن ندیم نے اپنی فہرست میں درج کیا ہے، اور امام محمد کے مصنفات میں شمار کیا ہے۔

الرد علی اہل المدینہ

امام محمد کی کتابوں میں اس کا شمار بھی ہوتا ہے۔ ابن ندیم نے اپنی فہرست میں اس کا ذکر بھی کیا ہے۔

اصول الفقہ

یہ امام محمد کی نہایت اہم اور معرکہ آرا کتابوں میں شمار کی جاتی ہے، اور اپنے موضوع پر حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔

دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اصول فقہ میں سب سے پہلی کتاب امام شافعی نے لکھی جو "الرسالہ" کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن اس دعوے کی تردید میں جو زندہ اور ناقابل تردید ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے وہ امام محمد کی اصول الفقہ ہے۔

اسی طرح امام ابو یوسف نے بھی اس موضوع پر امام شافعی سے پہلے قلم اٹھایا ہے، جیسا کہ ابن ندیم نے ذکر کیا ہے۔

اور امام ابو حنیفہ کی کتاب "الرائے" سے تو سب ہی واقف ہیں، اور اس کے تقدم سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کتاب کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ ربیعہ، اور وہ ابن المسیب سے اس کے اصولوں کی روایت کرتے ہیں، جیسا کہ ابن خلدون

ان کے مطالعہ سے اچھی طرح معلوم کیا جا سکتا ہے۔

اجمالی خاکہ

اوراق گذشتہ میں، امام محمد کی تصانیف و کتب کا ایک اجمالی خاکہ، اور ان پر مختصر سا تبصرہ پیش کیا گیا ہے، جس کی حیثیت تعارف سے زیادہ نہیں۔

لیکن ان کتب و مصنفات کی فہرست و تعارف سے یہ اندازہ ہو گیا ہوگا کہ امام صاحب نے کتنے متعدد اور متنوع قسم کے موضوعات پر خامہ فرسائی کی ہے۔ اور کیسے پیچیدہ اور کٹھن عنوانات پر ان کی طبع آزمائی ہے۔ صرف ان کتابوں، اور ان کے متعدد و متنوع موضوعات سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ قدرت کی طرف سے امام صاحب کس غضب کا ذہن اور دماغ لے کر آئے تھے۔

کتابیں دوسرے ائمہ نے بھی لکھی ہیں، ائمہ احناف، شافعیہ، مالکیہ، اور حنابلہ کے اماموں اور فقہا نے بھی۔ ان سب کی کتابیں دیکھ لیجئے، ان کے عنوانات اور موضوعات کا تجزیہ کر لیجئے، ان کے مباحث اور مندرجات کو ٹٹول لیجئے، آپ یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوں گے کہ اس میدان میں بھی امام محمد اپنے معاصرین سے کہیں آگے نظر آتے ہیں۔ انہوں نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے، اس کا حق ادا کر دیا ہے۔ خواہ وہ تفسیر ہو یا حدیث، نحو ہو یا صرف، فقہ ہو یا اصول، اور یہی ان کے عبقری ہونے کی سب سے بڑی اور وزنی دلیل ہے ——

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

تحقیق و تمحیص اسناد و رواۃ

اسانید اور راویوں پر ایک نظر

کسوٹی

دینی کتابوں میں، خاص طور پر حدیث کی کتابوں میں سلسلۂ سند اور روایت کرنے والوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے، کیونکہ بغیر اس کے اندازہ ہی نہیں ہو سکتا کہ روایت کس پایہ کی ہے؟ قابل قبول ہے یا قابل رد؟

امام محمد کی اہم اور معرکہ آرا کتابوں کے اسانید و رواۃ پر اس سے نظر ڈالی گئی ہے تاکہ اندازہ ہو سکے کہ ان کی اہمیت اور پایہ اعتماد کیا ہے؟ ــــ :

امام محمدؒ کے مصنفات وکتب کے اسناد

ایک تحقیقی اور غائر مطالعہ

امام محمد کی کتابوں ، اور خاص کر " الآثار " " المسند " " المؤطا " اور " الاصول " کے اسانید [illegible] ہمارے اثبات میں موجود ہیں ، جمال الحصیری اپنے زمانہ میں اس اعتبار سے منفرد تھے [illegible] انھوں نے اسناد کی روایت بگوش خود ، حسن بن منصور الاوزجندی سے ، انھوں نے ظہیر الحسن [illegible] ، انھوں نے اپنے چچا ابو القاسم محمد بن عبد العزیز سے ، انھوں نے شمس الائمہ السرخسی [illegible] کی ہے ، اور یہ اسانید کتب ستہ میں معروف و موجود ہیں۔

[illegible] روایت حصیری سے سلیمان الاذرعی نے ، ان سے شمس السروجی نے ، ان سے القطب [illegible] نے ، ان سے عبد القادر القرشی نے ، ان سے قاضی الزین المراغی نے ، ان سے یحییٰ بن [illegible] ان سے البرہان الکبرکی نے ، ان سے سراج الحانوتی نے ، ان سے ان کے بیٹے محمد نے اور ان سے [illegible] کی ہے۔

ہمارے مشائخ کے اسناد اثبات میں مدوّن ہیں ، لیکن کوئی حرج نہ ہوگا ، اگر ہم اپنے اسانید کی طرف اشارہ کردیں جو امام محمد کی کتب مذکورہ کے ہیں !

کتاب الآثار کے اسناد

اس کتاب کے اسناد یہ ہیں ۔

بعموم الاجازہ :۔

- علامہ ابو الاخلاص علی بن زین العابدین بن موسیٰ الالصونی
- عن استاذ الاساتذہ احمد شاکر بن خلیل الاستنبولی ،
- ،، الحافظ محمد غالب الاستنبولی ،
- ،، سلیمان بن الحسن الکریدی ،
- ،، المعمر ابی المحاسن یوسف بن اسماعیل
- ،، المحدث الفقیہ محمد ہبت اللہ البعلی التاجی ، المتوفی ۱۲۲۴ھ

دوسری سند : (تحویل)

انبانا عالیا بعموم الاجازۃ :۔

- انبانا المحدث الشیخ الحسن بن عبد اللہ القسطمونی
- ،، احمد خازم النوشہری
- ،، علامہ محمد اسعد امام زادہ
- ،، محمد ہبت اللہ البعلی
- ،، صالح بن ابراہیم الجبینی
- ،، محمد بن علی المکتبی

ابو الصبر ایوب بن احمد الدمشقی ،
ابراہیم بن محمد الاحدب
حافظ محمد بن طولون
ابوبکر محمد بن ابی بکر بن ابی عمر
ابو الحسن علی بن البخاری
ابن الجوزی
ابن البطی
ابن خیرون
الصیمری
ابو اسحاق ابراہیم بن احمد الطبری
ابوبکر الرازی
ابو عامر عمر بن تمیم سیار
ابو سلیمان الجوزجانی
امام محمد بن الحسن الشیبانی

... سند ... :
... واجازۃ الباقی عن :-
ابا محمد صالح الآمدی
شیخ فاخر
عبدالغنی الدہلوی
محمد عابد السندی (الشارحی)

محمد عابد السندی، لسندہ المذکور فی حصر الشارد، بطریق ابن حجر الی حفص ...
عنہ ، !"

مسند محمد کے اسناد

"بعموم الاجازۃ بسند الی ابن طولون "
عن ابی عبداللہ محمد بن احمد بن ابی عمر
" ام محمد عائشہ ابنۃ محمد العمری
ابی الحجاج یوسف المزی الحافظ
ابن البخاری
ابن الجوزی
ابن البطی
الحسن بن محمد الجوہری
ابی بکر محمد الابہری
جدہ عمرو بن ابی عمرو
محمد بن الحسن الشیبانی

ایک اور سند یہ ہے :-
صالح الجینینی
عن ابیہ
الخیر الرملی
محمد بن سراج عمر الحانوتی

• مولف السیرة الشامیة محمد بن یوسف الصالحی الحافظ — باسانید المذکورہ "درعقود
الجمان فی مناقب ابی حنیفة النعمان"
[illegible] اپنی کتاب "المعجم المفہرس" میں
• موطا امام محمدؒ
• الآثار
• السیر الکبیر
[illegible] اسانید بھی ذکر کئے ہیں۔

المُوطا کے اسانید

امام محمد بن الحسن کی روایت سے "المُوطا" کے اسناد "بعموم الاجازة بالسند الی ابن طولون"
[illegible] ذیل ہیں:۔

• عن ام عبدالرزاق خدیجہ ابنۃ عبدالکریم
• ام عبداللہ عائشہ ابنۃ محمد بن عبدالہادی
• الحجار
• ابی الحسن محمد
• ابن خیرون
• ابی الحسن علی بن الحسین بن ایوب
[illegible] کہتے ہیں کہ:۔
• [illegible] ابو طاہر عبدالغفار بن محمد بن جعفر المؤدب
• ابو علی محمد بن احمد بن الحسن الصواف

[illegible] ابو علی محمد بن احمد بن الحسن الصواف سے ابو ذر ہروی نے "مؤطا محمد" کی سماعت کی (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ

• ابو علی بشر بن موسیٰ ابن صالح الاسدی
• ابو جعفر احمد بن محمد بن مہران النسائی
• محمد بن الحسن الشیبانی، رحمہ اللہ

کتبِ ستہ کے اسناد

کتب ستہ سے میری مراد حسب ذیل کتابوں سے ہے:۔

(۱) الجامع الصغیر
(۲) الجامع الکبیر
(۳) السیر الصغیر
(۴) السیر الکبیر
(۵) المبسوط
(۶) الزیادات

ان کتب کی روایت "بعموم اجازت بالسند الی صالح الجینینی یوں ہے:۔
• عن عبدالفتاح الخاص
• محمد بن عبدالقادر النحریری
• السراج عمر الحانوتی
• محمد بن جرباش

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ سے آگے) اور ان سے ابوالولید الباجی نے سماعت کی [illegible]
میں اس کتاب کی اشاعت و نشرہ ترویج کا ذریعہ یہی تھیں۔

ابی الخیر محمد بن محمد الرومی
المجد محمد بن محمد علی الحریری
والدہ
قوام الدین الاتقانی
الحسین بن علی السغناقی
حافظ الدین محمد بن محمد ابن نصر البخاری
محمد بن عبد الستار الکروری
عن برہان صاحب الہدایہ
ابی الحفص عمر النسفی
اسعد بن عبد اللہ الفوبدینی
ابیہ عبد اللہ بن حمزہ
محمد بن ابی سعید
جدہ یعقوب
ابی سلیمان موسیٰ بن سلیمان الجوزجانی
امام محمد بن الحسن — رحمہ اللہ

السیر الکبیر کے اسناد

بطریق اسماعیل بن توبۃ خاصۃً
بالسند الی صاحب الہدایہ :-
عن تاج الدین احمد بن عبد العزیز بن عمر
شمس الاسلام ابی بکر محمد بن علی بن الفضل الزرنجری

شمس الائمۃ الحلوانی
ابی علی النسفی
ابی ابراہیم اسحاق بن محمد بن حمدان المہلبی
ابی محمد الحارثی
ابی محمد السمنانی
اسماعیل بن توبۃ القزوینی المؤدب
الامام ابی عبد اللہ محمد بن الحسن الشیبانی رضی اللہ عنہ !"

خدا امام محمدؒ کے اسانید کو، دوام بخشے، اور ان کے علوم عالیہ و نافعہ کو ہمیشہ ہمیشہ قائم و باقی رکھے۔ اور ہمیں ان کے علوم اور فضل و کمال سے زیادہ سے زیادہ، حصول برکت و حصول نفع کا موقع عطا فرمائے، تاکہ وہ برکتیں، جو امام محمدؒ کی کتابوں، اور ان کے علم و فضل، اور کمال اور اجتہاد و تحقیق سے ہم پر نازل ہوئی تھیں، ان کے نزول و قیام کا سلسلہ تا قیام یوم قیامت جاری رہے !

مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالِمِ

"امام محمدؒ کی زندگی علم کی زندگی تھی، ان کی موت علم کی موت تھی۔ خلیفہ ہارون الرشید نے رَے میں ان کی وفات کے بعد باچشمِ تر یہی تو کہا تھا،

"آج ہم نے رے میں فقہ کو دفن کر دیا ــــ!"

واقعہ یہ ہے کہ امام محمدؒ کی وفات کے ساتھ فنِ فقہ بھی مرگیا۔ ان کی وسعت علم و نظر کی مثال پھر کبھی نہ مل سکی!"

امام محمدؒ کی وفات

امام محمد بن الحسن کی ولادت ۱۳۲ھ میں ہوئی تھی، جیسا کہ ابن ابی العوام، ابن سعد اور خطیب وغیرہ نے بیان کیا ہے ــــ اور یہ روایت کہ امام صاحب کی ولادت ۱۳۵ھ میں ہوئی غلط ہے۔

امام صاحب کی وفات ۱۸۹ھ میں ہوئی۔ ابن سعد، خطیب، اور ابن الحنا وغیرہ سب متفق ہیں ــــ ابن ابی العوام کی ایک روایت میں سال وفات ۱۸۸ھ بتایا گیا ہے، یہ غلط ہے۔

وفات

ابوعبداللہ صیمری کہتے ہیں کہ ہمیں مرزبانی نے، اور انھیں ابراہیم بن محمد بن عرفہ نحوی نے

امام محمد اور امام کسائی کا انتقال رَے میں ہوا، یہ واقعہ ۱۸۹ھ کا ہے۔

... عالم تھا کہ اس فن میں مرتبۂ امامت انہیں حاصل تھا۔

ہارون کا ماتم

امام محمدؒ اور کسائیؒ کی خبرِ وفات سن کر خلیفہ ہارون الرشید نے حد درجہ اضطراب کے ساتھ کہا،

"آج ہم نے رَے میں فقہ اور عربی زبان دانی کو دفن کر دیا!"

تدفین

پہلے امام محمدؒ کا انتقال ہوا، اس کے دو روز بعد کسائیؒ نے سفر آخرت اختیار کیا، ــــ ایک روایت یہ بھی ہے کہ امام محمدؒ اور کسائیؒ دونوں کا انتقال ایک ہی دن ہوا۔

الکروری کے مناقب میں ہے کہ ابوالحسن علی بن موسیٰ القمی کہتے ہیں کہ

"امام محمدؒ قلعۂ رَے سے متصل جبل طبرک کے مقام پر دفن ہوئے۔ ہشام ابن عبید اللہ الرازی کے مکان سے بالکل قریب، کیونکہ وہ انہی کے ہاں مقیم تھے۔ اور کسائی ایک قریہ میں جو "انبویہ" ہے، دفن کئے گئے۔ جبل طبرک اور رنبویہ کے مابین، چار فرسخ کا فاصلہ ہے ... ہے کہ امام محمدؒ، اور کسائیؒ دونوں کے مقام دفن سے خلیفہ ہارون الرشید کے معسکر کا فاصلہ چار ہی فرسخ تھا۔

عالم نزع میں گریہ

رَے میں امام محمدؒ کے آنے کا سبب یہ تھا کہ خلیفہ ہارون الرشید، رافع بن لیث ... سے مقابلہ کرنے کے ارادہ سے سمرقند کی طرف کوچ کر رہا تھا اور امام صاحب اس کے ساتھ تھے ...

ذہبی نے اپنی کتاب میں یونس بن عبدالاعلیٰ کی روایت، جو علی بن معبد کے واسطے سے پہنچی تھی، یوں بیان کی ہے کہ

وہ رازی شخص (ہشام بن عبیداللہ) امام محمدؒ کا میزبان تھا، اسی کے گھر پر ان کا انتقال ہوا۔ ہشام کا بیان ہے کہ امام محمدؒ پر جب نزع کا عالم طاری تھا، میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا رو رہے ہیں، میں نے کہا:

"اس علم و فضل کے بعد بھی آپ رو رہے ہیں؟"

امام محمدؒ نے جواب دیا،

"اس پر رو رہا ہوں کہ اگر خدا نے مجھ سے سوال کیا کہ کیوں اے محمدؒ تم رے کیوں آئے تھے؟ کیا میرے راستہ میں جہاد کرنے کے لئے، یا میری رضامندی حاصل کرنے کے لئے — ؟ تو میں کیا جواب دوں گا؟"

اس کے بعد امام صاحب کا انتقال ہو گیا۔ اور وہ اپنے رب سے جا ملے!"

خواب میں ملاقات

صیمری کہتے ہیں کہ ہم سے عمر بن ابراہیم نے، اور ان سے مکرم نے، ان سے محمد بن عبدالسلام ... نے، ان سے سلیمان بن داؤد بن کثیر البابلی، اور عبدالوہاب بن عیسیٰ نے بیان کیا کہ ہم سے احمد بن محمد ... نے کہا کہ میرے والد فرما رہے تھے۔

"میں نے امام محمدؒ بن الحسن کو ایک مرتبہ خواب میں دیکھا، میں نے ان سے سوال کیا،

"آپ کے رب نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟"

امام محمدؒ نے فرمایا،

"خدائے بزرگ و برتر نے مجھے جنت عطا فرمائی، اور کہا،

"تجھے میں نے علم کی ڈھال بنایا ہے، تجھے میں عذاب نہیں دے سکتا۔"

میں نے امام محمدؒ سے پوچھا،

"یہ بتائیے، امام ابو یوسفؒ کے ساتھ ان کے رب نے کیا برتاؤ کیا؟"

امام صاحب نے جواب دیا،

"وہ مجھ سے ایک درجہ اوپر جنت میں مقیم ہیں۔"

میں نے پھر سوال کیا،

"اور امام ابو حنیفہؒ کا کیا حال ہے؟"

امام محمدؒ نے جواب دیا،

"وہ اعلیٰ علیین میں ہیں —!"

ابن ابی العوام الحافظ کہتے ہیں،

مجھ سے عمر بن احمد بن حماد نے، ان سے احمد بن القاسم البرقی نے، ان سے ... بن ابی رجاء نے کہا،

جنت میں

میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ ایک مرتبہ میں نے امام محمدؒ کو خواب میں دیکھا، میں نے ان سے کہا،

"کہیے آپ اب کس حالت میں ہیں؟"

امام صاحب نے فرمایا

خدا نے میری مغفرت کر دی، اور مجھے بخش دیا۔

میں نے سوال کیا،

"کس بات پر؟"

امام صاحب نے بتایا،

"اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد فرمایا،

"یہ علم جو تیرے اندر ہے، اس کے باعث ہم تجھے بخشتے، اور جنت عطا کرتے ہیں ــــ!"

میں نے پوچھا،

"اور امام ابو یوسفؒ کا کیا حال ہے؟

امام محمدؒ نے بتایا،

"جنت میں وہ ہم سے ایک درجہ اوپر ہیں

میں نے پھر پوچھا،

"اور امام ابو حنیفہؒ؟

امام محمدؒ نے بتایا

"وہ اعلیٰ علیین میں ہیں ــــ!

خطیب سے بھی ایک اسی طرح کی روایت مروی ہے، البتہ ان کی سند ذرا مختلف ہے یعنی [...] عن سلیمان بن ابی شیخ عن ابی رجاء عن محمویہ احد الابدال!" ــــ واللہ اعلم!"

ایک غم انگیز مرثیہ

[...] سے مرزبانی سے، انھوں نے ابوبکر بن درید سے، انھوں نے سعید السکری سے، تخریج [...] اسماعیل بن ابی محمد یحییٰ بن المبارک الیزیدی نے، انھوں نے اپنے والد سے بیان کیا [...] امام محمدؒ اور کسائیؒ کا مرثیہ کہا ہے۔

[...] چند اشعار ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:-

- دنیا مِٹ جانے والی ہے، یہاں کی چیزوں کو دوام اور ثبات حاصل نہیں ہے
- آج جو مسرت و نشاط کی کارفرمائی نظر آتی ہے یہ بھی باقی نہیں رہے گی، ایک دن [...]
- موت سے، کوئی شخص بھی کسی طرح نہیں بچ سکتا،
- جس نے اس دنیا میں قدم رکھا ہے، وہ عروسِ مرگ سے ضرور ہمکنار ہوگا۔
- کیا تم نہیں دیکھتے کہ بڑھاپا جب آجاتا ہے، تو بلائیں اپنے ساتھ لاتا ہے۔
- اور جوانی جب ایک مرتبہ چلی جاتی ہے تو پھر کبھی واپس نہیں آتی۔
- تیرے پاس بھی وہ خبر آنے والی ہے جس نے گذشتہ صدیوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیا اور [...] عہدِ ماضی بنا دیا۔
- تو بھی تیار ہوجا، موت تیرے پاس جلد ہی آنے والی ہے۔
- مجھے قاضی القضاۃ امام محمدؒ کی وفات کا غم ہے۔
- میری آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہیں۔ اور میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔
- مجھے اس بات کا غم بھی ہے کہ تو اس جہانِ فانی سے رخصت ہو چکا، مگر،
- اب جو مشکل مسائل درپیش آئیں گے، ان کی وضاحت کون کرے گا؟
- دنیا کے ہر لطف اور ہر لذّت سے میرا دل بیزار ہو چکا ہے،
- میری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، اور ان پر خواب حرام ہوگیا ہے۔
- وہ ایسے عالم تھے
- کہ دنیا میں ان کا کوئی ہم پایہ اور ہم مرتبہ نہیں،
- ان کے ذکر سے میرا غم اور بڑھ جاتا ہے، اور میرا دل ڈوب جاتا ہے،
- حالانکہ میں جانتا ہوں، موت آنے والی ہے!"

اب قلم آگے بڑھنے سے رکتا ہے۔ آیئے دعا کریں کہ خدا اسے [...] جس نے اس کے بندوں کو علم دین کے اسرار و حکم سے واقف کیا ــــ وصلی اللہ علی [...]

ماخذ و مصدر

کُتبِ حوالہ کی تفصیل

—— "کسی علمی یا تاریخی موضوع پر جب کوئی کتاب لکھی جاتی ہے، تو تاریخوں، تذکروں اور دوسری کتابوں سے مواد حاصل کر لیا جاتا ہے پھر کتاب مرتّب ہوتی ہے۔

زیرِ مطالعہ کتاب کی تصنیف و تالیف میں بھی بہت سی معتبر اور مستند کتابوں سے مدد لی گئی ہے اور مواد حاصل کیا گیا ہے۔

اگلے صفحات پر ان کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔ تاکہ پڑھنے والے اگر چاہیں تو خود بھی ان کتابوں سے مقابلہ کر سکیں، یا اس موضوع پر کچھ تیاری کرنا چاہیں تو ضروری مواد حاصل کر سکیں ——!

کتابیات

...س کتاب کی ترتیب میں جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے، اور مختلف مقامات پر جن کا حوالہ دیا ...یے ذیل میں ان کی فہرست حروف تہجی کے اعتبار سے درج کی جاتی ہے۔ ہر کتاب کے نام کے ...ساتھ ان صفحات کا حوالہ بھی دیا گیا ہے، جن سے مواد حاصل کیا گیا ہے۔

الف

(۱) ...الآثار، للامام محمد،
ص ۶۰، ۶۶، ۶۹

(۲) ...لرائے، لمحمد،
ص ۹۰

(۳) ...التقاسیم،
ص ۲۰

(۴) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، لابی عبداللہ الصیمری،
ص، ۴، ۲۸، ۴۰، ۴۹

(۵) اختلاف الصحابہ، لابی حنیفہ
ص، ۱۸، ۳۵

(۶) اختلاف الموطات واتفاقہا للدارقطنی
ص، ۱۰

(۷) الاستحسان، لمحمد،
ص، ۶۷

(۸) الاسدیہ، لاسد بن الفرات
ص، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۶۱

(۹) الاصل (المبسوط) للامام محمد،
ص، ۶۱

(۱۰) اصول الفقہ، لمحمد،
ص ۶۷، ۶۸

(۱۱) اصول الدین لابی ورد الحنبلی،
ص ۵۲

(۱۲) اصول الفقہ، لابی بکر الرازی
ص، ۴۹

(۱۳) الاکتساب فی الرزق المستطاب لابن سماعہ
ص، ۶۵

(۱۴) الامالی (الکیسانیات)، لمحمد بن الحسن،
ص، ۶۴

الامالی لابی یوسف،

ص، ۱۰، ۳۰، ۴۶

الام، للشافعی

ص، ۱۰، ۱۹، ۲۳، ۶۱، ۶۷

الانتقاء فی فضائل الثلاثہ الفقہاء لابن عبد البر،

ص، ۵، ۱۰، ۱۹، ۱۷، ۲۵، ۲۷، ۲۰، ۲۷،

الانساب لابن السمعانی،

ص، ۴۹

الاوسط، لابی حنیفہ

ص، ۱۹، ۳۲

الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار، لابن حجر،

ص، ۶۷

(ب)

البحر المحیط لعبد الزرکشی،

ص، ۴۳،

البرہان لامام الحرمین

ص، ۶۳

(ت)

تاریخ بغداد، للخطیب،

ص، ۱۰، ۲۸، ۴۳، ۴۴، ۵۷، ۶۶

تاریخ اصبہان، لابی الشیخ،

ص، ۴۹

(۳) تاریخ جرجان

ص، ۳۲

(۴) تاریخ ابن جریر،

ص، ۴۰،

(۵) تاریخ دمشق لابن عساکر

ص، ۴

(۶) تاریخ الرے

ص، ۳۲

(۷) التاریخ والعلل، لابن معین

ص، ۵۷

(۸) تاریخ قزوین،

ص، ۳۲

(۹) تاریخ مرو

ص، ۱۹، ۳۲

(۱۰) تاریخ نیساپور،

ص، ۳۲

(۱۱) التاریخ الکبیر، للذہبی،

ص، ۲۱

(۱۲) التحصیل فی الاصول لعبد القاہر البغدادی

ص، ۴

تخریج احادیث الرافعی، لابن حجر

ترجمة السير الكبير لمحمد المنيب العينتابي،
ص ٦٣،
تحلّي المنفعة لابن حجر
ص ٥٥
التعليق الممجد، على موطا محمد
ص ٢٩، ٦٦
التعليم لمسعود بن شيبه
ص ١٩، ٣٥
توالي التأسيس بمعالي ابن ادريس، لابن حجر، (مناقب الشافعي)
ص ٢٣، ٢٤، ٢٦، ٢٨، ٢٩،
تهذيب الاسماء واللغات، للنووي،
ص ٢٢، ٥٩
تيسير على السير الكبير لمحمد المنيب العينتابي
ص ٦٣

(ج)

جامع البخاري،
ص ٤٦
الجامع الترمذي
ص ٥١،
الجامع لحرب بن اسماعيل،
ص ٥٢،
(٤) الجامع لابي حنيفة،
ص ١٨،
(٥) الجامع لسفيان الثوري
ص ٩١
(٦) جامع بيان العلم، لابن عبد البر،
ص ٢١
(٧) الجامع الصغير لمحمد بن الحسن،
ص ٩، ٣٥، ٥٧، ٦٠، ٦٢، ٦٩
(٨) الجامع الكبير لمحمد بن الحسن
ص ٩، ٥٧، ٦٢-٦٣، ٦٩
(٩) الجرجانيات لمحمد بن الحسن
ص ١٠، ٦٥
(١٠) الجرح والتعديل لابن ابي حاتم
ص ١٧
(١١) جزء في ترجمة محمد بن الحسن، للذهبي،
ص ٦، ٧، ٢٣، ٣٧، ٣٤، ٥٦، ٥٧، ٥٩
(١٢) جزيل المواهب في اختلاف المذاهب للسيوطي
ص ٤
(١٣) الجوهر النقي في الرد على البيهقي،
ص ٣٠

(ح)

(١) الحجة على اهل المدينة، (الحجج) لمحمد بن الحسن

ص، ١٠، ١١، ١٣٠، ٢٣٠، ٢٨٠، ٦٠

(٢) كتاب الحجج الكبير في الرد على قديم الشافعي لعيسى بن ابان

ص، ١٠، ٢٨، ٤٩،

(٣) كتاب الحجج الصغير في الرد على عيسى الهاشمي لعيسى بن ابان،

ص، ١٠، ٢٨، ٤٩

(٤) الحجة (القديم) للشافعي،

ص، ٣، ٢٨، ٣٣، ٤٩

(خ)

(١) الخصال لمحمد بن الحسن

ص، ٦٠

(٢) الخطط، للمقريزي

ص، ٣١

(د)

(١) ذم الكلام لابي اسماعيل الهروي

ص، ٣٠، ٣٣

(٢) الديباج المذهب في طبقات المالكية، (ذيل الابتهاج)

ص، ٣٠

(ر)

(١) كتاب الآثار، لابي حنيفة

ص، ١٠، ٦٢

(٢) رجال آثار الامام محمد، للعلامة قاسم الحافظ

ص، ٦٧

(٣) رجال موطا الامام محمد، للعلامة قاسم الحافظ

ص، ٢٦

(٤) رحلة الشافعي، رواية البلوى

ص، ٢٨

(٥) رحلة الشافعي، رواية البطين

ص، ٣١

(٦) الرد على جديد الشافعي، للقاضي بكار بن قتيبة

ص، ٢٨

(٧) الرد على الخطيب، (السهم المصيب للملك المعظم)

ص، ٦٣

(٨) الرد على القدرية، لابي حنيفة، ص، ١٩

(٩) الرد على المريسي والشافعي في شرط قبول الاخبار لعيسى بن ابان

ص، ١٠، ٤٩

(١٠) الرسالة في اصول الفقه للشافعي

ص، ٣٩

(١١) رسالة ابي حنيفة الى عثمان البتي في الارجاء

ص، ١٩

(١٢) الرقيات، رواية ابن سماعة، عن محمد بن الحسن

ص، ٦٣

(ز)

...ل العلم، الذهبي،

ص ٩٥،

الزيادات، لمحمد بن الحسن

ص ٩٣، ٦٤، ٦٩

زيادة الزيادات لمحمد بن الحسن

ص ٩٣،

(س)

السنن لعبد اللہ بن احمد

ص ٥٣،

السير لابی حنیفہ،

ص ١٩، ٩٧

السیر الصغیر للامام محمد

ص ٣٧، ٩٢، ٩٩

السیر الکبیر للامام محمد

ص ١١، ٣٧، ٥٩، ٦٣، ٦٩، ٧٠

(ش)

شرح تلخیص الخلاطی، لاکمل الدین البابرتی،

ص ٩٢

شرح الجامع الکبیر للحصیری (الوجیز)

ص ٥٨

(٣) شرح الجامع الکبیر، للحصیری، (التحریر)

ص ٥٨

(٤) شرح الجامع الکبیر لابی بکر الرازی الجصاص

ص ٦٢

(٥) شرح السنن، لہبۃ اللہ اللالکائی،

ص ٥٣

(٦) شرح السیر الکبیر، للسرخسی

ص ٣٧، ٦٤

(٧) شرح السیرۃ، لابن سید الناس

ص، ٥٠

(٨) شرح کتاب الکسب للسرخسی،

ص، ٦٥

(٩) شرح مختصر الروضہ للطوفی،

ص، ٥٢

(١٠) شرح المقامات للشریشی

ص، ٣٤

(١١) شرح مؤطا امام محمد للبیری شارح الاشباہ

ص، ٦٦

(١٢) شرح مؤطا امام محمد لعبد الحی اللکھنوی (فرنگی محلی) (التعلیق الممجد)

ص، ٦٦،

(١) شرح موطا للامام محمد علی القاری،

ص ٦٦

(٢) شرح موطا، للامام محمد لعثمان الکماخی (المهیأ)

ص ٦٦

ص

(١) صلة ابن بشکوال،

ص ٦٠

ض

(١) ضعفاء لابن الجوزی

ص ٥٩

ط

(١) طبقات الحفاظ للذهبی

ص ٢٦

(٢) طبقات الحنفیه للتقی التمیمی،

ص ٥٠

(٣) طبقات الحنابلة للقاضی ابی الحسین بن ابی یعلی

ص ٥٢

(٤) الطبقات الکبری لابن سعد

ص ٤٢

(٥) طبقات الفقهاء لابی اسحاق الشیرازی

ص ٢٦، ٣١، ٣٢

(٦) طبقات المالکیه، لابن فرحون

ص ٢٠

(ع)

(١) العالم والمتعلم لابن ابی حنیفه،

ص ١٩٠

(٢) العتبیه، للمهد العتبی

ص ١٣

(٣) عقود الجمان فی مناقب النعمان

ص ١٩

(٤) عقیدة الطحاوی

ص ٥٤

(٥) العلل للترمذی

ص ٢٤

(٦) العلل، لسفیان بن سحبان البصری

ص ١٠

(ف)

(١) فضائل ابی حنیفه واصحابه لابن ابی العوام الحافظ

ص ١٩، ٢٨، ٣٠، ٤٩، ٥٤

(٢) الفقه الابسط، لابی حنیفه

ص ١٩٠

(٣) الفقه الاکبر لابی حنیفه

ص ١٩٠

(٣) فہرست، ابن الندیم،
ص ٦٤

(ق)

(١) قمع اہل الزیغ والالحاد عن الطعن فی تقلید ائمۃ الاجتہاد، للشنقیطی
ص ٢

(ک)

(١) الکامل لابن عدی
ص ١٦
(٢) الکسب للامام محمد
ص ٦٥
(٣) الکیسانیات (الامالی) للامام محمد
ص ٦٣، ١٠

(م)

(١) ما خالف ابو حنیفہ من الاحادیث للجیلی الہاشمی
ص ٣٨، ٣٩
(٢) المبسوط لابی العاصم العامری
ص ٥٣
(٣) المبسوط لمحمد بن الحسن (الاصل)
ص ٣٥، ٩١، ٦٣
(٤) مسند احمد بن حنبل
ص ٥٣

(٥) کتاب المخارج، المنسوب الی الامام محمد
ص ٦٥
(٦) مختصر تاریخ الذہبی، لابن قاضی شہبہ
ص ٢٢
(٧) المدارک للقاضی عیاض، ص ١٨، ٢٠
(٨) مدونہ، سحنون
ص ١٨٠٣
(٩) مرأۃ الزمان لسبط ابن الجوزی
ص ٥٩
(١٠) مسائل اسحاق بن منصور
ص ٥
(١١) مسند ابی حنیفہ للامام محمد
ص ٦٧، ٦٩
(١٢) مسند الشافعی
ص ٣
(١٣) معالم الایمان فی تاریخ القیروان
ص ١٥، ٢٠٠
(١٤) المعجم المفہرس، لابن حجر
ص ٦٩
(١٥) معرفۃ السنن للبیہقی
ص ٣٠

المغازي، للواقدي
ص ٦٠
مغاني الأخيار في رجال معاني الآثار، للبدر العيني،
ص ٥٤، ٥٩
مناقب احمد بن حنبل، لابن الجوزي
ص ٢٠، ٥٠، ٦٣
مناقب ابي حنيفة واصحابه، للكردري
ص ٢٢، ٣٤، ٥١، ٥٦، ٥٧، ٦٠، ٧٠
مناقب الشافعي، للبيهقي
ص ٣٠
مناقب الشافعي، لابن حجر (توالي التأسيس)
ص ٣٣
مناقب الشافعي، للفخر الرازي
ص ٢٢
المنتظم، لابن الجوزي
ص ٢٠، ٥٩
المنتقى شرح الموطا، للباجي
ص ١٩
منهاج السنة، لابن تيمية
ص ٤١
الموطا بالثمين وعشرين رواية
ص ١١

(٢٧) الموطا، برواية اسد
ص ١٤
(٢٨) الموطا، برواية الشافعي
ص ١٩، ٢٩
(٢٩) الموطا للامام محمد
ص ١٠، ١١، ١٢، ١٣، ٦٦، ٦٧
(٣٠) الموطا، ليحيى بن يحيى الليثي
ص ١١، ١٣
(٣١) ميزان الاعتدال، للذهبي
ص ٥٩

(ن)

(١) النافع الكبير لمن يطالع الجامع الصغير، لعبد الحي اللكنوي
ص ٤٢
(٢) نقض عثمان بن سعيد على الجهمي العنيد
ص ٥٢
(٣) النوادر، رواية ابراهيم بن رستم عن محمد بن الحسن
ص ١٠، ٦٥
(٤) نوادر ابن سماعة
ص ٦٥
(٥) نوادر هشام بن عبيد الله الرازي
ص ٦٥،

نیل الابتہاج بتطریز الدیباج (ذیل ابن فرحون)

ص ۱۹۰

(و)

(مخطوطہ) وصایا لابی حنیفۃ، کتبہا العدۃ من اصحابہ

ص ۱۹۰

وفیات الاعیان لابن خلکان

ص ۱۰۵

(ہ)

الہارونیات للامام محمد بن الحسن

ص ۶۵

الہدایۃ للمرغینانی

ص ۱۰۱

———— • ————

یہ ان کتابوں کی فہرست جن سے اس کتاب کی ترتیب و تسوید میں مدد لی گئی ہے۔ اور جن مصنفات کی بنیاد پر امام محمد بن الحسن کی یہ سیرت قلمبند کی گئی ہے، —— احتیاطاً، تاکہ تلاش و تفحص میں دشواری نہ ہو، ہر کتاب کے نیچے کی سطر میں ان صفحات کا حوالہ بھی دے دیا گیا ہے، جن سے کچھ مواد لیا گیا ہے۔

————

ضمیمہ

امام محمد کے شاگرد رشید

قاضی اسد بن فرات فاتح صقلیہ

حالات و سوانح

—•—

مجاہدات و محاربات

اس کتاب میں اسد بن فرات کا ذکر کئی موقعوں پر آیا ہے۔ وہ امام مالکؒ کے شاگردِ رشید تھے۔ پھر انھوں نے امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ سے بھی استفادہ کیا۔ امام محمدؒ سے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ کچھ ان کی شفقت اور لطف وکرم کے باعث اور زیادہ تر ان کے ملکۂ اجتہاد، وسعتِ نظر اور جامعیتِ علوم کے باعث ان سے عقیدت رکھتے تھے۔

اسد دراصل مالکی مذہب کے سربرآوردہ علماء میں سے تھے۔ لیکن بعد میں مسندِ قضا پر فائز ہوئے تو زیادہ تر حنفی مسلک کے مطابق فتویٰ دینے لگے۔

وہ گوناگوں صفات وکمالات کے جامع تھے۔ بہت بڑے عالم تھے، مجتہد تھے، زاہد اور متقی تھے اور ساتھ ہی ساتھ مردِ مجاہد بھی۔

فاتحِ صقلیہ کی حیثیت سے ان کا نام تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ زندہ اور تابندہ رہے گا۔

چونکہ اسد کو امام محمدؒ سے اور ان کے مجتہدات سے گہرا ربط وتعلق تھا، لہٰذا تاریخ صقلیہ (حصہ اول و دوم) سے ہم نے اسد کے حالات جمع کرکے ضمیمہ کے طور پر شامل کر دیے ہیں جو اگلے صفحات میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس ضمن میں جن کتبِ حوالہ کے اسماء آپ کی نظر سے گذریں گے، وہ بھی تاریخ صقلیہ (حالات اسد) ہی سے ماخوذ ہیں۔

رئیس احمد جعفری

قاضی اسد بن فرات فاتح صقلیہ

…می اسد کی کنیت ابو عبداللہ، باپ کا نام فرات اور دادا کا نام سنان تھا، وہ مزاحاً کہا
…تے تھے: میں اسد (شیر) ہوں، جو وحشی جانوروں میں سب سے بہتر ہے، میرے والد فرات ہیں
…ان میں سب سے بہتر ہے، اور میرے دادا "سنان" (نیزے کی اَنی) تھے جو ہتھیاروں میں
…ہترین ہے۔

…ن کا خاندان بنو سلیم بن قیس کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا۔
…سد کا آبائی وطن نیشاپور (خراسان) تھا، وہ ابھی ماں کے پیٹ ہی میں تھے کہ ان کے والد ہجرت
…کر کے حران (دیار ابی بکر) آئے اور وہ یہیں سنہ ۱۴۲ھ میں پیدا ہوئے۔[1]
…ان کا پیشہ سپہ گری تھا دو برس کے سن میں اپنے والد کے ساتھ سنہ ۱۴۴ھ میں محمد بن اشعث کی فوج
…میں افریقہ آئے، قیروان میں پانچ سال کی عمر تک رہے، پھر ان کے والد نے تیونس میں قیام اختیار
…کیا، اور …ال مقیم رہے۔

[1] … سنہ ۱۴۵ھ اور سنہ ۱۴۲ھ بھی بیان کیا جاتا ہے مگر متن کی روایت خود قاضی اسد کی زبان سے مروی ہے
(تاریخ صقلیہ، ج: ۲، ص ۲۴۱)

مالک سے رخصت ہونے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے خاص التفات سے ان کو
رخصت فرمایا، اسد کا بیان ہے

"میں اور حارث بن اسد قفصی اور غالب بن مہدی، امام مالک کی خدمت میں رخصت ہونے کے لیے حاضر ہوئے، میرے دونوں ساتھی مجھ سے پہلے باریاب ہوئے، اور امام مالک سے درخواست کی کہ ہمیں کچھ وصیت فرمائیے، انھوں نے ان دونوں کو وصیت کی، اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے تقویٰ، قرآن اور اس کی امت کی خیرخواہی کی وصیت کرتا ہوں۔"

اسد کہتے ہیں کہ اس کے بعد جب ہم لوگ باہر نکلے تو میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ …

"واللہ انھوں نے تمھیں اپنی وصیت میں ہم لوگوں سے زیادہ عطا فرمایا۔"

راوی سلیمان کا بیان ہے کہ امام مالک رخصت کرتے وقت اپنے تلامذہ کو صرف تقویٰ کی …
وصیت فرماتے تھے۔

عراق میں تحصیل علم

اس کے بعد اسد مدینہ سے عراق روانہ ہوئے، یہاں امام اعظم کے ارشد تلامذہ کی مسند…
بچھی ہوئی تھی، یہاں آکر امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن اور اسد بن عمرو[1] کے حلقوں میں شریک …

[1] ان شیوخ عراق میں صاحبین کے اسماء معلوم و مشہور ہیں، موخر الذکر اسد بن عمرو بھی امام اعظم …
میں تھے، ان کا امتیاز خاص یہ تھا کہ انھی نے سب سے پہلے امام اعظم کی کتابیں ان سے نقل کر…
حالات الجواہر المضیہ جلد ۱ صفحہ ۱۴۰ اور طبقات تقویٰ … صفحہ ۲۱۶، ۲۸۰ میں ہیں۔
(تاریخ صقلیہ، ج ۲)

...کے علاوہ چند دیگر ممتاز فقہائے احناف سے بھی فقہ کی تحصیل کی۔

امام محمد رحمہ کا التفاتِ خاص،

امام محمد کی خدمت میں انھیں نمایاں اختصاص حاصل ہوا، ان کی اجازت سے ان کے عام درس میں شریک ہونے کے علاوہ شب کے وقت بھی ان سے پڑھتے تھے، اور پھر ان کی غریب الوطنی معلوم ہونے پر مالی امداد بھی فرمائی، انھوں نے یہ واقعات خود سلیمان بن سالم سے بیان فرمائے، فرماتے ہیں

میں نے امام محمد بن حسن سے کہا کہ میں پردیسی ہوں، اور آپ سے فقہ و حدیث کا بہت کم سرمایہ جمع کر سکا ہوں، کیونکہ آپ کے تلامذہ کی تعداد زیادہ ہے اس لیے میرے لیے کیا خاص عنایت ہو سکتی ہے؟" انھوں نے فرمایا "عراقی طلبہ کے ساتھ دن میں شریک رہو، اور رات کا وقت صرف تمھارے لیے خاص کرتا ہوں، رات میرے ہی پاس گذارو، وہیں تمھیں حدیثیں سنایا کروں گا"

چنانچہ میں شب کو امام محمد کے یہاں رہنے لگا، وہ خود اوپر رہتے تھے اور میں نیچے کی منزل میں رہتا تھا، لیکن میری خاطر سے وہ نیچے ہی اتر آتے اور میرے لیے اپنے سامنے ایک پیالہ میں پانی رکھ کر بیٹھ جاتے، جب پڑھتے پڑھتے رات زیادہ گذر جاتی تو مجھے نیند آنے لگتی، وہ مجھے اونگھتے ہوئے دیکھ کر ایک چلو پانی میرے منہ پر چھڑکتے اور میں بیدار ہو جاتا، ان کا اور میرا یہی طریقہ مستمر جاری رہا، یہاں تک کہ میں جس قدر ان سے پڑھنا چاہتا تھا، پڑھ لیا۔

امام محمد کی شفقتوں کے سلسلہ میں کہتے ہیں :۔

میں ایک دن محمد بن حسن کے حلقۂ درس میں بیٹھا تھا، ناگاہ سبیل لگانے والے کی آواز آئی، میں جلدی سے اٹھ کر گیا اور پانی پی کر حلقہ میں واپس چلا آیا، اس پر محمد نے مجھ سے پوچھا، "مغربی" تم سبیل کا پانی پیتے ہو؟" میں نے عرض کیا "خدا

آپ کو فلاح دے، میں تو "ابن سبیل" ہوں درس ختم کر کے میں گھر چلا گیا، تو رات کے وقت کسی نے دروازے پر آواز دی، دروازہ کھولا تو معلوم ہوا کہ امام محمد کا خادم ہے، اس نے مجھ سے کہا "آقا نے آپ کو سلام کہا ہے اور آپ سے کہا ہے کہ مجھے آج سے پہلے بالکل معلوم نہ تھا کہ تم "ابن سبیل" ہو، اس لیے اس نفقہ کو لے لو، اور اپنی ضرورتیں پوری کرو"

اس کے بعد اس نے ایک بھاری تھیلی میری طرف بڑھائی، میں دل میں خوش ہوا کہ اس میں دراہم کی کافی تعداد ہے، جب گھر میں آ کر تھیلی کھولی تو دیکھتا ہوں اس میں اسّی اشرفیاں بھری ہوئی ہیں"

امام مالک رحمہ کی وفات اور لوگوں کا ان کے تلامذہ کی طرف رجوع

اسد عراق میں تحصیل علم میں مصروف تھے کہ مدینہ سے امام مالک کی وفات کی خبر پہنچی اور اسی طرح سے امام مالک کے تلامذہ لوگوں کا مرجع بن گئے جن میں اسد بھی تھے، وہ اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں :۔

"ہم لوگ ایک دن امام محمد کے حلقۂ درس میں بیٹھے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا اور لوگوں کو پھاندتا ہوا امام محمد کے قریب پہنچا اور ان سے کوئی خبر بیان کی جس پر امام محمد بول اٹھے "انا للہ وانا الیہ راجعون" ایک مصیبت ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی دوسری مصیبت نہیں، مالک بن انس کا انتقال ہو گیا امیر المومنین فی الحدیث نے وفات پائی۔

یہ خبر مسجد میں پھیلی، پھر بجلی کی طرح سارے شہر میں دوڑ گئی، لوگ مالک بن انس کی وفات پر اظہار غم کے لیے جمع ہونے لگے اور اس کے بعد یہ حال ہو گیا کہ جب کوئی مالک بن انس کی حدیث روایت کرنے لگتا تو ایک خلقت اس کے گرد امنڈ آتی

اور اس قدر مجمع ہوجاتا کہ راستے بند ہوجاتے۔"

صاحبین کا اسد سے موطا کا درس لینا

اسی سلسلہ میں اسد سے بھی لوگوں نے امام مالکؒ کی روایتیں لیں، اور پھر انھیں یہ قابل فخر اعزاز حاصل ہوا کہ امام ابویوسفؒ نے اس تشنۂ علم کو سیراب کرنے کے بعد اس سے اس فیض کے حاصل کرنے کی خواہش کی جو وہ مدینۃ العلم یثرب سے حاصل کر لایا تھا، چنانچہ امام ابویوسف نے اسد سے موطا امام مالکؒ کا درس لیا۔

پھر جب اس کی خبر امام محمدؒ کو پہنچی تو فرمایا، ابویوسف علم کی خوشبو سونگھ لیتے ہیں، اور اس کے بعد اسد سے موطا کے درس کی خود بھی خواہش کی، اور اس حیثیت سے اسد کی شخصیت اسلام کے دو مذہب کے ساطین اولین کے درمیان ایک سلسلۃ الذہب کی قرار پائی۔

اسد نے مشرق میں فقہ مالکی وحنفی کی تحصیل کے علاوہ شیوخ عراق میں سے یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ کوفی[1]، ابوبکر بن عیاش، مسیب[2] بن شریک اور ہشیم بن شریک وغیرہ سے علم حدیث حاصل کیا اور ان سے حدیثیں نقل کیں، ان میں سے صرف موخر الذکر ہشیم بن شریک سے ۱۲ ہزار حدیثیں لکھیں۔

---

[1] یہ حافظ حدیث تھے، زکریا بن زائدہ، عاصم احول اور داؤد بن ابی ہند وغیرہ سے روایتیں کی ہیں تلامذہ میں اسد کے علاوہ امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، ابن المدینی، اور احمد بن منیع وغیرہ اکابر محدثین ہیں عجلی، نسائی، ابن معین اور ابوحاتم وغیرہ نے توثیق کی ہے۔ ۱۸۳ھ میں وفات پائی (خلاصہ تہذیب الکمال للخزرجی طبع مصر ۱۳۲۲ھ) (تاریخ صقلیہ)

[2] ان کے شیوخ حدیث میں حصین بن عبدالرحمٰن اور ابوحصین وغیرہ ہیں، اور تلامذہ میں ابن مبارک، ابن مہدی اور محمود وغیرہ، اکابر محدثین نے توثیق کی ہے، سال ولادت ۱۰۴ھ و وفات ۱۸۳ھ (خلاصہ تہذیب الکمال، تاریخ صقلیہ)

وطن کی واپسی

اسد جب مشرق میں تحصیل علوم سے فارغ ہوئے تو وطن کی واپسی کا خیال آیا، لیکن مصارف سفر کا سامان نہ تھا، اس لیے سخت پریشان تھے، آخر امام محمد کے سامنے تذکرہ آیا، انھوں نے فرمایا، تمھارا تذکرہ ولیعہد[1] کے سامنے کروں گا، امید ہے کہ تم بآسانی وطن پہنچ جاؤ گے۔"

چنانچہ امام محمدؒ نے ولیعہد سے ان کا تذکرہ کیا، اور اس سے اسد کے ملنے کی تاریخ مقرر ہوئی۔ جب اسد ولی عہد کے محل میں جانے لگے تو امام محمد نے انھیں سمجھایا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ جس رکھ رکھاؤ سے پیش آؤ گے، ویسا ہی وہ بھی تم سے برتاؤ کریں گے، اگر تم اپنی خودداری قائم رکھ کر ان سے ملو گے تو وہ بھی تھیں باعزت وخوددار سمجھیں گے"

اس کے بعد اسد ولی عہد کے محل میں پہنچے، ایک خادم نے ان کا استقبال کیا اور ایک جگہ بٹھایا، یہاں ان کے سامنے ڈھکا ہوا ایک خوان لایا گیا، اسد نے پوچھا، "یہ جو کچھ لائے ہو، تمھاری طرف سے ہے یا تمھارے آقا کی طرف سے؟" پھر وہ بولا، "آقا کے حکم سے لایا ہوں" اسد نے خوبصورتی سے جواب دیا،

"تمھارا آقا کبھی اسے پسند نہیں کر سکتا کہ اس کا مہمان اس کی شرکت کے بغیر کھائے ... صاحبزادے یہ تمھارا ہی احسان ہے، مجھ پر بھی تمھاری مکافات واجب ہے، یہ کہہ کر جیب ... اس میں ان کا سارا سرمایہ صرف چالیس درہم تھا، انھوں نے اس کے صلہ میں بڑی فراخ حوصلگی سے درہم اس کی طرف بڑھا دیئے، اور خوان اٹھا لینے کا اشارہ کیا۔

خادم اسد سے بہت زیادہ خوش ہوا اور سارا واقعہ اپنے آقا سے جا کر کہہ دیا، وہ ... اور اسد کو اندر طلب کیا۔ اس کے بعد اسد کہتے ہیں:-

---

[1] یہ ہارون رشید کا زمانہ تھا، ولیعہد سے مراد غالباً شہزادہ محمد امین ہے۔ (تاریخ صقلیہ)

…ن وليعہد کی خدمت میں پہنچا۔ وہ ایک تخت پر جلوہ افروز تھے۔ …س کے سامنے ایک دوسرا تخت بچھا ہوا تھا، جس پر حاجب بیٹھا تھا، تیسرا تخت خالی تھا، اس پر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر مجھ سے مختلف گفتگو میں کرتا رہا، اور میں مناسب جوابات دیتا رہا۔ جب میری واپسی کا وقت آیا تو ایک رقعہ لکھ کر سربمہر لفافہ میں میرے حوالے کیا اور کہا کہ اسے صاحب دیوان کے یہاں لے جاؤ، پھر مجھ سے دوبارہ ملنا، تمہیں انشاء اللہ یہاں آنے سے مسرت ہوگی۔"

…س لفافہ میں دس ہزار روپئے جانے کی ہدایت تھی۔ جب یہ رقم وصول ہوگئی تو اسد نے ولیعہد …کے مطابق اس کے یہاں دوبارہ جانا چاہا۔ مگر امام محمدؒ نے یہ کہہ کر منع فرمایا کہ "اگر اب ان لوگوں …کے یہاں دوبارہ جاؤگے تو وہ تمہیں اپنا ملازم تصور کریں گے۔"

…دوبارہ جانے کا خیال ترک کر دیا۔ اور رخت سفر باندھ لیا۔ اور اپنے شفیق استادوں سے …رخصت ہو کر سفر روانہ ہوگئے۔

…نے امام محمدؒ کے دل پر اپنی محنت جفاکشی اور تحصیل علم کے شوق کے گہرے نقوش چھوڑے تھے …کے چلے جانے کے بعد مجلسوں میں ان کی تعریف فرماتے تھے۔ صاحب معالم کہتا ہے۔

"امام محمدؒ مکہ معظمہ میں ان کی تعریف کرتے تھے اور ان کے مناظرہ، طریق درس اور علم حدیث کی توصیف و ستائش فرماتے تھے۔"

اسد مصر میں

…اس وقت عبداللہ بن وہب، اشہب اور عبدالرحمٰن بن قاسم علم کے علمبردار تھے اور یہ …امام مالک کے ایسے جلیل القدر تلامذہ تھے جن کا احترام امام مالک کے تمام تلامذہ کرتے تھے۔ …ان کے حلقہ درس میں شریک ہوتے، لیکن عبداللہ بن وہب اور اشہب سے نبھ نہ سکی۔

…مختلف روایات و بیانات سامنے رکھ کر اس مرتب صورت میں تیار کئے گئے …

اور موخر الذکر سے تو ایسی نوک جھونک ہوئی کہ اگر عبداللہ بن عبدالحکیم وغیرہ بیچ بچاؤ نہ کرتے تو … نتائج پیدا ہوتے۔

آخر میں عبدالرحمٰن بن قاسم کی طرف رجوع کیا۔ یہ اپنے علم و فضل زہد و ورع اور پرہیزگاری کی وجہ سے بڑے احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ عبادت ریاضت کا یہ حال تھا کہ دن رات میں … اور گھنٹوں نماز پر کھڑے رہتے تھے۔

علم فقہ میں روایت، رائے اور قیاس میں سب پر یکساں نظر رکھتے تھے۔ اور ان کی … اسد کے لیے باعث کشش تھی۔ ایک دن انھوں نے جوش عقیدت میں ان کے متعلق … بلند کہا:۔

"حضرات! اگر مالک بن انس کا انتقال ہو چکا ہے تو یہ دوسرا مالک ہمارے درمیان موجود ہے!"

یہ کہتے ہوئے ابن قاسم کی طرف اشارہ کیا اور پھر التزام سے روزانہ ان کی خدمت … ہونے لگا۔

اسد کی تدوین

اس کے بعد اسد کا یہ دستور ہو گیا کہ وہ ابن قاسم سے روزانہ فقہی مسائل پوچھتے … جوابات دیتے، اسد سوال و جواب کو بتدریج لکھتے جاتے۔ ابن قاسم اپنے جوابات … فتاوی بیان کرتے، ان پر احادیث سے استدلال لاتے اور قیاس و رائے سے … ثبوت بہم پہنچاتے۔ یہاں تک کہ انھوں نے ان جوابوں کے املا کرانے کے لیے … کے معمول میں سے ایک ختم کو ترک کر دیا۔

اس طرح یہ سوال و جواب ساٹھ جزوں میں مدون ہو گئے اور یہی کتاب … سب سے پہلی کتاب تھی۔ اسد نے اس مجموعہ کو اپنے نام پر "الاسدیہ" سے موسوم …

اسدیہ پر پہلا حملہ اور اس کی پہلی نقل.

اسدیہ کی ترتیب کے بعد انہیں افریقہ کی واپسی کا خیال آیا۔ اس اثنا میں الاسدیہ کی شہرت پھیل [illegible] اہل مصر نے اسد سے اس کا ایک نسخہ حاصل کرنا چاہا۔ اسد نے اس کے دینے سے تامل کیا، اور یہ [illegible] پہنچا۔ اسد کا دعویٰ تھا کہ ان کی نقل ان کے حوالے سے لی جائے، لیکن اہل مصر اس پہ آمادہ نہ ہوئے۔ دو کد کے بعد قاضی نے اس کی نقل اسد سے دلوادی۔

اسدیہ کی دوسری نقل ابن قاسم کے لئے

جب اسد مصر سے روانہ ہونے لگے تو ابن قاسم نے کچھ سامان ان کے حوالے کیا کہ اسے افریقہ [illegible] فروخت کرکے اس کی قیمت سے کاغذ خرید اجائے۔ اور اسدیہ کی ایک نقل ان کے پاس بھیج دی [illegible] افریقہ پہنچ کر انھوں نے اس کی ایک نقل بھیج دی۔

اسد کا ورود افریقیہ اور تلامذہ کی کثرت

[illegible] مصر سے قیروان واپس آئے اور یہاں پہنچتے ہی مخلوق کا ہجوم ان کی طرف اُمنڈ [illegible] مالک کی مؤطا اور الاسدیہ کا درس جاری کر دیا۔ امام مالک سے بہ یک واسطہ احادیث [illegible] اسدیہ کی روایت اور سماع کے لیے افریقہ و مغرب کے جلیل القدر علمار نے اسد کے سامنے [illegible] چند ہی دنوں میں ان کی اسدیہ کی روایت جسے المدوّنہ بھی عرف عام میں کہنے [illegible] افریقہ و مغرب میں پھیل گئی۔

اسد کی تیسری نقل موسومہ المدونۃ الکبریٰ اور امام سحنونؒ و اسد میں علمی چشمک

[illegible] اسدیہ شہرۂ آفاق حیثیت حاصل کرکے خاص و عام میں مقبولیت کی نگاہ سے دیکھی

گئی تو اہل علم نے خصوصیت کے ساتھ اس پر توجہ کی اور اس کی نقل کا اہتمام کیا۔ اسد کے [illegible] میں دو جلیل القدر علمار سحنون اور محمد بن رشید بھی شریک تھے۔ ان دونوں نے اسد کی [illegible] اس کی نقل تیار کرنی شروع کی۔

لیکن اس زمانہ میں اہل علم کے درمیان کتابوں کے نسخوں کو بڑی اہمیت حاصل تھی [illegible] تھا کہ استاذ کی اجازت کے بغیر اس کی نقل نہ لیں اور در اصل وہ نسخے جو استاذ کی تصدیق کے بغیر [illegible] معتبر ہی نہ سمجھے جاتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان دونوں نے اس کی نقل حاصل کرلی [illegible] کی، اس لیے جب اسد کو اس کا حال معلوم ہوا تو انھیں سخت ناگوار گذرا، اب وہ لوگوں کو نسخہ [illegible] نقل دینے میں بھی احتیاط برتنے لگے تھے۔ مگر اس وقت تک سحنون کا نسخہ قریباً مکمل ہو چکا [illegible] باب کتاب القسم کی نقل باقی رہ گئی تھی۔

سحنون اس کی نقل حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہے، چنانچہ ایک دن ایک [illegible] سے اسد کے پاس آیا اور ان سے کتاب القسم کی نقل چاہی۔ انھیں شبہ ہوا کہیں یہ سحنون [illegible] نہ ہو، اس لیے اسے نقل دینے سے انکار کر دیا، بالآخر اس نے حلف اٹھایا کہ وہ اس کی [illegible] نہ دیگا، اس پر اس نے کتاب القسم اس کے حوالے کر دی اور اس نے نقل حاصل کرلی۔

وہ شخص واقعی سحنون کا فرستادہ تھا، ان کی خدمت میں واپس جا کر کہا۔ [illegible]

"ابو سعید! یہ لو، مگر یہ نقل مجھے بغیر حلف اُٹھائے نہ مل سکی۔ اب مجھے اپنی قسم کا کفارہ [illegible]

اس طریقہ سے الاسدیہ کی نقل سحنون کے پاس مکمل تیار ہو گئی، مگر اسد کو اس کی خبر [illegible] چند دنوں کے بعد سحنون نے مصر کا قصد کیا، روانگی کے وقت افریقہ کے اہل علم [illegible] لیے نکلے، ان میں اسد بھی موجود تھے۔ اسد نے در پردہ یہ دریافت کرنے کے لیے کہ الاسدیہ [illegible] ہو گئی ہے یا نہیں، ان سے کہا:

"اگر تمہارے پاس یہ مدوّنہ نہ ہوتی تو تم اسے ابن قاسم سے سُن لیتے۔"

سحنون نے سنجیدگی سے جواب دیا،

"وہ میرے سامان میں موجود ہے۔"

[illegible] سن کر خاموش ہوگئے، اس کے بعد معلوم ہوا کہ سحنون کے مصر کے سفر کی اصل غرض ابن [illegible] الاسدیہ کی روایت و سماع ہی ہے۔

چنانچہ وہ مصر میں ابن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے سب سے پہلے اسد کی خیریت [illegible] سحنون نے کہا۔ "تمام ممالک میں ان کا علم پھیل گیا ہے۔"

ابن قاسم یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

اس کے بعد سحنون نے ابن قاسم سے الاسدیہ کی روایت اس طریقہ سے یعنی شروع کی کہ اسد کے [illegible] ہوئے سوالات سحنون پڑھتے اور ابن قاسم نے جو جوابات الاسدیہ میں لکھائے تھے، انھیں [illegible] دہراتے۔ اس طریقہ سے پوری اسدیہ تمام کی۔

[illegible] میں ابن قاسم نے اسدیہ کے جوابوں میں کہیں کہیں ترمیم بھی کر دی تھی۔ اور بعض فتوؤں [illegible] رجوع کر لیا تھا۔ جب سحنون مصر سے رخصت ہونے لگے تو ابن قاسم نے اسد کے نام ایک خط [illegible] کے جوابوں میں کہیں کہیں ترمیم ہوگئی ہے۔ اپنے نسخہ کو سحنون کے نسخہ سے [illegible]

[illegible] اس زمانہ میں بظاہر یہ معمولی بات معلوم ہوتی تھی کہ ایک نسخہ سے دوسرے نسخہ کی تصحیح کر لی [illegible] زمانے میں کتابوں کے نسخوں کے لیے جو اہتمام کیا جاتا تھا، اور ان کی مختلف حیثیات کے [illegible] جو فرق مراتب قائم ہوتا تھا، اس لحاظ سے اسد کے لیے یہ بڑی آزمائش کا وقت تھا [illegible] سے سحنون کے نسخہ سے مقابلہ کرنے پر آمادہ ہوگئے، مگر دوسری طرف ان کے تلامذہ [illegible] اسد نے ان سے بھی تذکرہ کیا۔ ان لوگوں نے اس میں اپنے استاد کی توہین محسوس کی، کہ وہ [illegible] کے باوجود سحنون کی شاگردی میں داخل ہوں، کیونکہ سحنون کے نسخہ سے [illegible] اس زمانہ کے درس و تدریس کے قواعد کے مطابق اسد سحنون کی شاگردی میں داخل [illegible]

چنانچہ ان لوگوں نے اسد کو آمادہ کر لیا کہ وہ ابن قاسم کے پیغام کو قبول کرنے سے انکار [illegible] اسد نے اس فیصلہ کا اعلان کر دیا۔

لیکن افسوس ہے کہ اسد کا یہ فیصلہ اسدیہ کے حق میں اچھا نہیں ہوا۔ سحنون نے [illegible] بڑی شان و شوکت سے اپنی مسندِ درس بچھائی۔ سارے مغرب میں ابن قاسم کے مکتوب کی [illegible] تھی۔ لوگ جوق در جوق سحنون کے پاس آئے اور ان کی ترمیم شدہ اسدیہ کی روایت ان سے لی [illegible] اسد کا نسخہ روز بروز بے وقعت ہوتا گیا۔ اور سحنون کی مدونہ کو اعتماد حاصل ہوتا گیا۔ یہاں تک [illegible] کو "امام" کا لقب حاصل ہوا اور ان کے نسخہ کی بدولت ان کا نام اسد کے نام پر غالب آگیا۔

اگرچہ موجودہ زمانہ میں سحنون کے نسخہ سے مقابلہ کرنے سے اسد کا گریز کرنا پسندیدہ [illegible] مگر اس زمانہ میں سحنون کی برتری اور پستی اور روایتوں میں راویوں کی لقاء و سماع کے جو اعتبارات [illegible] انھیں دیکھتے ہوئے اس کا طرزِ عمل شاید قابلِ الزام نہ سمجھا جائے اور دراصل اس میں [illegible] کے اہلِ علم قائم کر سکتے تھے۔ چنانچہ شیخ ابو الفاضل، ابو القاسم بن احمد برزلی رحمہ اللہ اسد کے [illegible] طرزِ عمل کے متعلق یوں اظہارِ رائے فرماتے ہیں:—

"درست وہی ہے جو اسد نے کیا، کیونکہ انھوں نے ابن قاسم سے سوالوں کے جواب بالمشافہ حاصل کیے تھے۔ خط کے ذریعے سے سماع کی مقبولیت [illegible] اہل علم کے درمیان مختلف فیہ ہے، اس لیے کسی چیز کو جو متفق علیہ ہو، کسی ایسی چیز کی خاطر نہیں چھوڑ سکتے جو مختلف فیہ ہے۔"

یعنی ابن قاسم کے اس خط کی بنیاد پر جسے سحنون مصر سے لائے تھے۔ اسد کے اپنے [illegible] جو بالمشافہ سنا ہوا تھا، ترمیم و اصلاح کرنے سے وہ متفق علیہ نسخہ مختلف فیہ بن جاتا۔ اسد کے لیے اس وقت بہتر شکل یہ تھی کہ وہ خود مصر کا سفر کرتے اور ابن قاسم کے [illegible] نسخہ کو دہرا لیتے۔ مگر ان کے مکتوب کو رد کر دینے کے بعد شاید استاذ و تلمیذ میں ایسی [illegible] گئی ہو کہ وہ مصر کا سفر کرتے، البتہ اس کا امکان اس کے رد کر دینے سے پہلے ہی تھا، تاہم [illegible]

...کے باوجود اسد ساری عمر ابن قاسم کا نام عزت و احترام سے لیتے رہے۔ اگرچہ یہ روایت
...مشہور ہو چکی تھی کہ جب ابن قاسم کو اسد کے انکار کی خبر ملی تو انھوں نے اسدیہ کے غیر مقبول ہونے
...اور شہرت تھی کہ انکی دعا باب اجابت تک پہنچی۔

...اسد نے کبھی بھی استاد کے ادب و احترام میں کمی نہیں کی، اسی زمانہ میں جب یہ مسئلہ چھڑا ہوا
...سحنون کی خدمت میں پہنچے اور انھیں روتے ہوئے پایا۔ سحنون نے وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا،
...کوئی مصیبت نہیں، لیکن میرے پاس ابن قاسم کا خط آیا ہے، وہ مجھے حکم دیتے ہیں کہ میں
...سحنون کی کتاب پر دہرالوں، حالانکہ سحنون کی میں نے تربیت کی ہے۔"

...نے اسد سے ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے ان کی تعریف کی۔ اور ابن قاسم کے خط لکھنے
...شروع کی تو اسد فوراً بولے، ایسا نہ کرو، اگر تم ابن قاسم کو دیکھتے تو تمہارے لیے یہ کہنا دشوار

...اسد کے عہدۂ قضا کے زمانہ میں کسی فقیہ نے ابن قاسم کی تنقیص کی، اور ان کی روایت حدیث
...جب اسد کو خبر ملی تو انھوں نے اس کی تفتیش کر کے اس فقیہ کو سنگین سزا دی۔ اور انھیں بری

...الاسدیہ کی ترمیمی نقل یہی "المدونۃ الکبریٰ" ہے۔ صرف ان دونوں میں چند مسائل کا فرق
...وقت سے دور حاضر تک یہی کتاب فقہ مالکی کی سب سے بڑی اور مستند کتاب سمجھی
...حقیقت اسد کے ہاتھوں فقہ مالکی کی عظیم الشان خدمت انجام پائی۔
...میں مطبع خیریہ مصر سے چار جلدوں میں شائع ہوئی۔ اگرچہ اس مطبوعہ
...کوئی ذکر نہیں، کیونکہ سحنون کے مصر جانے کے بعد ضابطہ کے لحاظ سے اس کی
...کو بھی حاصل ہو چکا تھا۔ لیکن اہل علم اس حقیقت سے آشنا نہیں کہ یہ اصل کمائی
...امام سحنون نے بھی بخوبی اس کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ ابن فرحون نے اپنی دیباچہ
میں امام سحنون کے وہ کلمات درج کئے ہیں جو انھوں نے المدونہ کے متعلق ظاہر

کئے تھے، اور اس نے المدونہ کے تمام شروح و حواشی اور ملخصات کو اسد کے ترتیب میں الاسدیہ کی
طرف منسوب کیا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:-

"سحنون کا قول ہے کہ "تمھیں اس مدونہ کو اپنے لیے لازم کر لینا چاہیے۔ وہ
ایک صالح شخص (ابن قاسم) کا کلام ہے، اور ایک صالح شخص (اسد) کی ...
ہے، اور سحنون کہا کرتے تھے کہ "یہ مدونہ علم میں وہی درجہ رکھتی ہے جو نماز میں
ام القرآن کا ہے۔ نماز میں اس کے علاوہ دوسری صورتیں پڑھنے کی اجازت ہے
لیکن اس کے بغیر کوئی نماز جائز نہیں ہوتی۔" (اس لیے علم کی تکمیل مدونہ کے بغیر
ممکن نہیں۔ مدونہ کے ساتھ دوسری کتابیں بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔"

پھر ابن فرحون اسدیہ کے متعلق یوں لکھتے ہیں۔
"لوگوں نے اس میں اپنی خوب طبع آزمائیاں کی ہیں، شرحیں لکھی ہیں اور اس کی
توضیحیں کی ہیں۔ ایسا کوئی شخص نہیں ہے جس نے اس مدونہ پر بھروسہ نہ کیا ہو،
اور اس کا درس نہ لیا ہو، اور پھر وہ اسد کے زہد و تقویٰ کا قائل نہ ہوا ہو۔"

اسد کا مذہب فقہ میں

... الاسدیہ سے متعلق اس واقعہ کے بعد اسد نے اپنے فتووں میں دوسری روش اختیار کی ...
مسائل خصوصاً معاملات میں وہ فقہ حنفی کے مطابق فتوی دینے لگے، پھر عہدۂ قضا پر مامور ...
بعد تو تقریباً تمام معاملات کے فیصلے فقہ حنفی کی رو سے کرتے تھے، کیونکہ ایک طرف ...
کے مسائل امام سحنون کے نسخہ سے مقابلہ نہ کرنے کے باعث کلیۃً مشتبہ ہو گئے تھے ...
مسائل معاملات میں جس قدر جزئیات دولت عباسیہ کی سرپرستی کی وجہ سے فقہ حنفی میں ...
گئے تھے، وہ الاسدیہ میں موجود نہ تھے۔ چنانچہ ابوالقاسم زیاد بن یونس سیلوری کا بیان ہے
(اسد نے) ابن قاسم کے خط کو قبول نہیں کیا۔ اور اپنی کتاب الاسدیہ پر ...

کے ہے۔ پھر اہل عراق (احناف) کے مذہب کی اشاعت کرنے لگے۔

(معالم جلد ۲ صفحہ ۱)

اس طریقے سے اسد افریقہ میں فقہ حنفی کے سب سے بڑے علمبردار بن گئے۔ اور یہ قدرۃً ... کو ناگوار گذرا۔ اور ان کے خلاف مختلف افواہیں پھیلائیں۔ جن میں ایک یہ بھی تھی کہ انھیں امام ... سے شرف تلمذ حاصل نہیں ہوا۔ اس کا اندازہ مقدسی (۳۸۰ھ) صاحب احسن التقاسیم کی ... روایت سے ہوتا ہے جسے کسی افریقی سے سن کر اس نے اپنی کتاب میں جگہ دے دی۔ وہ لکھتا ہے

"میں نے (بعض اہل افریقہ سے) سوال کیا کہ تمھارے یہاں امام ابوحنیفہؒ کا
مذہب کیونکر پہنچا، حالانکہ وہ تمھارے راستہ میں نہیں ہے تو انھوں نے جواب دیا:
ہمارے یہاں سے وہب بن وہب مالک کے یہاں سے فقہ و دیگر علوم میں ماہر
ہو کر واپس آئے تو اسد بن عبداللہ فرات پر ان کی جلالت شان اور کبر نفس کی وجہ سے
یہ شاق گذرا کہ وہ وہب کے سامنے درس کے لیے زانوئے ادب تہ کریں۔ اس لیے
انھوں نے براہ راست امام مالکؒ کی طرف رخ کیا۔ لیکن وہ اس زمانہ میں بیمار تھے
جب انھیں ٹھہرے ہوئے کچھ زمانہ گذر گیا تو امام مالکؒ صاحب فراش رہے تو
انھوں نے اسد سے فرمایا کہ "تم وہب کے پاس چلے جاؤ، میں نے لوگوں کو
سفر کی تکلیفوں سے بچانے کے لیے انھیں اپنا تمام علم ودیعت کر دیا ہے"
امام مالکؒ کا یہ ارشاد اسد پر اور زیادہ گراں گذرا، اور وہ امام مالکؒ سے
... ہو کر کسی ایسے شخص کی جستجو میں لگے جو علمی وقار میں ان کے ہم پلہ ہو۔ لوگوں نے
... امام محمد صاحب ابی حنیفہؒ کا نام بتایا۔
چنانچہ وہ امام محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے ان کا خیر مقدم کیا اور
... آئے۔ اور ان کی ذہانت، ذکاوت اور تحصیل علم کے شوق سے
... جانفشانی سے علم فقہ پڑھایا۔

۳ جب اسد کی علمی استعداد قابل اطمینان ہو گئی تو امام محمد نے انھیں حنفی مذہب
کا علمبردار بنا کر مغرب کی طرف بھیجا۔ جہاں پہنچ کر انھوں نے درس و تدریس کا
سلسلہ جاری کیا۔ اور مغرب میں فقہ حنفی کے لیے بہت عمدہ زمین تیار کر دی ...
فروعات میں ان کی نکتہ رس نگاہ دیکھ کر حیرت کرتے اور وہ ایسے دقیق مسائل
بیان کرتے، جنھیں لوگوں نے کبھی سنا نہ تھا۔ تلامذہ کی بڑی جماعت حلقہ بگوش
ہو گئی اور انھیں تلامذہ نے مغرب کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر اس مذہب کی ایسی
ترویج کی کہ وہ مغرب کے تمام افق پر چھا گیا۔"

یہ کسی مالکی افریقی کا بیان ہے، اس میں اسد کے مدینہ اور عراق کے سفر کے متعلق جو باتیں ... قطعی بے اصل ہیں۔ اس کے صحیح حالات اس سے پہلے مستند روایتوں سے گذر چکے ہیں۔ ... بن وہب کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، وہ امام مالکؒ کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے۔ ورنہ وہب ... اسد کے مدینہ کے قیام کے زمانہ میں وہیں موجود تھے، اس روایت میں امام مالک سے موطا ... بھی انکار کیا گیا ہے۔ حالانکہ ان روایتوں کے علاوہ جو اوپر گذریں، قاضی اسد نے بھی اس فہرست ... کا نام رکھا ہے جنھوں نے امام مالکؒ کی موطا پڑھی تھی۔

دوسرے پارہ (پ ...) میں راوی کا جو بیان درج ہے اس میں یہ واقعہ صحیح نہیں کہ امام ... انھیں مذہب حنفی کا علمبردار بنا کر افریقہ بھیجا۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ مصر میں ٹھہر کر عبدالرحمن ... الاسدیہ مرتب نہ کرتے۔

اس قسم کی روایتوں کی بنیاد پر یہ شہرت بھی دی گئی کہ اسد نے مالکی مذہب ترک کر کے حنفی مذہب ... کر لیا۔ لیکن جہاں تک روایت و قیاسات سے اسے دیکھا جا سکتا ہے، اس کی تائید نہیں ہوتی ... کے مذہب کے متعلق سب سے بہتر روایت جعفر القصری کی ہے۔ وہ لکھتا ہے:

کان اسد امام العراقین ... اسد قیروان میں احناف کے امام تھے ...
بالقیروان کافۃ مشهورا ... اور دینداری میں شہرت تام رکھتے تھے ...

بالفضل والدین و دینہ   دین ومذہب سنت تھا۔
ومذهبه السنة

..ن بیان کا آخری فقرہ " دینہ ومذهبه السنة " سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ...ت نظر اور اجتہاد کے ساتھ سنّت پر عمل کرتے تھے اور جہاں تک افتار کا تعلق تھا، وہ فقہ ...کے مطابق دیتے تھے۔ تاہم اہل علم نے انھیں ہر دور میں مالکی مذہب کا پیرو سمجھا۔ چنانچہ مالکی ...ب کے فقہا کے حالات میں طبقات کی جو کتابیں مختلف زبانوں میں لکھی گئیں، ان میں مالکی فقیہ ...یثیت سے اسد کا نام موجود ہے۔ برخلاف اس کے فقہائے احناف کے طبقات کی کتابوں الجواہر المضیہ وغیرہ میں اسد کا نام موجود نہیں۔ اور ان کے درس میں مالکی مذہب کے طلبہ بھی بہ کثرت موجود رہتے تھے۔

اسد قاضی القضاۃ کے عہدہ پر

...کہ زمانہ میں اسد افریقیہ واپس آئے، قیروان کے عہدۂ قضا پر جسے قاضی القضاۃ کہنا چاہیئے ...ابو محرز فائز تھے، وہ اسد کے قدر دان اور ان کے علم و فضل کے معترف تھے۔ جب تک ...ت مسائل و معاملات میں ان سے مشورہ لیتے رہے۔ (معالم جلد ۲ صـ ۱۱)

...کی وفات کے بعد ۱۹۵ھ میں ایک دوسرے اہل علم ابو محرز اس عہدہ پر سرفراز کئے گئے۔ پھر ...نے اسد کو اس ممتاز عہدہ پر سرفراز کرنا چاہا، چنانچہ علی بن حمید نے زیادۃ اللہ ...کی علمی مرتبت فضل و کمال اور شہرت کا تذکرہ کرکے اس خواہش کا اظہار بھی کیا، لیکن ...ت اغلبیہ کے بانی ابراہیم بن اغلب نے اس عہدہ پر مقرر کیا تھا، اس لیے زیادۃ اللہ ...مناسب نہ سمجھا اور اس کی یہ دوسری شکل اختیار کی کہ اسد کو ۲۰۳ھ میں اس ...مساوی حیثیت سے ابو محرز کا شریک بنا دیا۔

...کی حکومت میں پہلی مثال تھی کہ ایک ہی عہدہ پر ایک ہی حیثیت اور اختیار کے ساتھ ...مقرر کئے جائیں۔

اسد کا یہ تقرر ابو محرز کو قدرتاً ناگوار گذرا، علاوہ ازیں ان دونوں میں کسی قدر علمی چشمک ... اب وہ معاصرانہ چشمک اور زیادہ تیز ہوگئی۔ اور باہمی مسابقت کے جذبات پیدا ہوگئے ... کبھی مناظرہ مجادلہ تک نوبت پہنچ جاتی۔ ان دونوں کی چشمکوں کے ایک سے زیادہ واقعات ... معالم وغیرہ نے تفصیل سے لکھے ہیں، اور دونوں کے علم و فضل کا موازنہ کیا ہے۔ صاحب ... کی رائے ہے

> ...اسد ابو محرز سے علم و فضل میں زیادہ تھے۔ اور انھیں فقہ پر زیادہ عبور حاصل تھا اور ابو محرز اگرچہ اسد سے علم و فقہ میں کم پایہ تھے، مگر بعض اوقات مسائل کے جواب میں (حق ان کے ساتھ رہتا تھا۔"

اس کے بعد ۲۰۹ھ میں منصور طنبذی نے زیادۃ اللہ کے خلاف خروج کیا، اور ... قیروان پر قابض ہوگیا۔ منصور کے مستولی ہونے کے بعد قاضی ابو محرز اور قاضی اسد دونوں ... پہنچے۔ اس کی مجلس میں سلطنت کے اعیان، اور فوج کے ممتاز قائدین موجود تھے۔ ... ان کے عہدۂ قضا کی مناسبت سے ان دونوں کے سامنے زیادۃ اللہ کے مظالم بیان کئے ... دونوں کی رائے طلب کی۔ ابو محرز نے موقع و محل سے خائف ہو کر اس کے بیان کی ... قاضی اسد نے صاف گوئی سے کام لیا، اور نہ صرف یہ کہ منصور کے بیان کی تردید کی ... ٹھہرایا۔ یہ سن کر ایک فوجی افسر تلوار سونت کر اسد کے سر پر کھڑا ہوگیا، مگر معاملہ ... اس کے بعد یہ دونوں لوٹ آئے اور خائف رہے کہ پھر کوئی ناگوار صورت پیش نہ آجائے ... زیادۃ اللہ نے ۲۱۱ھ میں منصور پر غلبہ حاصل کرلیا۔ اور قیروان پر قابض ہوگیا۔ ... ابو محرز اور قاضی اسد کی جو گفتگو ہوئی تھی، وہ امیر زیادۃ اللہ کے کانوں تک پہنچ چکی تھی ... زیادۃ اللہ نے دوبارہ اقتدار حاصل کرنے کے بعد ابو محرز کو عہدۂ قضا سے معزول کر ... اسد اپنے مکان پر فائز رہے۔ اب وہ افریقیہ کے تنہا قاضی القضاۃ تھے۔ ... افریقیہ کے اعیان و علما، قاضی اسد کے عہدۂ قضاء کا احترام اور لحاظ اس کے شایان ...

ایک مرتبہ قاضی اسد نے یہاں کے چند معزز اہل علم سحنون بن سعید، عون بن یوسف اور ابن رشید کو مجلس میں طلب کیا، اور کسی مسئلہ میں ان کی رائے دریافت کی۔ سحنون کے ساتھیوں نے جواب دینے میں جلد بازی کی، لیکن سحنون خاموش رہے۔ باہر نکل کر ان کے ساتھیوں نے امام سحنون سے وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا:

مجھے خوف ہوا کہ ہم ان کی خدمت میں اس حال میں پہنچے تھے کہ باہم دوست تھے، اور ان کے پاس نکلتے تو ایک دوسرے کے دشمن ہوتے۔"

۲۱۲ھ میں قاضی اسد کی رائے کے مطابق صقلیہ کے دارالسلام بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اور اس اہم مہم کے سرانجام دینے کے لیے منتخب کئے گئے کہ انھوں نے صقلیہ میں اسلامی حکومت کی بنیاد ڈال کر ۲۱۳ھ میں ایک معرکہ میں جام شہادت نوش کیا، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

قاضی اسد کی سوانح حیات کی تفصیل کے لیے دیکھو، معالم الایمان جلد ۲، صفحہ ۲ تا ۱۱ (ترجمہ اسد) و صفحہ ۲۰ تا ۲۲ ... الدیباج المذہب ابن فرحون صفحہ ۹۸، احسن التقاسیم مقدسی صفحہ ۲۳، البیان المغرب (ترجمہ اردو) ... ماری صفحہ ۱۰۱، الحلۃ السیراء دراماری، صفحہ ۳۳۳، مدارک قاضی عیاض دریاد گاری جلد ۱ صفحہ ۲۴۲ ... جلد ۱ صفحہ ۲۹۵، والتعلیق الممجد علیٰ مؤطا امام محمد صفحہ ۱۸

(تاریخ صقلیہ)

عالم اور مجاہد

قاضی اسد بن فرات افریقیہ کے نہایت ممتاز اہل علم اور امام مالکؒ، قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ وغیرہ جیسے مشاہیر محدثین و فقہاء کے ارشد تلامذہ میں تھے، فقہ مالکی کی مستند ترین کتاب المدونہ کا اصل متن ان ہی کی تصنیف تھا، وہ افریقیہ کے عہدۂ قاضی القضاۃ پر فائز تھے۔

منصبِ امارت

جب قاضی اسد کو اپنے عہدۂ امارت صقلیہ کی خبر ملی، انھیں اس کے قبول کرنے میں کچھ تو پس و پیش ہوا، کیونکہ انھوں نے مسندِ قضا کو چھوڑ کر ملک کی ولایت اور فوج کی امارت کو پسند نہیں کیا۔ اس لئے والیٔ افریقیہ زیادۃ اللہ کو مخاطب کر کے کہا:

"مجھے منصبِ قضا جیسے دینی منصب سے الگ کر کے فوج کی امارت سپرد کی جاتی ہے؟"

زیادۃ اللہ نے ان الفاظ میں جواب دیا

تم عہدۂ قضا پر بھی فائز ہو، اور لشکر کی امارت بھی تمہارے سپرد کی جاتی ہے جو اعزاز اور رتبہ میں عہدۂ قضا سے زیادہ بلند ہے، میں تمہارے سے قضا کا اعزاز ...

بھی باقی رکھتا ہوں، اور تمہیں "قاضی امیر" سے خطاب کیا جاتا ہے۔"

اس کے بعد زیادۃ اللہ نے عہدۂ امارتِ فوج و منصبِ قضا کی سند لکھ کر اسد کے حوالہ کی اور اس موقع پر اسد کے سوانح نگار فخریہ لکھتے ہیں کہ "یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ افریقہ میں اس سے پیشتر ان دو جلیل القدر عہدوں پر کوئی شخص بیک وقت فائز نہیں ہوا تھا"[1]

لشکر کی روانگی اور معززین و اعیانِ شہر کی مشایعت

اس کے بعد زیادۃ اللہ نے افریقہ کے ساحلی شہر سوسہ کی طرف لشکر کی روانگی کا حکم دیا، اس کے ساتھ معززینِ شہر اور تمام ارکانِ حکومت میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ ان میں کا ہر شخص، امیرِ فوج کی مشایعت کے لیے لشکر کے ساتھ ساتھ سوسہ تک جائے۔ چنانچہ یہ عظیم لشکر بڑے کروفر اور ساز و سامان سے قیروان سے روانہ ہوا۔ اور امیرِ فوج کی مشایعت کے لیے قیروان کے اعیان، معززین اور اہلِ علم کی ایک بڑی جماعت لشکر کے ہمرکاب ہوئی۔ اور پھر فرمانِ شاہی کی بجاآوری کے لیے، ارکانِ حکومت میں سے ہر متنفس امیرِ لشکر کے ہمراہ تھا اور عام باشندگان کا ایک بڑا مجمع بھی جوش و خروش سے نعرے لگاتا ہوا ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ دس ہزار سپاہیوں کا یہ چیدہ لشکر اسی مرتب جلوس کی شکل میں سوسہ پہنچا۔

لشکر کی روانگی

جب جہازوں کے لنگر اٹھانے کا وقت آیا تو جوش و خروش کا ایک عجیب عالم پیدا ہو گیا۔ ... باجے بجنے لگے، جہازوں کے پھریرے کھول دیئے گئے، جو ہوا میں لہرانے لگے۔ دس ہزار سر ... مجاہدین عز و شان کے ساتھ عرشۂ جہاز پر کھڑے اپنی آبدار تلوار کو بار بار جنبش دیتے

---

[1] ... بحوالہ معالم الایمان ج ۲ ص ۴۴ اور ریاض النفوس در امالی ص ۱۸۳، ۱۸۶

میں۔ ساحل پر امرا و اعیانِ حکومت اپنے زرق برق ملبوسات میں ایستادہ کھڑے میں ... انبوہِ کثیر اپنے فلک شگاف نعرے مار رہا ہے اور فتحِ صقلیہ کی دعا بار بار زبانوں پر آ رہی ہے ... نگاہوں کے سامنے تھا کہ اسی جوش و خروش کے عالم میں امیرِ فوج عرشہ کے سامنے آیا۔ ایک ... تقریر کی جو فخر و غرور اور شان و شوکت کے اظہار کے بجائے عجز و نیاز اور پند و نصائح سے لبریز ...

اس تقریر کا ایک حصہ بعض مورخین نے نقل کیا ہے جس میں حمد و ثنا کے بعد یہ الفاظ ...

"یا معشر الناس! میرے آباؤ اجداد آج تک کبھی والی مقرر نہیں ہوئے، انھیں کبھی بھی یہ سرفرازی نصیب نہیں ہوئی اور میں بھی اس منصبِ جلیلہ پر فائز کیا جاتا۔ اگر علم کو اپنا زیور نہ بناتا، اس لیے علم کی تحصیل و تدوین میں سعی و کوشش کرو، اسی میں جانفشانی کرو، اور اسی کے ہو رہو، اس راہ میں مصائب و مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، تمہیں ملکان نہ ہونا چاہیے۔ مردانہ وار مقابلہ کرو، اسی سے تم دین و دنیا دونوں میں سربلند ہو سکتے ہو"[1]

الوداعی تقریر کے بعد جہازوں نے لنگر اٹھایا اور بروز شنبہ ۱۵ ربیع الاول ۲۱۲ھ ... یہ اسلامی بیڑا صقلیہ کو دارالسلام بنانے کے لیے روانہ ہو گیا۔

ساحلِ صقلیہ پر فوج کی آمد اور مازریہ پر بلا مزاحمت قبضہ

اب تک افریقہ سے جس قدر اسلامی بیڑے جاتے تھے، وہ زیادہ تر دارالحکومت ... حملہ آور ہوتے تھے، اسد نے یہ پامال راستہ اختیار نہیں کیا۔ اور اپنی حکمت سے ایک ... رخ کیا، جو بلا مزاحمت قبضہ میں آ گیا۔ چنانچہ اسلامی بیڑا سوسہ سے تین دن کا راستہ طے کر کے ... سہ شنبہ ۱۸ ربیع الاول ۲۱۲ھ مطابق ۱۳ جون ۸۲۷ء کو ساحل شہر میں مازر میں لنگر انداز ہوا۔[2]

---

[1] تاریخ صقلیہ بحوالہ معالم الایمان جلد ۲ ص ۱۵ و ریاض النفوس در امالی ص ... ابن اثیر جلد ۶ ... المغرب ص ۱۳۷
[2] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۱۴۱، ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۶، نہایت الارب در امالی ص ...

اسلامی لشکر پورے جوش و خروش سے ساحل پر اُترا اور شہر پر بغیر مزاحمت قابض ہو گیا۔ اس کے بعد ابن فرات نے مازر میں اپنی مورچہ بندی کی اور یہیں بیٹھ کر دشمنوں کا انتظار کرنے لگا۔ تین دن اسی انتظار میں گزر گئے۔ سامنے سے فوج کا ایک چھوٹا سا دستہ آتا دکھائی دیا۔ لوگ سمجھے کہ رومی مقدمۃ الجیش آ پہنچا۔ جوش و خروش سے ہتھیار سنبھال لیے اور حملہ آوری کے لیے پر تول رہے تھے کہ معلوم ہوا کہ یہ فیمی کا کوئی وفادار معاون دستہ ہے۔

پیش قدمی

مجاہدین اسلام نے جیتابانہ شوقِ جہاد میں تین دن مازر میں گذار دیئے، معلوم ہوا کہ رومی اس طرف ہجوم کر کے کسی اور جگہ مورچہ جمائیں گے۔ آخر اسد نے شہر کے قلعہ پر اسلامی پرچم بلند کر دیا اور ابو کی ... کو مقرر کیا۔ اور یہاں اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈال کر مزید فتوحات کے لیے پیش قدمی کی۔ اسلامی لشکر کوچ کرتا ہوا مقام مرج میں پہنچا تو دشمنوں کی فوج سامنے دکھائی دی اور مجاہدین بھی ... ہو گئے۔

لیکن حکومت بزنطی بھی اس وقت اپنے داخلی مشکلات میں گھری ہوئی تھی، شہنشاہ مائیکل کے ... قسطنطین ششم کی لڑکی سے شادی کر کے تختِ حکومت پر غاصبانہ قابض ہوا تھا۔ جا بجا بغاوتیں ... اس کے باوجود اس نے صقلیہ کی طرف فوراً توجہ کی، اور جہاں تک خود اس کی استطاعت میں ... بیڑا مرتب کر کے قسطنطنیہ سے صقلیہ روانہ کیا۔ لیکن وہ اسلامی فوج کا مقابلہ کرنے کے ... پہلے اس نے حکومت وینس سے مدد طلب کی اور دونوں کے جہازوں کا مشترک بیڑا ... صقلیہ پہنچا۔ اور اس طریقے سے تین تین حکومتوں، قسطنطنیہ، وینس اور صقلیہ کا مشترک عظیم الشان

... ملہ اسٹوری آف دی نیشنز ج ۳، بیزنٹائن ایمپائر صفحہ ۲۰۸ بحوالہ تاریخ صقلیہ ... و ابن خلدون جلد ۴ صفحہ ۱۹۸ ... متاعِ جان بہی دریادگاری مضامین جلد ۲، صفحہ ۲۹

عظیم الشان لشکر اسلامی لشکر کے مقابلے کے لیئے مقام مرج پر ڈیرے ڈالے ... مرج میں ان تینوں حکومتوں کی فوج کی تعداد ایک لاکھ پچاس ہزار تھی ... بلاطہ کے ہاتھ میں تھی اور اس کے مقابلہ میں اسلامی امیر فوج کے پاس صرف دس ہزار ...

صقلیہ کا پہلا میدان

پھر اسد نے اسلامی لشکر کی صف بندی کی، لوائے جنگ خود اپنے ہاتھ میں لے کر ... مسلمان سپاہی رومیوں کی ٹڈی دل فوج سے لرزہ براندام تھے۔ ایک طرف ڈیڑھ لاکھ ... سیلاب اُمنڈ رہا تھا، دوسری طرف دس ہزار بے وطن سپاہی صف در صف کھڑے تھے ... اس کا اندازہ ہوا تو وہ جوش و خروش سے سامنے آئے۔ بلند آواز سے سورۂ یٰسین ... مجاہدین کو خطاب کیا اور ایسا برمحل اور ہمت افزا خطاب کیا کہ اسلامی فوج کی ہمت ... معمولی اضافہ ہو گیا، اور انھیں نظر آنے لگا کہ یہ وہی لوگ ہیں جو افریقہ سے چھپ چھپا کر ... اور مجاہدین کی تشنہ تلواریں اپنی پیاس بجھانے کے لیے ادھر ادھر اُنھیں تلاش کرتی رہی ... اتفاق سے سب کے سب یک جا مل گئے ہیں۔ اس لیے آج ان تلواروں کو ... کا خوب موقع ملیگا۔ اسد کے وہ برمحل جملے یہ تھے۔

"مجاہدو! یہ ساحل کے وہی عجم ہیں جو روپوش ہو کر یہاں جمع ہو گئے۔ یہ بھاگے ہوئے غلام ہیں ان سے کہیں خائف نہ ہونا۔"

اسد اس فقرے کو تمام کرتے ہی گنگناتے ہوئے آگے بڑھے، اور ... پر ٹوٹ پڑے۔ مجاہدین نے بھی تلواریں سنبھالیں اور فوج کے اس جنگل میں گھس گئے ...

لہ ریاض النفوس ورامادی صفحہ ۱۹۴ و نہایت الارب درامادی صفحہ ۴۲۹، تاریخ تونس ... کتاب المؤانس صفحہ ۴۸

ہونے لگی۔ رومیوں نے سارا زور اسد پر صرف کیا، اور انھیں پے درپے حملے کرتے گئے، جن
کے جواب دیتے رہے۔ اور گو زخموں سے چور چور ہو گئے، مگر لوائے جنگ ہاتھ سے
جس ہاتھ میں جھنڈا تھا، وہ خون سے تر ہو گیا۔ مگر اسد نے اس کو سرنگوں نہ ہونے دیا۔
کے پائے ثبات میں لغزش آئی، ٹڈی دل فوج درہم برہم ہونے لگی، اور خیمہ و خرگاہ
گئے۔ اور صقلیہ کا یہ پہلا میدان مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور رومی فوج کا ایک کثیر حصہ
میدان کارزار میں بہت سے رومی پڑے دم توڑتے نظر آئے، بہت سے گرفتار
مال غنیمت جس میں مویشیوں اور سامان رسد کا وافر حصہ تھا، اسلامی لشکر کے
صقلیہ کی پہلی معرکہ آرائی مسلمانوں کے لیے بطور فال نیک انجام کو پہنچی۔
اس معرکہ آرائی میں سب سے نمایاں کارنامہ خود امیر لشکر اسد کا تھا۔ میدان جنگ کا وہ مذکورہ
ہے اس جنگ کے ایک چشم دید راوی ابن ابی الفضل کی زبانی تاریخوں میں مذکور
جنگ میں شریک تھے۔
نے اسد کے فتح و ظفر کا مژدہ خلیفہ مامون کو بھیجا اور اس کی شہرت تمام عالم اسلامی

رومیوں کی فوجی طاقت میں ابتری

کی جمعیت لے کر آگے بڑھے تھے۔ اور انھیں یقین کامل تھا کہ مٹھی بھر اسلامی
کی تاب سے کچل دیں گے، اور وہ اپنے اس غرور و پندار میں پورے ساز و سامان
سے پہلی ہی معرکہ آرائی میں میدان جنگ میں اُتر پڑے تھے، اس لیے جب انھیں
نصیب ہوئی تو یہ کسی ایک معرکہ میں شکست نہیں تھی۔ بلکہ رومیوں کی پوری فوج

ابن ناجی جلد ۲، صہ ۱۵

کی قوت کی تباہی و بربادی تھی۔ یہاں تک کہ گورنر صقلیہ بلاطہ اسی جنگ سے دل برداشتہ ہو کر
چھوڑ بیٹھا اور قلوریہ جاکر پناہ گزین ہوا اور سرقوسہ کی زمام حکومت یہاں کے مذہبی پیشوا بطارقہ کے
ہاتھ میں آ گئی اور صقلیہ کی حفاظت خود اہل صقلیہ کو کرنی پڑی۔

اسلامی لشکر کی پیش قدمی

دوسری طرف اسلامی لشکر پیشقدمی کرتا ہوا مرج سے کیدفنی پہنچا، لیکن یہاں کوئی جماعت
کے لیے نہیں نکلی، اس لیے اسلامی لشکر نے فتوحات کا دائرہ وسیع کر کے کنیسہ مسلقین میں
ڈالے۔

جزیہ کی ادائی پر صلح

یہیں اہل صقلیہ کی ایک بہت بڑی جماعت جس کے سرخیل بطارقہ تھے، تلد کرات
اسد کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب امان ہوئی۔ اسد نے جزیہ کی ایک رقم متعین کی، اس کو
نے برضا و رغبت قبول کیا۔ اور مامون ہو کر واپس چلے گئے۔
اسد جن مقامات کو بزور شمشیر فتح کر چکے تھے، انھیں کے حدود میں ٹھہر گئے، کیونکہ کرات
کا حفاظتی قلعہ تھا۔ اور یہاں کی نمائندہ جماعت حکومت سرقوسہ کی نمائندہ تھی۔ اس لیے
اصول جنگ کے مطابق اس جزیہ کی ادائی کے بعد اسلامی حملوں کا سلسلہ موقوف ہو گیا۔ اہل
اسلامی حکومت افریقیہ کے قریب ہونے کی وجہ سے اسلامی اصول و احکام سے واقف
وہ پورے طور پر مطمئن تھے کہ دنیا کی کوئی طاقت ان پر حملہ آور نہیں ہو سکتی

اے تاریخ صقلیہ بحوالہ ابن اثیر جلد ۶ صہ ۲۲۶، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹، نہایت الارب

سرقوسہ کا محاصرہ

لشکرِ اسلام سرقوسہ کے قرب وجوار پر قبضہ کرتا ہوا اس کے شہر پناہ کے نیچے پہنچا۔ سرقوسہ
جغرافیائی حیثیت سے گویا ایک مستحکم قلعہ تھا۔ اور تین طرف سے سمندر سے گھرا ہوا تھا اور اس کا شمالی
حصہ خشکی سے ملا ہوا تھا۔ اس کا صدر دروازہ اسی جانب تھا۔ اسد نے اس کی جغرافیائی حیثیت
پر غور کیا اور اس کو دونوں طرف سے گھیر لیا۔ خود صدر دروازے کی طرف ڈیرے ڈال دیئے،
فوج کا ایک حصہ سمندر کی طرف بھیج دیا اور اسلامی بیڑے ہر طرف متعین کر دیئے۔

حسن اتفاق سے اسی اثنا میں افریقہ سے امدادی فوج آ گئی۔ اس کمک سے محاصرین کو بڑی تقویت
پہنچی۔ لیکن دوسری طرف محصورین کی امدادی فوج بھی بلرم سے آ پہنچی۔ اب نقشۂ جنگ اس طرح
تھا کہ اسد کو ایک طرف محصورین کو شکست دے کر شہر میں داخل ہونا تھا یا یوں کہا جائے کہ
ایک طرف محصورین کی منجنیقوں کی زد پڑتی تھی دوسری طرف بلرم کی رومی فوج اسد کو گھیرے ہوئے تھی۔
اسد نے جنگ کا اندازہ کر کے اپنے گرد اگرد ایک وسیع خندق کھدوائی اور اس سے آگے بڑھ کے
ایک بہت بڑی کھائی تیار کرائی۔

اسد کی اس حکمت عملی سے بلرم کی حملہ آور رومی فوج کا کامیابی سے راستہ رک گیا۔ اس
نے کھائی اور خندق کے عبور کرنے کی متعدد ..... کوششیں کیں لیکن ہر مرتبہ ناکامی ہوئی اور ان
کوششوں میں بہت سے رومی کھائی میں گر گر کر ہلاک ہو گئے۔ اور بالآخر اسی طریقہ سے اس
حملہ آور جماعت کی قوت ٹوٹ گئی۔

جب رومیوں کی حملہ آور جماعت کی قوت ٹوٹ چکی تو اسد نے محاصرہ میں اور زیادہ سختی برتی
جس سے مجبور ہو کر محصورین کو طالب امان ہونا پڑا۔ اسد اس استدعا کے قبول کر لینے پر مائل ہو چکے تھے، لیکن
رومی لشکر کے دیگر اصحاب حل وعقد نے اہل سرقوسہ کی پہلی غداری کو پیش نظر رکھا، اور اس قسم کی صلح کی
مخالفت کی اور سرقوسہ پر فاتحانہ قبضہ کرنے کو ترجیح دی۔ مجبوراً اسد نے مذاکرۂ صلح کو موقوف کر دیا

اور سلسلۂ محاصرہ بدستور جاری رہا۔

لیکن جب محاصرہ طویل ہوا تو محصورین کے ساتھ محاصرین بھی مشکلات میں گھر گئے۔
کے میدان کا جو نقشہ تھا، وہ بلرم کے رومی لشکر کے ضعیف ہو جانے کے باوجود بھی قائم تھا۔
اب اگرچہ حملہ آوری کی قوت نہیں رکھتا تھا تاہم محاصرین کا محاصرہ اب بھی کر رہا تھا۔ اور نیز اسلامی
لشکر اس وقت اپنے تمام مفتوحہ علاقہ سے الگ تھا۔ ان سے اس کو کوئی امداد حاصل نہیں ہو
رہی تھی، لشکر کے ساتھ جس قدر سامان رسد تھا، رفتہ رفتہ اس میں کمی ہوتی گئی اور کھانے کے
لیے گھوڑے ذبح کرنے کی نوبت آ گئی۔

اس صورتِ حال سے اسلامی لشکر میں بددلی پیدا ہو گئی۔ اور ایک جماعت اس
ہوئی کہ اس کو افریقہ کی واپسی کا خیال پیدا ہو گیا، چنانچہ ایک ممتاز اہل علم ابن قادم
اسد کے پاس بھیجا گیا اور انھوں نے پرزور طریقہ سے اپنا مطالبہ پیش کیا۔

یہ موقع اسد کے لیے نہایت نازک تھا۔ اگر مطالبہ منظور نہ کیا جائے تو اسلامی لشکر میں
ہوتی ہیں اور اگر مطالبہ تسلیم کر لیا جاتا ہے تو جزیرہ میں مسلمانوں کی تمام جانفشانیوں کا خاتمہ
ہے۔ علاوہ ازیں محاصرہ اس قدر طول پکڑ گیا تھا کہ محصورین بھی بڑی حد تک عاجز آ گئے تھے
انھوں نے صلح کی خواہش بھی ظاہر کی تھی اس لیے اس موقع پر محاصرہ کا اٹھا لینا دانشمندی کے
خلاف تھا۔ اس بنا پر اسد نے اس جماعت کے فتنہ کو دبانا چاہا اور ابن قادم کو جواب دیا:
میں مسلمانوں کی جنگی خدمت کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ حالات ایسے نہیں کہ
واپسی کا قصد کیا جائے۔ ابھی اسلامی لشکر میں بہت کچھ خیر و برکت باقی ہے۔

اسد کا یہ خشک جواب ابن قادم کی جماعت کو مطمئن نہ کر سکا۔ اور وہ لوگ
رہے۔ جب اس جماعت کا اصرار زیادہ بڑھا تو اسد نے جہازوں کے جلا دینے کی دھمکی
سرخیل جماعت ابن قادم نے اسد سے گستاخانہ طرزِ خطاب اختیار کیا اور کہا:
"اس سے بہت چھوٹے معاملہ پر عثمان بن عفان قتل کر دیئے گئے تھے"

ابن قادم کے یہ الفاظ اسلامی لشکر میں فتنۂ عظیم برپا کر دیتے، لیکن اسد نے اس کا فوری تدارک کیا۔ ابن قادم کو گرفتار کر کے پاداشِ جرم میں چند کوڑے لگوائے۔ یہ سزا ایسے تازیانہ موثر ثابت ہوئی کہ شورش رفع ہوئی اور ہر شخص اطاعت و انقیاد سے اپنا فرض انجام دینے لگا۔ اور محاصرہ بدستور جاری رہا۔

[illegible] سرقوسہ کا محاصرہ یونہی قائم رہا، محاصرین اپنے سامانِ رسد کی وجہ سے پریشانیوں کا شکار تھے، اور محصورین محاصرہ کی سختیاں برداشت کرتے کرتے عاجز آ گئے تھے۔ موقع موقع پر لڑائیوں کا سلسلہ جاری تھا، چند تیر ادھر سے آ جاتے اور چند ادھر پھینک دیئے جاتے اور کبھی کبھی دست بدست لڑائی کی نوبت بھی آ جاتی۔

حالتِ محاصرہ میں اسد کی وفات

محاصرہ کے یہی حالات قائم تھے کہ اسلامی لشکر پر ایک ناگہانی افتاد آ پڑی، لڑائیوں کا سلسلہ تو قائم تھا ہی، [illegible] اتفاق سے امیرِ لشکر بھی زخمی ہو گئے۔ زخم اتنا کاری تھا کہ اس سے جانبر نہ ہو سکے [illegible] سے حالتِ محاصرہ ہی میں بماہ ربیع الآخر ۲۱۳ھ / ۸۲۸ء میں انتقال ہو گیا۔ اور فاتح صقلیہ اسی سرزمین میں ہم خاک ہوا جس کو وہ اپنے فتوی اور فتحمندی سے دارالاسلام قرار دے گیا۔

مسلمانوں نے یادگار کے طور پر ان کی قبر پر ایک مسجد تعمیر کرا دی۔

اسد کی وفات سے افریقیہ میں بھی گھر گھر صفِ ماتم بچھ گئی۔ خود زیادۃ اللہ کو اس کا نہایت غم ہوا [illegible] ایک مسجد تعمیر کی گئی۔ اور وہ قدیم شکستہ حال نشانی آج تک کھڑی ہوئی ہے۔ [illegible] اسد بن فرات کندہ ہے، اس کی تصویر میری نظر سے گذری ہے۔ مسجد کا طرزِ تعمیر نہایت سادہ ہے۔

[illegible] معالم الایمان جلد ۲، صفحہ ۱۵ اور ریاض النفوس درامادی، صفحہ ۱۵۵

اسد کا زمانہ ولایت

اسد کا زمانۂ ولایت اگرچہ صرف ایک سال چند دن رہا، لیکن واقعات و نتائج کے اعتبار سے نہایت اہم تھا۔ اس کے زمانہ ولایت میں مازر کو دارالحکومت قرار دے کر اسلامی حکومت کی تشکیل کی گئی، حدودِ حکومت میں مازر اور اس کے مضافات داخل تھے۔ علاوہ ازیں مازر سے سرقوسہ تک جس قدر بھی علاقہ تھا، اور اس میں تمام مقامات اور اہم قلعے تھے، وہ سب سرِ اطاعت خم کر چکے تھے۔

یہ اسد بن فرات کی شخصیت تھی جس نے ابن قادم کے اٹھائے ہوئے فتنہ کو عزم و قوت سے دبا دیا ورنہ صقلیہ کی تاریخ کسی اور رنگ میں ہوتی۔

اسد نے اسلامی حکومت کی تشکیل کے بعد فتوحات کے متعلق وہی روش اختیار کی جو تمام ممالکِ مفتوحہ میں مسلمانوں کی عام روش تھی۔ یعنی جزیرہ صقلیہ میں قیامِ حکومت کے بعد [illegible] جزیرہ کو زیرِ اطاعت لانا جس کی دو شکلیں تھیں۔ جو مقامات صلح و آشتی سے مفتوح ہوئے [illegible] حکومت کے زیرِ حمایت تھے۔ اور ان کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جاتا جو جزیہ ادا کرنے والی قوموں کے [illegible] کیا جاتا ہے۔ لیکن جو مقامات جنگ پر اتر آئیں اور انھیں فتح کیا جائے تو وہ اسلامی حکومت کے دائرہ حکومت میں داخل ہوں گے۔ اور اسلامی حکومت کی رعایا کے ان کو حقوق عطا کیے [illegible]

اسد خود فقہ کے مدوّن تھے، اور ایک مدت تک عہدۂ قضا پر فائز رہ چکے تھے۔ [illegible] صلح پسند طبیعت پائی تھی۔ اور ان کی خواہش تھی کہ جزیرہ کے تمام مقامات صلح و آشتی سے [illegible] کیے جائیں اور سب قبول جزیہ کی شرط قبول کر لیں۔ اسی بنا پر انھوں نے اہلِ [illegible] کی پہلی صلح [illegible] منظور کر لی، اور جب اہلِ سرقوسہ نے محاصرہ سے زچ ہونے کے بعد صلح کی دوبارہ درخواست [illegible] اس کے قبول کرنے پر فوراً آمادہ ہو گئے، لیکن دیگر اصحابِ حل و عقد کی مخالفت کی وجہ سے [illegible]

اسد نے جزیرہ میں جس طریقہ پر صلح و جنگ کی بنیاد قائم کر دی تھی، ایک زمانہ دراز تک وہی [illegible] رہی، چنانچہ ہمیشہ یہی ہوتا رہا کہ جو مقامات جزیہ کی ادائی منظور کر لیں، وہ آزاد اور اسلامی حکومت کے [illegible]

...ے جائیں اور جو مقامات بزورِ شمشیر فتح ہوں، وہ اسلامی دائرۂ حکومت میں داخل کر لیے جائیں۔ ...ی نظام کی بدولت اسلامی حکومتِ صقلیہ کو ہمیشہ بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا جس کی تفصیل ... تاہم اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ نوعِ انسانی کی فلاح و بہبود کے لیے یہی طریقہ مناسب ... میں خونریزی کے امکانات کم تھے۔

اسد کی جانشینی

...کی وفات کے بعد امیر محمد بن ابی الجواری کو اسلامی لشکر نے بہ اتفاق اپنا امیر منتخب کر لیا۔ اور ...حکومت اور فوج سنبھال لی۔[1]

[1] ... النفوس و ... صـ ۱۸۱ وغیرہ

اجتہاد اسلام میں

دُنیا کے تمام مذاہب میں صرف اسلام کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس نے مذہبی معاملات میں اجتہاد کا اُصول قائم کیا۔ یہ گویا شارع علیہ السلام کی طرف سے اس بات کا اشارہ ہے کہ شرع اسلامی کے احکام و مسائل جامد نہیں ہیں، یہ احکام و مسائل کوئی شکنجہ نہیں ہیں جن میں انسان جکڑ دیا گیا ہو، بلکہ حالات و مصالح کے مطابق ان میں اجتہاد سے کام لیا جا سکتا ہے۔ قیاس، استحسان، مصالح مرسلہ وغیرہ درحقیقت اجتہاد ہی کی صورتیں ہیں۔ اور کوئی شبہ نہیں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مجتہدات، فقہ اسلامی کا نہایت قابلِ فخر سرمایہ ہیں!

فقہ اسلامی کی تدوین و تہذیب

علوم اسلامیہ میں فقہ اسلامی کو جو اہمیت حاصل ہے اس سے کوئی صاحب علم انکار نہیں کر سکتا، اگر فقہ کا علم نہ ہوتا، تو تعزیرات، معاملات عائلی احکام، اور اوامر و نہی کی صحیح تعبیر و تشریح نہ ہو پاتی اور یہ نہ ہوتا تو اسلام کا نظام مملکت استوار نہ ہوتا، اور اس کے عدل و نصفت کے سامنے دنیا سر عقیدت خم نہ کرتی،

بلاشبہ فقہ اسلامی کی تدوین و تہذیب میں امام محمدؒ رحمۃ اللہ علیہ کا بہت بڑا حصہ ہے، یہ انہی کی ذکاوت و فراست، اور ذہانت و طباعی کا کرشمہ ہے کہ فقہ اسلامی ایک مکمل اور منضبط علم ہے، !

آثار

امام ابو یوسف

آثارِ امام ابو یوسف رح

رئیس احمد جعفری ندوی

ناشرین
شیخ غلام علی اینڈ سنز
تاجرانِ کتب ، پبلشرز ، بک سیلرز
کتاب منزل لاہور — بندر روڈ کراچی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

•
سلسلہ مطبوعات نمبر ۲۵۲
•
ترجمہ و تہذیب . . . . سیّد رئیس احمد جعفری (ندوی)
طابع . . . . شیخ نیاز احمد
مطبع . . . . علمی پرنٹنگ پریس لاہور
ناشر . . . . شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور
اشاعت . . . . پہلی سنہ ۱۹۶۰ء
•

- اپنے وقت میں دُنیا کی سب سے بڑی مملکت یعنی خلافتِ عباسیہ کے قاضی القضاۃ (لارڈ چیف جسٹس)،
- امام ابو حنیفہؒ کے سب سے زیادہ عزیز اور معتمد اور محبوب شاگرد،
- مجتہدِ مستقل،
- فقہِ حنفی کے امام عالی مقام

امام ابو یوسفؒ

کے

حالات و سوانح، شخصیت، سیرت، کردار، اخلاق و صفات، کمالات و فضائل، اور علمی و عملی کارناموں کا مستند اور سبق آموز مجموعہ،

فہرست مباحثِ کتاب

(۱)
آغازِ کلام

(۲)
ابتدائیہ

	صفحہ		صفحہ
[illegible]	۳۹۷		
[illegible]		اسمارکتب	۳۹۹
[illegible]		اخبار القضاۃ	۴۰۰
[illegible]	۳۹۸	قضاۃ مصر	"
[illegible]	۳۹۹	رفع الاصر عن قضاۃ مصر	"

	صفحہ		صفحہ
النجوم الزاہرہ فی قضاۃ مصر والقاہرہ	۴۰۰	کتب وفیات کی تدوین میں تاخیر	
قضاۃ قرطبہ	۴۰۱	(۴)	
قضاۃ الاندلس	"	مجلس درس	
القضاء البسام فی ذکر من ولی قضاء الشام		ابو یوسفؒ مجلس ابو حنیفہؒ میں	
تاریخ قضاۃ	"	مجلس درس میں شرکت کا شوق	
موضوع کے ساتھ انصاف	"	استاد کی طرف سے مالی امداد	
فکر و نظر کے نئے گوشے	۴۰۲	اعتراف احسان	
طبقات فقہا		الموفق کے تفصیلات	
(۳)		شوق علم کی انتہا	
حسب نسب		شاگرد کی منزلت استاد کی نظر میں	
سال ولادت اور وفات	۴۰۵	احسان شناسی	
سعد بن بحیر		(۵)	
ابو یوسف کا فخر		کوفہ	
ابن حبتہ کیوں؟	۴۰۶	کوفہ کی علمی منزلت و اہمیت	
ذہبی اور خطیب کی روایت	"	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کوفہ میں	
سال ولادت	۴۰۷	کوفہ میں فقہ و سنت کی نشر و اشاعت	
سال وفات		حضرت علیؓ اور اجلہ صحابہؓ کا ورود کوفہ	
سہو قلم کا نتیجہ		کوفہ میں پندرہ سو صحابہؓ کی آمد	
[illegible]	۴۰۸		

[illegible]کا قول ۴۲۲
[illegible]کے حلقہ ہائے علم و فیض ۴۲۳
[illegible]بخاری بھی کوفہ کے مداح تھے "
[illegible]اسلامی کی تدوین و تکمیل "
[illegible]ابوحنیفہؒ اور تدوین فقہ ۴۲۴
[illegible]کی روایت ۴۲۷
[illegible]ابوحنیفہؒ کی نظر میں "
[illegible]کی مجلس مشاورت ۴۲۸
[illegible]کرنے میں احتیاط "
[illegible]کی مجلس شوریٰ ۴۲۹
[illegible]کا طرز کار "
[illegible]کے حامل تھے ۴۳۰

(۶)

[illegible]ابویوسفؒ کی بے مثال قوت حافظہ

[illegible]کی روایت ۴۳۱
[illegible]کی روایت "
[illegible]روایت ۴۳۲
[illegible]کی روایت "
[illegible]ابویوسفؒ کی حکایت ۴۳۳
[illegible]کا قول ۴۳۴

ابویوسفؒ جامع العلوم ۴۳۵
ابویوسفؒ کی شخصیت "
ابویوسفؒ محدث کی حیثیت سے
ذہبی نے حفاظ حدیث میں ابویوسف کو شمار کیا "
ابویوسف کی دقت نظر ۴۳۶
ابویوسف اور حجیۃ الرائے "
روایات طحاوی ۴۳۷

(۷)

فقہ و حدیث میں ابویوسفؒ کے اساتذہ ۴۳۹

ابوحنیفہؒ کی منزلت ابویوسفؒ کی نظر میں ۴۳۹
ابویوسفؒ کو ابوحنیفہؒ کی شاگردی پر فخر تھا ۴۴۰
ابوحنیفہؒ کے دامن سے وابستگی کا اعتراف "
ابویوسفؒ کے شیوخ اور اساتذہ "
اصحاب جرح و قدح سے فقہا کا اختلاف ۴۴۶
اصحاب رجال اور شافعیؒ کے اساتذہ "

(۸)

حرص علم ۴۴۹

زفر اور ابویوسف کا فرق "
تعلیم علم اور تعلیم مسائل ۴۵۰

خصوصیات ابویوسف ۴۵۱

(۹)

ابویوسفؒ کے تلامذہ ۴۵۲

شاگردوں کی فہرست "
ساتھی اور شاگرد ۴۵۹
شافعی کی روایت ابویوسفؒ سے ؟ "
بشر بن غیاث
ابویوسف کے شاگرد بشر مریسی ۴۶۰
بشر مریسی کے فضائل ۴۶۱

(۱۰)

اجتہاد ۴۶۳

ابویوسف کا پایہ اجتہاد ۴۶۵
اجتہاد کی تعریف اور نوعیت و حقیقت "
شرط اجتہاد "
ابویوسفؒ کا ۱۷ سال تک ابوحنیفہؒ سے استفادہ ۴۶۶
استاد کے مواہب و کمالات کا پرتو "
ابوحنیفہؒ کی سند "

ابویوسفؒ کا یگانہ فضل و کمال اور [illegible]
اجتہاد
اعمش کا قول ابویوسفؒ کے بارے میں
اپنے زمانہ کا سب سے بڑا فقیہ
فقہ پر غیر معمولی عبور
زفر اور ابویوسفؒ سے مناظرہ
معرفت آثار اور وسعت نظر

(۱۱)

درجات اجتہاد

ایک دقیق علمی بحث
طبقات فقہاء
مجتہدین شرع (طبقہ اولیٰ)
مجتہدین مقید (طبقہ ثانیہ)
مجتہدین مقلد (طبقہ ثالثہ)
اصحاب تخریج (طبقہ رابعہ)
اصحاب ترجیح (طبقہ خامسہ)
اصحاب تمیز (طبقہ سادسہ)
طبقہ سابعہ
جامع و مانع تقسیم
امام ابویوسفؒ اور زفرؒ کا پایہ

۴۷۰	
۴۷۹	
۴۸۰	
(۱۲)	
۴۸۱	…لسلم کا خراج تحسین
۴۸۲	
۴۸۳	
۴۸۴	

اصحاب حدیث اور ابو یوسفؒ	۴۸۴
صدوق و ثقہ	"
نزاکت بیان اور حسن کلام	۴۸۵
استاد کے لئے دعائے مغفرت کی پابندی	"
تفقیہ میں سب سے بڑا فقیہ	"
لشکر کے دل میں ابو یوسف کی عظمت	"
ابو یوسفؒ کا ذکر احمد سے	۴۸۶
نسائی کی توثیق	۴۸۷
شیخ وقت، متقی، پرہیزگار	"
مرد صالح، کثیر الصوم	"
علی بن المدینی اور ابو یوسف	۴۸۸
ابو یوسف اور ابو حشر	"
ابو یوسفؒ کا ذکر خیر	۴۸۹
ابو یوسف پر اظہار رائے	"
مناقب و فضائل	"
(۱۳)	
مؤلفات ابو یوسفؒ	۴۹۳
کتاب ابی یوسفؒ	"
کتاب الآثار	"
اختلاف ابن ابی لیلیٰ و ابی حنیفہ	"
الرد علیٰ سیر الاوزاعی	۴۹۴
کتاب الخراج	"
المخارج والحیل	"
کتب فی الاصول والامالی	۴۹۵
امالی	"
کتاب اختلاف (علماء) الامصار	"
کتاب الرد علیٰ مالکؒ بن انس	۴۹۶
الخراج	"
کتاب الجوامع	"
اصول فقہ	"
مسائل	۴۹۷
کتب کثیرہ	"
امالی امام ابو یوسفؒ	۴۹۸
تصانیف مبسوطہ	"
کتاب الفتوی	۴۹۹
نادر کتابوں کا ضیاع	"
یورش تاتار کے نتائج	۵۰۰
(۱۴)	
مسائل متنازعہ فیہ پر امام ابو یوسفؒ کی رائے	
قرآن خدا کا کلام ہے	۵۰۱

سنو جو میں کہہ رہا ہوں	
علم کلام سے ابو یوسفؒ کی بیزاری	
علم کلام کے خلاف پند و نصیحت	
کلامی بحثیں کرنے والا ستون سے زیادہ	
ابو یوسفؒ اور خلق قرآن	
جہمیہ سے اختلاف رائے	
ابو یوسفؒ کا تقویٰ	
علم کلام جہالت پر مبنی ہے	
زندیق اور دروغ گو	
خدا کے بارے میں ایک سوال	
معاملات دین میں جنگ و پیکار نہ کرو	
ابو یوسفؒ کو جوشِ دینی	
ایک زندیق ابو یوسفؒ کے سامنے	
بدعتی ہونے کا فتویٰ	
مقاتلیہ اور جہمیہ شر انگیز گروہ ہیں	
ابو یوسفؒ کے افکار و اقوال	
ابو یوسفؒ پر نکتہ چینیاں	
(۱۵)	
ابو یوسفؒ مالکؒ کی بارگاہ میں	
تاریخ فقہ کا ایک اہم باب	

[illegible] ۵۰۹
[illegible] استدلال ۵۱۰
[illegible] ۵۱۱
[illegible] نفس "
[illegible] "
[illegible] ۵۱۲
[illegible] "
[illegible] ۵۱۳
[illegible] ۵۱۴
[illegible] ۵۱۵
[illegible] "

(۱۶)

محمد بن اسحاق اور ابو یوسفؒ ۵۱۷

[illegible] کی تفصیل ۵۱۰
[illegible] پایاں "
[illegible] ۵۱۸
[illegible] "
[illegible] کے روابط ۵۱۹
[illegible] ۵۲۰
[illegible] "

ایک نایاب کتاب ۵۲۱
ابو حنیفہؒ کا سوال ابو یوسفؒ سے "
ہر دو روایات کا فرق ۵۲۲
اختلاق محض "
صاحب "ابلیس الصالح" ۵۲۳
روایت بے سند "
لسان المیزان کی تضعیف ۵۲۴

(۱۷)

ابو یوسفؒ اور شافعیؒ ۵۲۵

کیا ان دونوں کے مابین ملاقات ہوئی "
شیوخ شافعیؒ "
غلط فہمی ۵۲۶
ابن الجوزی کا دعوے "
غلط روایت "
درایت کی پرکھ "
کذب کی بدترین مثال ۵۲۷
رحلت کا ذبہ "
من گھڑت افسانہ ۵۲۸
ایک اور جرم "
ابن کثیر کا قول ۵۲۹

تاریخ اور روایت ۵۲۹
سغادی کا قول ۵۳۰
شافعی بری ہیں "
حیرت انگیز ۵۳۱
الائمۃ من قریش "
دانش و بینش سے خالی "

(۱۸)

ابو یوسفؒ کا اخلاق و تلطف ۵۳۳

چند ناقابل فراموش واقعات اور حقائق "
بڑا انسان "
کسی کو کسی پر ترجیح نہیں ۵۳۴
ایک سوال "
حسن بن صالح کی توثیق ۵۳۵
ایک غلط شبہ "
شبہ پر کوئی اعتراض نہیں ۵۳۶
واقدی کے ساتھ حسن سلوک "
یحییٰ برمکی اور ابو یوسفؒ ۵۳۷
خود واقدی کا بیان "
ابو یوسفؒ کا رویہ ۵۳۸
حماد بن زید اور ابو یوسفؒ "

ایک سبق آموز واقعہ
حماد کا سوال اور ابراہیم کا جواب
عبرت و موعظت
اہل علم کے دو طبقے

(۱۹)

ابو یوسفؒ کے کلمات ماثورہ

تقابل اور موازنہ
اقوال و کلمات
عالم نزع میں ارشاد
اے اللہ میرے اور تیرے درمیان ابو حنیفہؒ ہیں
شافعی اور ابو یوسفؒ کے قول میں تقابل
مشکل اخبار
حضرت علیؓ کی پیروی اس لئے کرو کہ وہ بڑے قاضی تھے
رؤس النعم تین ہیں
نعمت اسلام
نعمت صحت
نعمت غذا
بھرے کوال

...م ابویوسفؒ کے احکام و جوابات ۵۴۹
...ب اور تیر بیز نمونے ۵۴۹
...ت کی ایک نظر
...ن ابو عیسائی باپ ۵۵۰
...ۓ کی مثال
...ب فتوے
...زی گواہی رد کر دی ۵۵۱
...سامنے ابویوسفؒ
...قت ایک لمحہ
...عدالت میں بیٹھے پڑ رہے ۵۵۲
...کی اجازت دینے خونی
...دوام ۵۵۴

(۲۱)

...حنیفہؒ سے ابویوسفؒ کا انقطاع ۵۵۵
...سن کی تفصیل ۵۵۵
... ۵۵۶
... ۵۵۷

چوتھا سوال ۵۵۸
پانچواں سوال
ایک اہم نتیجہ

(۲۲)

تدوین مذہب امام ابویوسفؒ ۵۶۱
ابویوسفؒ اور محمد کا مذہب، مذہب حنفی کس طرح بن گیا
ایک ٹیڑھا سوال
الجواب الشریف ۵۶۲
ابوحنیفہ سے ابویوسف کی علیحدگی
مدارج فقہ ۵۶۳
ایک عامۃ الورود بات ۵۶۴
یہ دور سب پر گذرا ہے
ابویوسفؒ مجتہد مستقل تھے
ابوحنیفہؒ سے اختلاف نہیں ۵۶۵
رائے امام پر فیصلہ
ابوحنیفہؒ سے ایک مناظرہ
دلیل ۵۶۶
ہم غلطی پر تھے
تیسرا قول ۵۶۷

انحار ثلثہ ۵۶۶
ابوحنیفہؒ کا انداز تدوین و تمرین
ابوحنیفہؒ آثار کی جستجو کرتے تھے
ابوحنیفہؒ کی نصیحت

(۲۳)

ابویوسفؒ اور خلفاء ۵۷۱
چند اہم اور قابل ذکر واقعات
ابویوسفؒ کا امتحان
ہارون پر برسر منبر اعتراض
ہارون کی برہمی ۵۷۲
ابویوسفؒ کا کلمہ حق
ذمی کے بدلے میں مسلمان کا قتل ۵۷۳
ابویوسفؒ کی عظمت ہارون کی نظر میں
فقیہ اعظم اور حافظ حدیث
یحییٰ بن معین کی نظر میں ابویوسفؒ کی عظمت
ابن عبدالبر ۵۷۴
ناقابل تردید حقیقت

(۲۴)

مخارج و تدابیر فقہیہ ۵۷۵
تخلص من المازق

فقہ حنفی کا مایہ الامتیاز
خلط اعتراض
ایک اہم فرق
لوگوں کو زحمت سے بچایا
آئمہ احناف کا مسلک
امام ابویوسفؒ پر نظر عنایت
امام ابویوسفؒ کی دلیری
افتاء ابویوسف
خطیب اور ابوالازہر

(۲۵)

وفات امام ابویوسفؒ
آج فقہ کا انتقال ہو گیا
بشر کی روایت
تعزیت باہمی
معروف کرخی اور ابویوسفؒ
ایک خواب
علم رویا کا ایک واقعہ
فقہ کو موت آگئی
جنازہ میں ہارون کی شرکت
گورستان قریش میں تدفین

[illegible] . . . ۵۸۴
[illegible] . . . ۵۸۵
[illegible] . . . "

(۲۶)

یوسف بن ابی یوسف ۵۸۷

[illegible] . . . "
[illegible] . . . "
[illegible] . . . "
[illegible] . . . ۵۸۸
[illegible] . . . "
[illegible] . . . "
[illegible] . . . "

(۲۷)

چند پند ۵۸۹

[illegible] . . . ۵۹۱
[illegible] . . . "

وصیت نامہ کے الفاظ . . . ۵۹۱
اہل دربار سے احتیاط رکھو . . . ۵۹۲
منصب قضا قبول کرنے میں جلدی نہ کرو . . . "
کاروبار مت کرو . . . ۵۹۳
لباس فاخرہ مت استعمال کرو . . . "
اللہ سے ڈرتے رہو . . . "
حق بات کہنے سے مت جھجکو . . . ۵۹۴
ہر مہینے روزے رکھو . . . "
سلطان وقت کو ٹوک دو . . . ۵۹۵
موت کو یاد رکھو . . . "
دنیا کو حقیر سمجھو . . . ۵۹۶
حرص سے بچو . . . "
ہمت کو پست نہ ہونے دو . . . "
حرف آخر . . . ۵۹۷

(۲۸)

کتابیات ۵۹۹

کتب مخصوصہ . . . "
مستشرقین کا کارنامہ . . . ۶۰۳

ابو یوسف رح قضایائے علی رض کے حامل تھے

•

امام ابو یوسف رح نے ابن ابی لیلیٰ سے کافی استفادہ کیا جو اموی اور عباسی حکومت کے زمانہ میں مانے ہوئے قاضی تھے، اور خاص طور پر علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور قاضی شریح کے طرز قضا کے رمز آشنا تھے۔

•

ابو یوسف رح کو علمی اور عملی طور پر ابن ابی لیلیٰ سے وہ احکام قضا بھی مل گئے جو قضایائے علی اور شریح پر مشتمل تھے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا علم کتنا وسیع تھا، اور اس موضوع کے ہر پہلو پر وہ کس طرح غالب اور قادر تھے۔

•

ابو یوسف ذہبی کی نظر میں

"امام ابو یوسفؒ کے علم وسیادت کا چرچا ہر جگہ اور ہر کہیں ہے، میں نے ان کے اور امام محمدؒ کے جو ان کے اصحاب میں تھے، خاص طور پر ایک ایک رسالہ (مناقب میں) لکھا ہے"!"

(ذہبی)

امام احمد بن حنبلؒ کا خراج تحسین

"جب پہلے پہل میں نے کتب حدیث پر توجہ کی تو امام ابو یوسفؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، جو قاضی مشہور تھے، چنانچہ میں نے ان سے بہت سی حدیثیں لکھیں، اس کے بعد پھر دوسرے لوگوں کے پاس کتابت حدیث کا اقتصار کر پہونچا"!"

"امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ سے زیادہ ابو یوسفؒ میں ہم کشش محسوس کرتے تھے"!"

(امام احمد بن حنبلؒ)

ابو یوسفؒ اثبت فی الحدیث اور اصح الروایت تھے

"اصحاب رائے میں ابو یوسفؒ سے زیادہ اثبت فی الحدیث اور اصح الروایت
میں نے کوئی اور شخص نہیں دیکھا، !"

"ابو یوسفؒ صاحب حدیث تھے، صاحب سنّت تھے، !"

"ہمارے پاس ابو یوسفؒ آئے اور انہوں نے ساری فضا فقہ سے بھر دی، !"

(یحییٰ بن معینؒ)

ابو یوسفؒ کو فقہ پر عبور تام تھا

ابن الثلجی کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن داؤد الخریبی کو کہتے ہوئے سنا کہ
"ابو یوسفؒ کو فقہ پر عبور تام حاصل تھا علم (فقہ) کا ہر گوشہ
ان کی نظر میں تھا وہ جس طرح چاہتے تھے اسے استعمال کرتے
تھے، اسے پورے طور پر انہوں نے اپنی گرفت میں لے لیا
تھا ——— !"

ابو یوسفؒ جامع العلوم تھے

ابو حازم القاضی بکر العمی سے اور وہ ہلال الرائے سے روایت کرتے ہیں کہ:-

"ابو یوسفؒ تفسیر کے حافظ تھے، مغازی کے حافظ تھے، ایامِ عرب کے حافظ تھے، جن متعدد اور متنوع علوم میں انہیں کامل دستگاہ حاصل تھی، ان میں ایک فقہ کا علم بھی تھا۔"

امام ابو یوسفؒ کا زہد و ورع

احمد بن عطیہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن سماعہ کو کہتے ہوئے سُنا کہ:-

"منصبِ قضا پر فائز ہونے کے بعد ابو یوسفؒ کا معمول یہ تھا کہ ہر روز دو سو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔"

محمد بن الصباح کا قول ہے،

"ابو یوسفؒ مردِ صالح تھے، اور اکثر روزے رکھا کرتے تھے۔"

ابو یوسفؒ کی نزاکتِ بیان اور حسنِ کلام

حسین بن الولید کہتے ہیں :-

"میں نے ایک روز دیکھا کہ ایک مسئلہ غامضہ پر ابو یوسفؒ گفتگو کر رہے ہیں، زبان اس طرح چل رہی تھی جیسے تیر بے خطا، اکثر لوگ نزاکت بیان و معنی کی بنا پر ان کا مفہوم پورے طور پر نہیں سمجھ سکے، ہم سب اس بات پر بہت متعجب تھے، اور بڑی دیر تک آپس میں چہ می گوئیاں کرتے رہے کہ خدا نے اس شخص کے لئے زبان و بیان کا جوہر کس طرح مسخر کر دیا ہے اور ہر مشکل اس کے لئے کس درجہ آسان کر دیا ہے!"

مخالفین کے دل میں ابو یوسفؒ کی عزت و عظمت

ابن حبان کہتے ہیں :-

"اگرچہ ہمیں ابو یوسفؒ سے اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف ہماری اس راہ میں حائل نہیں ہو سکتا جو ہر انسان کی عدالت اور جرح سے متعلق واقعات و حقائق کی روشنی میں ہم قائم کرتے ہیں، چنانچہ ہم نے زفرؒ اور ابو یوسفؒ کو ثقات میں داخل کیا ہے، کیونکہ روایت حدیث کے سلسلہ میں ان دونوں کی عدالت ہم پر ظاہر ہو چکی ہے، لیکن اس طبقہ میں جو لوگ ان دونوں کے پایہ کے نہیں ہیں انہیں بے شک ہم نے ضعفاء میں شمار کیا ہے اور ان سے احتجاج ہم جائز نہیں سمجھتے!"

امام ابو یوسفؒ کا لازوال علمی کارنامہ

امام ابو یوسفؒ کا لازوال علمی کارنامہ کتاب الخراج ہے، !

یہ کتاب اپنی جامعیت، افادیت اور اہمیت کے اعتبار سے یگانہ اور منفرد ہے،

اتنی صدیاں گذر چکیں، لیکن آج بھی کتاب الخراج کی عظمت قائم ہے اور شاید مستقبل کی ہمیشہ قائم رہے گی۔

اس کتاب میں روح اسلام بھی ہے، روح عصر بھی، یہی وجہ ہے کہ یہ زندہ رہے گی،

امام ابو یوسفؒ

امام ابو یوسفؒ کا بہت بڑا، اور لازوال کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے فقہ کو اس طرح منظم کیا، اور ایک فن کی حیثیت سے اس طرح اسے مرتب اور مدوّن کیا کہ وہ علماء کے حلقہ سے نکل کر حکومت کے ایوان میں پہنچ گئی، اور معاملات و مسائل کے فیصلے اسی کے ماتحت ہونے لگے، !

آغازِ کلام

... امام ابو یوسفؒ کا نام نامی، علمی اور تعلیمی حلقوں میں بہت زیادہ معروف و
... اگرچہ امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد، تھے اور اسی مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے تھے جو امام صاحب کا
... وہ خود بھی اپنے وقت کے بہت بڑے امام اور مجتہد تھے۔

... سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ فقہِ حنفی کو، علمی اور اصولی طور پر مالا مال کرنے میں، امام
... بہت بڑا حصہ ہے، خوش قسمتی سے، وہ منصب قضاء پر فائز ہوئے، اور بہت
... کے، جو اپنے وقت کی سب سے بڑی اسلامی حکومت تھی، بلکہ زیادہ صحیح الفاظ
... سب سے بڑی، مہذّب، متمدّن، اور منظّم حکومت تھی قاضی القضاۃ (لارڈ چیف جسٹس)، بن

... منصب پر فائز ہونے کے بعد، انہیں مسلمانوں سے، عیسائیوں سے، یہودیوں سے، مجوسیوں
... سے، مرتدوں سے سابقہ اور واسطہ پڑا، اور جو کچھ انہوں نے
... کار لانے کا موقعہ ملا، اس مدت میں بہت سے ایسے مسائل سامنے آئے،
... تھے، ایسے مسائل سے بھی وہ دو چار ہوئے، جو درسی کتب میں موجود تھے۔
... کین جنہیں بروئے کار لانے میں، بہت سی پیچیدگیاں تھیں، سوالات تھے، وہ
... کے باعث ...

وہ اگر صرف مفتی ہوتے تو ان کے لئے فتوے دے دینا اور اپنی ذمہ داریوں سے ...
بہت آسان تھا، لیکن وہ صرف مفتی ہی نہ تھے، قاضی بھی تھے، اور قاضی بھی ایک مقام کے نہیں ...
کی سب سے بڑی مملکت کے قاضی القضاۃ، ان کے فیصلوں کو نافذ کرنے پر حکومت مجبور تھی، اور یہ
فیصلے صرف مسلمانوں پر اثر انداز نہیں ہوتے بلکہ کسی نہ کسی حد تک، بلکہ بڑی حد تک ان کا اثر غیر مسلموں
پر بھی پڑتا تھا، اور یہ غیر مسلم وہ تھے، جو بغداد میں اور ممالک اسلامیہ میں مسلمانوں کے محکوم تھے، ...
دوسرے مقامات پر حکمران قوم تھے، اور اس تاک میں رہتے تھے کہ مسلمانوں کو، ان کی شریعت کو، ان کی
فقہ کو، ان کے قانون ملکی کو بدنام اور متہم کرنے کا موقعہ ملے، لہٰذا امام صاحب، صرف ایک مولوی اور
ایک مفتی کی حیثیت سے فتویٰ نہیں دے سکتے تھے، بلکہ مصالح عامہ اور مصالح مملکت کے ...
دیکھ کر انہیں فیصلے کرنا پڑتے تھے۔ مصالح عامہ سے میری مراد یہ ہے کہ وہ مسائل، جو عامۃ المسلمین سے
تعلق رکھتے تھے اور اپنی حرج و ضرر کے لئے وہ شرعی سہولت کے طالب ہوتے تھے، اور مصالح
مملکت سے میری مراد وہ مصالح ہیں، جو غیر مسلموں، (جن میں عیسائی، یہودی، مجوسی، مشرک، ...
سب شامل ہیں) سے تعلق رکھتے تھے، اور جن کے بارے میں خاص طور پر اسلام بہت زیادہ روادار
اور وسیع القلب ثابت ہوا ہے۔

لہٰذا ضروری تھا کہ اس منصب پر فائز ہونے کے بعد، وہ اپنے علم کا پورا جائزہ لیں، اپنی
معلومات کو از سرِ نو کھنگالیں، اپنے مکتبِ فکر کے انداز و اسلوب پر ایک تنقیدی نظر ڈالیں، ...
خالی الذہن ہو کر قرآنِ کریم کا مطالعہ کریں، تفسیرِ قرآن پر ایک نظر ڈالیں، حدیثِ نبوی سے ...
کریں، آثارِ صحابہ کو پیشِ نظر رکھیں، اور ان سب کو سامنے رکھ کر کوئی فتویٰ دیں، کوئی فیصلہ صادر کریں،
امام صاحب نے یہی کیا، اور انہیں یہی کرنا بھی چاہیے تھا!

لیکن اس کی بہت گراں قیمت انہیں ادا کرنا پڑی، لفظ پرستوں نے، انہیں ...
لوگ اپنے حلقہ کے سوا باہر نظر ڈالنا گناہ سمجھتے تھے، انہوں نے طنز و تعریض کے تیر ...
تحزّب میں جو حضرات مبتلا تھے، انہوں نے بے تأمل، الزام تراشیاں شروع کر دیں، ...

...کے سوا دوسرے حلقوں کو ہر اس غلط سمجھنے کے عادی تھے ان کے نزدیک امام صاحب کا ہر فتویٰ،
...یہ نظریہ غلط تھا، خلافِ شرع تھا، لہٰذا ناقابلِ قبول تھا، کچھ ایسے لوگ تھے جو پوری دیانت
...ساتھ اصولی طور پر اس کے مخالف تھے کہ کوئی عالم حکومت کا منصب قبول کرلے، انہوں نے جب
...قاضی القضاۃ کی حیثیت سے دیکھا تو ان کی ہر بات کو، ———
...اپنے ساتھ صداقت کا کتنا بڑا اشارہ کیوں نہ رکھتی ہو، ——— حکومت کے
...کرنے کے، نتیجہ یہ ہوا کہ ہجوم اعتراضات و الزامات میں امام صاحب کی ذات گم ہوگئی، ان کے
...نظروں سے اوجھل ہوگئے۔

...گرد و غبار کی آندھی جب آتی ہے تو بے شک آفتاب عالمتاب کا چہرہ اور کچھ دیر کے لئے روپوش
...ہے؛
...ہمیشہ کے لئے؛
...جب یہ آندھی ختم ہوتی ہے، اس کے نقوش و اثرات ختم ہو جاتے ہیں، اور آفتاب پھر
...جگمگ کرتا ہے!

...صورت امام ابو یوسفؒ کے ساتھ بھی ہوئی۔
...اعتراضات و الزامات میں کچھ عرصہ کے لئے بے شک ان کا روئے زیبا نظر سے اوجھل ہو گیا۔
...تو ان کی ہستی پھر جلوہ ریز ہوگئی، اور اس دلکشی سے دنیا کسب نور

...تعصب سے ہٹ کر، ان کے افکار و خیالات اور اجتہادات و فتاویٰ کا مطالعہ کیا جانے لگا۔
...گروہ کے امام برحق تھے، ان کے اجتہادات فقہ اسلامی (حنفی نہیں) کا بیش بہا سرمایہ
...کو فقہ بنا دیا، وہ نہ ہوتے تو شاید فقہ کا علم اس درجہ مدوّن، مرتب، منظم اور مکمل نظر
...آتا ہے۔
...کی بات کیا ہو سکتی تھی کہ اس مجتہد کبیر کے حالات و سوانح سے اردو زبان محروم

تھی، اردو زبان ہی پر کیا موقوف ہے، خود عربی میں کوئی قابل ذکر سرمایہ موجود نہیں...
پیشِ نظر رکھ کر مستقل کتابیں لکھی جا سکتی تھیں کوئی خاص توجہ نہ کی گئی، پھر پرورش...
خانہ جنگیوں نے جب بڑے بڑے شہروں کے ساتھ، نادر اور عدیم المثال کتب خانوں کو بھی...
تو تلاش و جستجو شروع ہوئی، ——— کر دیتے ہو جواب خاک بھی نایاب ہے،

لیکن تحقیق (ریسرچ) کرنے والے ان موانع کو خاطر میں نہیں لاتے، مصر کے فاضل جلیل محمد زاہد
الکوثری نے، نہ صرف مصر کے، نہ صرف دمشق کے، نہ صرف آستانہ (قسطنطنیہ) کے بلکہ دنیا کے...
ممالک کے کتب خانوں کو کھنگالا، نادر و نایاب بلکہ ناپید کتابوں تک رسائی حاصل کی، اور... صفحات...
اس عظیم و جلیل موضوع پر یہ مختصر سی کتاب تحریر فرمادی، کراچی کے کتب خانہ مجلس علمی کی بدولت...
میں یہ کتاب میری نظر سے گذری، اور میں نے اس کے مباحث اردو میں منتقل کرنے...
خانہ مولانا محمد طاسین صاحب نے جو غیر معمولی سہولتیں اور آسانیاں مجھے بہم پہنچائیں، ان کا شکریہ...
فرض سمجھتا ہوں!

رئیس احمد جعفری
۸۹ - ٹیگور پارک لاہور

الاهداء

اپنی مادرِ علمی دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ)
کے نام، !

قفا نبك من ذكرى حبيبٍ ومنزل

رئیس احمد جعفری

رئیس احمد جعفری کے معرکہ آرا تراجم، !

۱:۔ تلخیص البخاری،
۲:۔ جامع مسلم شریف کامل، مع شرح نووی (زیر طبع)
۳:۔ فلسفۂ تعلیم و تربیت،
۴:۔ تکلیف و اذیت،
۵:۔ نفسیاتی علاج
۶:۔ نہج البلاغۃ کامل، مع ضروری حواشی،
۷:۔ تاریخ تصوف اسلام،

شائع کردہ

شیخ غلام علی اینڈ سنز:۔ تاجران کتب کشمیری بازار۔ لاہور

اِبتدائیہ

موضوع زیرِ بحث کی دشواری، کتبِ متعلقہ کی نایابی، تحقیق و تفحص کی راہ میں موانع اور مشکلات، نادر اور نایاب کتابوں کی فراہمی اور ان سے استمداد "قلمی کتابوں کی تلاش" اور ان سے استفادہ، قدیم کتب خانوں کے بحرِ ذخّار سے گوہرِ مقصود کا حصول،، !

دنیا میں جتنے اعاظم رجال گذرے ہیں، ان کے احوال و سوانح کی جستجو لوگ اس لئے کرتے ہیں کہ ان سے مستفید ہوں، آنے والی نسلیں ان کے نقشِ قدم پر چلیں، اور اپنی زندگی کو اسی سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کریں،

تاریخ اسلام کی یہ بدقسمتی ہے کہ اکابرِ اسلام سے متعلق اس کا ذخیرہ بہت محدود ہے، خاص طور پر وہ اکابر جنہوں نے اپنی عمر کا سارا حصہ تدوین علوم، تحقیق و تفحص اور درس و افتا میں گذارا ہے،،

اسی لئے یہ کام بہت دشوار ہوگیا ہے لیکن سعی و کوشش کے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے ہوئے ہیں، اور اللہ تبارک تعالیٰ کسی کی سعی و کوشش رائیگاں نہیں کرتا۔ من جدّ وجد، جو کوشش کرے گا وہ اپنی کوشش کا پھل بھی ضرور پائے گا۔

زیرِ نظر موضوع بھی ایسا ہی دشوار موضوع ہے لیکن جہاں تک انسانی سعی و کوشش کا تعلق ہے، اس موضوع کی تشنگی دور کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کی گئی ہے،

اَلسَّعْیُ مِنِّیْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ -

تقدیم

نے اس کتاب کا نام "حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی" رکھا ہے ، اس
سے پروردی نے پیش کیا ہے، اگر آدمی اتنے سے بھی واقف نہ ہو تو وہ امام عظیم ابو یوسف یعقوب
رضی اللہ عنہ کے احوال و سیرت سے آشنا ہونے کا ذرا بھی دعوے نہیں کر سکتا
بجائے خود حسرت انگیز اور افسوسناک ہے ۔

امام ابو یوسفؒ ائمہ مجتہدین کے گروہ میں امام ابو یوسفؒ وہ پہلے شخص ہیں ، جنہوں نے
مسائل قضائیہ میں علم و عمل کے مابین جمع و تدوین کا فریضہ انجام دیا ،
زمانہ میں قاضی القضاۃ رہے موجودہ زمانہ میں لارڈ چیف جسٹس کا ہم مرتبہ سمجھنا
منصب پر فائز رہے ، تین خلفاء سے ہماری مراد ذیل کے خلفاء سے ہے ۔

!
!
!

امام ابو یوسفؒ ۱۶۶ھ سے ۱۸۲ھ تک یعنی جب تک انہوں نے داعی اجل کو
لبیک نہیں کہا ، مسند قضا پر متمکن رہے ،
سیرت اور شخصیت کے —— اعتبار سے یگانہ اور فرد فرید تھے ،

قضا کی دنیا میں انہوں نے اپنی غیر فانی ، اور لازوال یادگاریں چھوڑی ہیں ، جو رہتی دنیا تک ان کے
نام نیک کو زندہ رکھیں گی ، ان کے کارناموں کے سامنے ، جس طرح اسلاف اور متقدمین ادب سے سر
جھکاتے تھے ، اسی طرح اخلاف اور متاخرین بھی سر خم کرنے پر مجبور ہیں ،

جمیع اقطار اسلامیہ میں قاضی صاحب کے فقہی اجتہادات ، ان کی وسعت نظر ، ژرف نگاہی اور
وسعت معلومات کا ڈنکہ بجتا رہا ، اور ہر ملک کے لوگ ان کے علمی فیوض سے مستفید اور بہرہ ور ہوتے
رہے ، بے اندیشہ تردید امام ابو یوسفؒ کے بارے میں یہ بات کہی جا سکتی ہے ، کہ انہوں نے جو مقام حاصل کر
لیا تھا ، اس پر کوئی اور نہ فائز ہو سکا ، نہ ان کی زندگی میں ، نہ ان کے بعد ،

امام صاحب کا انداز اجتہاد امام صاحب کی اس مدت حیات کا جو منصب قضا پر گذاری اگر تجزیہ
کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کی رائے پختہ اور محکم تھی ، ان کا اسلوب
فکر و نظر منجھا ہوا ، اور ثمر آور تھا ، ان کے صادر کئے ہوئے احکام عدل پر مبنی تھے ، بڑے بڑے پیچیدہ
مقدمات و واقعات کے ایک ایک جزئیہ پر نظر ڈال کر ، وہ ایسی جچی تلی ، اور مبنی بر عدل رائے قائم
کرتے تھے کہ اسے قبول کئے بغیر کوئی چارہ نظر نہیں آتا ،

چنانچہ امام صاحب کی وفات کے بعد دیگر بڑی حد تک ان کی زندگی ہی میں ، قضاۃ اور حکام
مجبور تھے کہ اسی راستے پر چلیں جو امام صاحب نے اختراع کیا تھا ، تحقیق عراق کے سلسلہ میں وہی اصول
اختیار کریں جو امام صاحب نے وضع کیا تھا ، مشرق و مغرب کی تاریخ قضا جو کئی صدیوں پر مشتمل ہے
اسی حقیقت کی نقیب اور اسی دعوے کا ثبوت ہے ، امام صاحب کے بتائے ہوئے راستے پر یہ کام آزادانہ
اندھی تقلید اور اندھا دھند پیروی کا نتیجہ نہ تھی بلکہ تحقیق کے معنی کا فتویٰ یہی تھا ، عالم اسلام کے مختلف
خطوں اور رقبوں ، اقلیموں اور مملکتوں میں بہت سے فقہی مذہب رائج تھے ، اور وہ سب اپنے ساتھ
دلائل اور فکر عمیق کا توشہ رکھتے تھے ، لیکن بایں ہمہ کسی کے لئے بھی یہ ممکن نہ تھا کہ وہ امام ابو یوسفؒ کی طرز
نظر سے اپنے آپ کو بے نیاز رکھ سکے ، کیوں ؟ اس لئے کہ امام صاحب کا منبع انتاوی ان کا مسلک
آثار است ، اور ان کی فکر اتنی عمیق تھی کہ اس سے رستگاری ممکن ہی نہ تھی ، وہ کتابیں جو آداب قضا پر لکھی

[illegible] نیز وہ کتابیں جو "اخبار قضاۃ" پر مشتمل ہیں، امام صاحب کے فکر و نظر کی داستان سے بھری ہوئی ہیں۔

یہ کتنے افسوس اور دکھ کی بات تھی کہ جس امام عظیم کے علم پر اتنے عظیم اور بے شمار احسانات ہوں، [illegible] کے احوال و سوانح، اس کی منزلت اور رتبے، اس کی شخصیت اور سیرت سے بھی واقف نہ [illegible] کی ذات گرامی مآثر و مفاخر سے لبریز ہو، اس کے بارے میں ہمارے معلومات کا دائرہ اگر بہت [illegible] وسیع نہ ہو، تو بھی کم از کم اتنا تو ہو، کہ ہم اپنے آپ کو اس سے بالکل ناواقف نہ قرار دے سکیں۔

[illegible] قضا کا اہم باب جو شخص تاریخ قضا سے واقف ہونا چاہے یا جو اس راستے پر گامزن ہونا چاہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں سے ——— واقف ہو، نیز یہ بھی ضروری اور [illegible] ——— اور ان معلومات پر مشتمل متعدد کتابیں ہیں [illegible] صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ میں سے جو حضرات منصب قضا پر فائز رہ چکے تھے، یا جو صاحب [illegible] ان کے فتاوے اور اقضیہ بھی اس کی نظر میں ہوں، دور مابعد کی تاریخ قضا بھی اس کے پیش نظر ہو [illegible] منزل تک رسائی ممکن نہیں، ان معلومات سے متعلق بیشتر کتابیں اپنے اپنے وقت میں [illegible] مثلاً، سنن سعید بن منصور، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، اور ادب قضا، [illegible] قضا سے متعلق بہت سی کتابیں ہیں، تاکہ مختلف احوال مواقع کے مطابق حکم لگانے، فتوے دینے [illegible] صلاحیت پیدا ہو جائے۔

[illegible] کہ ہر دور میں اہل علم نے ایسی کتابوں کی تالیف پر مخصوص توجہ کی جو قضاۃ اسلام کے [illegible] و تذکرہ و حیات پر مشتمل تھیں۔

[illegible] کتب ذیل میں ہم ایسی چند کتابوں کے نام درج کرتے ہیں، جو موضوع مذکورہ پر مشتمل ہیں۔

اخبار القضاۃ یہ قاضی محمد بن خلف، المعروف بہ وکیع قاضی کی تالیف ہے۔ قاضی صاحب کا انتقال ۳۰۶ھ میں ہوا تھا، ان کی یہ کتاب نادر و نایاب کتابوں میں شمار ہوتی ہے، اس کے دو نسخے مکتبہ بنی جامع، اور مکتبہ محمد مراد، دارالسلطنت قسطنطنیہ میں موجود ہیں، پہلے نسخہ کی نسبت ابن کامل الشجری کی طرف غلط ہے۔ اس مخطوطہ نسخہ کو [illegible] مصریہ نے حاصل کر لیا ہے اور مصر میں اس کی طبع و اشاعت کا اہتمام جاری ہے، [illegible] حدود رجب سعی کے ساتھ اس کی تحقیق و تصحیح کے سلسلہ میں مشہور جرمن مستشرق ڈاکٹر [illegible] شاخت نے بڑی محنت کی ہے۔

یہ بڑی گراں مایہ کتاب ہے، اپنے موضوع کے اعتبار سے نادر معلومات [illegible] گنجینہ، اگرچہ یہ نسخہ اسقام سے خالی نہیں، اور ان کی تصحیح و تحقیق بہت دشوار اور [illegible] لیکن یہ حقیقت ہے کہ اپنے موضوع پر یہ ایسی قیمتی دستاویز ہے اور خاص طور پر [illegible] کے ایسے ایسے اقضیہ اس میں موجود ہیں جن سے اس کی افادیت اور اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔

قضاۃ مصر قضاۃ کے احوال و سوانح پر مشتمل، ایک اور [illegible] اور گراں بہا کتاب "قضاۃ مصر" ہے، یہ الکندی کی [illegible] ہے، اور چھپ چکی ہے۔

رفع الاصر عن قضاۃ مصر یہ ابن حجر عسقلانی کی کتاب ہے [illegible] جس کے شاگرد سخاوی نے [illegible] ہے [illegible] موضوع پر بڑی دلچسپ اور معلومات افزا کتاب ہے۔

النجوم الزاہرہ فی قضاۃ مصر والقاہرہ یہ کتاب سبط ابن جوزی کی ہے [illegible] نام سے ظاہر ہے [illegible] اور اہمیت بھی ظاہر ہے یہ کتاب اب تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی۔

قضاۃ قرطبہ اس کے مصنف محمد بن حارث الخشنی ہیں، یہ کتاب چھپ چکی ہے۔

قضاۃ الاندلس اس کے مصنف ابوالحسن علی بن عبداللہ النباہی ہیں، یہ آٹھویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں، یہ کتاب مصر سے چھپ چکی ہے۔

الثغر البسام فی ذکر من ولی قضاء الشام یہ حافظ شمس بن طولون دمشقی کی تالیف ہے، حافظ صاحب دسویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں، یہ کتاب بھی اپنے موضوع پر بڑی اہم اور معلومات افزا ہے،

تاریخ قضاۃ اوپر جن کتابوں کا مذکور ہوا، یہ ساری کتابیں قضا کی تاریخ، اور قضاۃ کے احوال و سوانح پر مشتمل ہیں، اور زیر نظر کتاب کے دوران تالیف میں ان سے استفادہ کا کوئی ... ہاتھ سے نہیں جانے دیا،

... کے ساتھ انصاف امام ابویوسفؒ کی شخصیت علمی منزلت کے اعتبار سے اپنی مثال آپ تھی، اجتہاد کی دنیا میں بھی وہ مرتبہ بلند پر فائز تھے، ان کے حالات ... میں جتنے معتبر اور مستند مصادر ہو سکتے تھے، سب میں نے پیش نظر رکھے ہیں، جن ... ہے، وہ بھی اصدق الروایات کا درجہ رکھتی ہیں،

... موضوع پر مطبوعہ اور غیر مطبوعہ لٹریچر اور قلمی نسخے، عام کتب خانوں اور مخصوص ذخیروں ... ان سے استفادہ کرنے میں اور بیشتر معلومات و مواد حاصل کرنے میں کوئی ... کیا ہے،

... الیقین سے جمع کیا ہے، ان کتب اور ان ابواب سے بھی جو براہ راست ... ان کتب اور ان ابواب سے بھی جن میں ضمناً امام صاحب سے متعلق معلومات ملتے ... کی کوشش بھی کی ہے، اور ان سے زیادہ سے زیادہ بہرہ ور ہو سکوں اور اپنی طرف سے ... اپنے موضوع کے ساتھ پورا پورا انصاف کروں، اور صاحب سوانح کی

کا کوئی گوشہ حتی الامکان تشنہ نہ چھوڑوں تاکہ پڑھنے والوں کے سامنے جو چیز آئے وہ ... لائق اعتماد ہو، اور تحقیق و تفحیص سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب اس سے صحیح طور پر متمتع اور مستفید ہو سکیں۔

فکر و نظر کے نئے گوشے میں نے اس کتاب کی ضخامت کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی ہے ... اور شاید بہت زیادہ مختصر ہے، لیکن اس کے باوجود جتنا بھی صحیح ... مواد مجھے مل سکا اس کی روشنی میں امام صاحب کے احوال و سوانح کا صحیح خاکہ مرتب کرنے کی مخلصانہ کوشش ... کی ہے۔

یہ دعویٰ تو میں نہیں کر سکتا کہ اس کتاب کو لکھ کر ہر مکتب فکر کے تمام لوگوں کو خوش اور راضی کر ... کیونکہ جانتا ہوں، یہ ایسا دعوے ہے جو کبھی بھی سچا نہیں ثابت ہو سکتا، ہر دور میں اور ہر مسلک کے پیروؤں میں ایسے لوگ کسی نہ کسی تعداد میں ضرور موجود ہوتے ہیں، جو صرف اپنی کہتے ہیں، دوسرے کی نہیں سنتے اور جو اپنے افکار و خیالات میں اس درجہ غرق ہوتے ہیں کہ پھر نہ دلیل کی طرف توجہ کرتے ہیں نہ ثبوت کی طرف، ظاہر ہے ایسے لوگوں کو کون مطمئن کر سکتا ہے، ہاں لیکن ان مخصوص صورت حال سے ... دوسرے لوگ، جو واقعات کو واقعات کی حیثیت سے دیکھنے کے خوگر ہیں، انہیں ایسا مواد ضرور ملے گا، جس سے فکر و نظر کے نئے اور قابل غور گوشے نظر کے سامنے آجائیں گے۔

طبقات فقہاء اس کتاب میں آگے چل کر میں نے دوران کلام میں طبقات فقہاء پر بھی گفتگو کی ہے۔

طبقات فقہاء پر گفتگو اس لئے ناگزیر تھی کہ بغیر اس کے ہم اپنے اصل موضوع یعنی ... کے احوال و سوانح پر صحیح طور سے روشنی نہیں ڈال سکتے تھے، ممکن ہے بعض اصحاب ان کے بارے میں یہ خیال کریں کہ اسے اصل موضوع سے کوئی تعلق نہیں، لیکن میرا ایسا خیال نہیں ہے، اسے نظر انداز کرنے کے بعد میرے خیال میں اصل موضوع تشنہ اور ناکمل رہ جاتا اور کتاب کی افادیت اور اہمیت میں ایک طرح کی کمی رہ جاتی، لہٰذا تکمیل سخن کے لئے اس ناگزیر بحث پر مختصر سی گفتگو کرنا ہی پڑی!

حسب نسب

امام ابو یوسفؒ مدینہ کے ایک انصاری خاندان سے تعلق رکھتے تھے، یہاں تک تو کوئی اختلاف نہیں، لیکن سال ولادت اور سال وفات میں اختلاف ہے اس لیے کہ کتب وفیات کی تدوین بہت دیر میں ہوئی لہٰذا مو الید میں غلطی کا ہونا مقتضائے بشریت تھا پھر بھی اس غلطی کی تصحیح امکانی حد تک کر دی گئی ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم انصار مدینہ کو بہت عزیز و محبوب رکھتے تھے، احادیث میں بار بار ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید ملتی ہے، آپ نے فتح مکہ کے بعد بھی انصار سے محبت اور تعلق کی بنا پر مدینہ ہی میں اقامت اختیار کی، اور آخر وقت تک وہیں مقیم رہے، انصار کے لیے اس سے بڑھ کر فخر و مباہات کی بات اور کیا ہو سکتی تھی کہ نبی علیہ السلام ان کے درمیان تشریف فرما ہیں،

انصار نے ہر نازک وقت پر اسلام کی گراں بہا خدمتیں انجام دی تھیں، امام ابو یوسفؒ بھی ایک انصاری خاندان سے تعلق رکھتے تھے، انہوں نے بھی اپنے دور میں اسلام کی سب سے بڑی خدمت انجام دی، ——— تدوین فقہ، ان کا یہ کارنامہ رہتی دنیا تک انہیں زندہ رکھے گا،!

حسب نسب ـــــ خاندان

سال ولادت اور وفات میں اختلاف اور اسکی تحقیق

امام ابویوسف کا پورا شجرۂ نسب یہ ہے :

"ابویوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد، بن بجیر بن معاویہ بن قحافہ بن نفیل بن اروس،
... بن سمہ بن سعد بن عبد اللہ بن قدار، بن معاویہ، بن ثعلبہ، بن معاویہ، بن زید، ابن العوذ
... انصاری البجلی رضی اللہ عنہ

صحابی سعد | اس شجرہ میں ابن سعد کا حبیب کے والد کی حیثیت سے ذکر کیا گیا ہے، یہ صحابی تھے، غزوۂ احد کے موقع پر رافع بن خدیج، اور ابن عمر کے ساتھ آں حضرت ؐ ... کے گئے تھے، لیکن چونکہ یہ چھوٹے تھے اس لئے شرکت جنگ کی اجازت نہ ملی، البتہ غزوۂ ... اور بعض دوسرے مابعد غزوات میں یہ شریک رہے، پھر کوفہ چلے آئے، یہیں ... ارقم رضی اللہ عنہما نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر ان کا خاندان یہیں رہ پڑا۔

... کا فخر | ابن عبد البر نے "استیعاب" میں لکھا ہے کہ ـــــ

... آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے موقع پر، سعد بن حبتہ کی طرف

نظر اٹھائی تو ملاحظہ فرمایا کہ نو عمر (حدیث السن) ہونے کے باوجود بڑی بے جگری اور دلیری سے مقابلہ کر رہے ہیں، آں حضرت ؐ نے سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا،

"اے لڑکے تو کون ہے ؟"

سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا،

"میرا نام سعد بن حبتہ ہے،

ـــــ !

یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"شاباش، آؤ، میرے قریب آجاؤ !"

سعد رضی اللہ عنہ آں حضرت ؐ کے قریب آکر کھڑے ہو گئے، آپ ؐ نے سعد کے سر پر ہاتھ پھیرا، !"

امام ابویوسف ؒ اس واقعہ پر بہت فخر کیا کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے،

"آں حضرت ؐ کے دست مبارک کے مس کرنے کی برکت آج بھی محسوس کرتا ہوں ! ..."

ابن حبتہ کیوں؟ | سعد کو ابن حبتہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ حبتہ بنت خوات ابن جبیر الاوسی ... کے بیٹے تھے، جیسا کہ ابن عوام نے جو اصحاب نسائی میں سے تھے ... نے ذکر کیا ہے۔

ذہبی اور خطیب کی روایت | ذہبی نے بھی مناقب ابویوسف ؒ کا ذکر کرتے ہوئے اس ... ذکر کیا ہے،

ابن عبد البر اور خطیب نے حبتہ بنت مالک کو ابن الکلبی پر اعتماد کرتے ہوئے ... شمار کیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے؛ ... خوات بن جبیر کو اپنا حلیف بنا لیا ...

[illegible] اپنے بیٹے سعد کی شادی جمیلہ سے، جو خوات کی بیٹی تھیں کردی،
[illegible] نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جمیلہ خوات انصاری کی بیٹی تھیں، اور سعد کا نسب بجیلہ سے ملتا

سالِ ولادت

امام ابویوسفؒ کا سالِ ولادت، طحاوی ۱۱۳ھ بتاتے ہیں، اکثر تذکرہ نگار اور سوانح نویس اسی قول پر گئے ہیں اور اسی کو درست تسلیم کرتے ہیں،

سالِ وفات

لیکن مورخ فقیہ ابوالقاسم علی بن محمد السمنانی (المتوفی ۴۹۹ھ) اپنے روضۃ القضاۃ میں، — جو موضوع قضا پر بہترین کتاب ہے —

[illegible] ہے:-

«ابویوسفؒ کا جب انتقال ہوا تو ان کی عمر ۸۹ سال کی تھی»!

[illegible] نے بھی «مسالک الابصار» میں یہی لکھا ہے، نیز صاحب «اخبار الاول» اور [illegible] «الجنات» کا رجحان بھی اسی طرف ہے، اس اعتبار سے امام صاحب کا سالِ ولادت [illegible] ہے، کیونکہ ان کی وفات ۱۸۲ھ میں ہوئی تھی، اور اس سال وفات پر سب کا اتفاق ہے۔

تطبیق کی توجیہ

۱۱۳ھ اور ۹۳ھ کے مابین تفاوت عظیم ہے، میرے خیال میں تو بات یوں ہے کہ بعض قدیم نسخوں میں ان کا سالِ وفات حروف کے بجائے اعداد میں [illegible] لیکن بعد میں ۹ء نمبر ۱ سے بدل گیا، کیونکہ ۹ کا سر واضح نہ ہوگا، لہٰذا پڑھنے والوں [illegible] پڑھا، اور اس طرح ۹۳، ۱۳ ہوگیا، اور چونکہ کسی طرح بھی امام صاحب کی ولادت [illegible] لہٰذا ۱۳ سے پہلے ۱ کا ہندسہ اور بڑھا کے ۱۱۳ھ کر دیا، اور چونکہ [illegible] لوگ سنین جب لکھتے ہیں تو سن کی صدی اڑا دیتے ہیں دہائی پر اکتفا کرتے ہیں [illegible] اور وہ ۱۱۳ بن گیا اور مورخین نے اسی کو سالِ ولادت قرار دے لیا، اور بات

سالِ ولادت کی تحقیق

ہمارے اس خیال کی تائید، حافظ ابوعبداللہ محمد بن محمد العطار [illegible] وفات ۳۰۳ھ کے قول سے بھی ہوتی ہے، انہوں نے اپنی مشہور کتاب «[illegible]» میں تحریر فرمایا:-

«ہم سے محمد بن ہارون نے ان سے ابوموسیٰ انصاری نے بیان کیا کہ مجھ سے ابویوسف القاضی نے کہا،

«کچھ مدت ذرا اور گذر نے دو پھر لوگ مدینہ کے ایک نوعمر [illegible] کی طرف رجوع ہوں گے»!»

یہ کتاب کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے اس کا نمبر ۹۸ ہے، اس کی سماعت بہت سے حفاظ نے کی ہے،

اگر امام ابویوسفؒ، امام مالکؒ سے عمر میں بڑے نہ ہوتے، یا کم از کم ان کے اقران میں [illegible] تو اس انداز میں امام مالکؒ کا ذکر نہیں کر سکتے تھے، اور اس سے ذرا دیر کے لئے قطع نظر [illegible] ماننا پڑے گا کہ امام ابویوسفؒ کا، امام مالکؒ کے ساتھ جو برتاؤ اور رویہ تھا، وہ اقران [illegible] لہٰذا اگر امام ابویوسفؒ امام مالکؒ سے عمر میں بڑے نہیں تھے، تو چھوٹے بھی نہیں تھے [illegible] ٹھہری تو ان کا سالِ ولادت ۱۱۳ھ کے بجائے ۹۳ ہجری ماننا پڑے گا۔

کتبِ وفیات کی تدوین میں تاخیر کا نتیجہ

موالید اسلاف کی تاریخ میں اختلاف [illegible] عظیم کی وجہ یہ ہے کہ کتب وفیات کی تدوین [illegible] دیر میں ہوئی،

واقدی سے پہلے کوئی شخص ایسا نہیں ملتا جس نے فن تراجم پر باقاعدہ توجہ کی ہو، اور واقدی [illegible] سالِ وفات ۲۰۷ھ ہے، واقدی نے ابویوسفؒ کے عہد کا کچھ حصہ دیکھا تھا یہی وجہ ہے کہ [illegible] طبقہ کے وفیات کی تاریخ میں تو وہ شاذونادر ہی غلطی کرتا ہے، لیکن موالید کی تاریخ میں [illegible] جاتا ہے، کیونکہ پہلی صورت دید ہے، اور دوسری صرف شنید۔

مجلس درس

زمانہ کے ساتھ اس کے انداز و اطوار بھی بدلتے رہتے ہیں، وضع وروش میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے، آج کے کالجوں یونیورسٹیوں، اور دانش گاہوں سے، آج سے ۱۲ سو برس پہلے کے انداز تعلیم کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا، استاد اور شاگرد کے جو روابط پہلے تھے وہ اب نہیں ہیں، جو آج ہیں کل نہ ہوں گے، تاریخ ماضی کے اوراق اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ آج سے ۱۲ سو برس پہلے کا نظام تعلیم کیا تھا؟ . . . . . . !

امام ابو حنیفہؒ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے فقہ اسلامی کو ایک معین اصول اور ضابطہ کے ماتحت مدون اور منضبط کیا۔ ان کے شاگردوں میں وہ لوگ ہیں جو آگے چل کر امام وقت کہلائے۔

امام صاحب کا اصول کار یہ تھا کہ ان کی مجلس میں مسئلہ زیر غور کے تمام پہلوؤں پر بحث و گفتگو ہوتی تھی، ہر شریک مجلس آزاد تھا، کہ جو رائے چاہے پیش کرے ہر رائے پر غور کیا جاتا تھا، اسے کتاب و سنت کی روشنی میں پرکھا جاتا تھا، آثار وہ کی کسوٹی پر کسا جاتا تھا، اور تحقیق و تمحیص کے مرحلوں سے گذارا جاتا تھا۔

پھر کامل بحث و مباحثہ اور تحقیق و تمحیص کے بعد انشراح قلب کے ساتھ جس رائے پر اتفاق ہو جاتا تھا، اسی پر فتوے دے دیا جاتا تھا، خواہ وہ رائے استاد اور امام (ابو حنیفہ) کی ہو، یا تلمیذ اور شاگرد ابو یوسفؒ، محمدؒ، زفرؒ وغیرہ کی ہو،

یہ اسلوب کار فقہ حنفی کے ساتھ خاص ہے، کسی دوسری فقہی مجلس تحقیق میں یہ بات نظر نہیں آتی، !

ابو یوسفؒ مجلس ابو حنیفہؒ میں

...ے ابن حزام کہتے ہیں کہ ہم سے خلف ابن ایوب نے بیان کیا، میں نے سنا کہ امام ابو یوسف
...ے تھے:

...درس میں شرکت کا شوق

"میں ابن ابی لیلیٰ کے پاس جایا کرتا تھا، وہ میرا بڑا لحاظ کرتے تھے، ان کا معمول تھا کہ جب
...کل اور پیچیدہ مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ امام ابو حنیفہؒ سے رجوع کرکے مشکل حل کرلیا
...تے، یہ دیکھ کر میرا بھی جی چاہتا کہ امام صاحب کی خدمت میں حاضری دوں، لیکن
...ھ کیا موجب جانگیر تھا کہ یہ ارادہ قوت سے عمل میں نہ آسکا، اسی اثنا میں میرے اور
...ابی لیلیٰ کے تعلقات کچھ کشیدہ ہوگئے، چنانچہ میں نے ان کی مجلس میں حاضر ہونا ترک
...کردیا اور امام ابو حنیفہؒ کی مجلس میں حاضری دینے لگا،

ابو عبداللہ بن مندہ الحافظ نے سند کے ساتھ حارثی سے بحوالہ ابو یوسفؒ
...ت کی ہے کہ مجلس ابن ابی لیلیٰ کے انقطاع کا سبب چھپن چھپٹ تھا۔ واقعہ یہ ہوا کہ ابن
...ابی لیلیٰ کی صاحبزادی کے نکاح پر جب حاضرین مجلس کے سامنے خرمے بکھیرے گئے
...ابو یوسفؒ نے بھی لوٹے، ابن ابی لیلیٰ نے یہ کہتے ہوئے ابو یوسفؒ کو ...

"اس طرح کی لوٹ مکروہ ہے"

ابو یوسفؒ نے جواب دیا،

"بے شک لوٹ مکروہ و ممنوع ہے لیکن عساکر میں، نہ کہ شادی بیاہ کے موقعوں پر!"
یہ سنکر ابن ابی لیلیٰ کا رنگ رخ بدل گیا، ابو یوسفؒ کہتے ہیں پھر میں ابو حنیفہؒ کی مجلس میں
حاضری دینے لگا۔ بات یہ ہے کہ ابن ابی لیلیٰ کو یاد نہیں رہا کہ مورد نہی کیا ہے اور
انسان خطا کا پتلا تو ہے ہی، ابن ابی لیلیٰ سے غلطی ہوگئی، چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ
ایک موقع پر (خرمے وغیرہ) حاضرین پر پھینکے گئے۔ لیکن لوگ الگ تھلگ بیٹھے رہے
انہیں لوٹا نہیں، یہ دیکھ کر نبی علیہ السلام نے فرمایا،

"تم لوگ لوٹتے کیوں نہیں؟"

انھوں نے عرض کیا،

"آپؐ ہی نے تو منع فرمایا ہے!"

"فرمایا میں نے صرف عساکر میں (غنیمت کے) لوٹنے سے منع کیا ہے اس سے
نہیں۔ خوب لوٹو!"

استاذ کی طرف سے بیش قرار مالی امداد

خطیب بغدادی نے علی بن حرملہ التیمی سے خود
امام ابو یوسفؒ کی یہ روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں،

"میں حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کر رہا تھا، لیکن میری مالی حالت نہایت خراب
اور خستہ تھی، ایک روز میں امام صاحب کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ میرے والد آئے
انہیں دیکھ کر میں اٹھ کھڑا ہوا، اور ان کے ساتھ باہر چلا آیا، میرے والد نے مجھ سے
کہا،

"بیٹے، ——— تم ابو حنیفہؒ کے قدم بہ قدم نہیں چل سکتے، خدا کے فضل
سے ان کے پاس سب کچھ ہے، جو چاہیں کھائیں، جو چاہیں پہنیں، اس کے برعکس

کیا حال ہے، تم معاش کے محتاج ہو!"

والد کی یہ بات میرے دل میں ترازو ہو گئی، میں نے حصول علم کی طرف توجہ کم کر دی
اور حصول معاش کی سرگرمیوں میں مصروف و منہمک ہو گیا، کیونکہ والد کی مرضی یہی
تھی اور ان کی مرضی پر بہرحال مجھے چلنا چاہیے تھا،

امام صاحب نے جب یہ دیکھا کہ ان کی مجلس علمی میں میری حاضری گھٹنے والی
ہے تو میرے بارے میں دریافت فرمایا ایک روز جب میں حسب معمول دیر سے پہنچا تو سوال کیا کہ:

"تم کہاں رہتے ہو؟ پابندی سے آتے کیوں نہیں؟"

میں نے جواب دیا،

"فکر معاش میں مصروف رہتا ہوں، والد کا یہی حکم ہے،!"

پھر میں بیٹھ گیا، جب مجلس برخاست ہوئی اور لوگ چلے گئے، تو امام صاحب نے
ایک تھیلی میری طرف بڑھائی، اور فرمایا،

"اس سے اپنا کام چلاؤ،!"

میں نے دیکھا تھیلی میں ایک سو درہم تھے،!

امام صاحب نے فرمایا،

"یہ رقم جب ختم ہو جائے تو مجھے بتا دینا، لیکن مجلس درس میں اب پابندی
سے آیا کرو،!"

میں نے پابندی سے مجلس درس میں حاضر ہونا شروع کر دیا،
کچھ مدت کے بعد، امام صاحب نے سو درہم کی ایک تھیلی پھر مجھے عطا کی،
اور پابندی کی تاکید فرمائی،

اس کے بعد تو یہ معمول ہو گیا کہ نہ جانے کس طرح وہ محسوس کر لیتے کہ میرے پاس رقم
ختم ہو چکی ہے اور فوراً پھر سو درہم کی ایک تھیلی عطا فرما دیتے، حالانکہ میں نے

کبھی نہ ان سے رقم طلب کی، نہ یہ بتایا کہ رقم ختم ہو چکی ہے، یہاں تک کہ امام صاحب
کی اس داد و دہش کا یہ نتیجہ نکلا کہ میری حالت بہتر ہو گئی، اور میں ٹھاٹھ سے زندگی
بسر کرنے لگا،!"

اعتراف احسان

ایک روایت یہ بھی ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے والد کا جب انتقال ہوا تو
یہ بہت چھوٹے تھے، اور مذکورہ واقعہ کی نسبت والدہ کی طرف بھی کی جاتی
کی طرف ہے لیکن یہ حکایت سراسر بے بنیاد ہے، اس کے راوی محمد ابن الحسن ابن زیاد النقاش
المقری صاحب "شفاء الصدور" ہیں، جو تفسیر کی ایک کتاب ہے لیکن ان کی روایت سند کے
اعتبار سے خارج ہے،

آگے چل کر پہلی روایت کی توثیق کرتے ہوئے خطیب نے امام ابو یوسفؒ کی زبان سے یہ
روایت درج کی ہے:

"پھر میں نہایت پابندی کے ساتھ امام ابو حنیفہؒ کی مجلس میں حاضر ہونے لگا،
یہاں تک کہ میری کوئی حاجت اور ضرورت ایسی نہ تھی جو آگے رہ گئی ہو، اور اللہ تعالیٰ نے
نے ان کی حسن نیت اور برکت کے باعث میرے لئے آئندہ زندگی میں علم اور مال کے
دروازے کھول دیئے، خدا میری طرف سے انہیں اچھا صلہ اس سلوک اور فیض
کا عطا کرے، اور ان کی مغفرت فرمائے،!"

الموفق کے تفصیلات

دوسری روایتوں سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ
قصہ امام ابو یوسفؒ کے والد ہی کا ہے، والدہ کا نہیں ...
مالک اور عبدالحمید الحمانی کی روایت سے بھی یہی ثابت ہے، اس سلسلہ میں مزید تفصیل ...
کی کتاب الموفق ... سے رجوع کیا جائے،

شوق علم کی انتہا

امام ابو یوسفؒ کو امام ابو حنیفہؒ کی ذات سے اتنا گہرا ربط پیدا ہو گیا تھا ...
اور ... سے ان کے شغف و انہماک کا یہ عالم تھا کہ دنیا کا ہر کام چھوڑ بیٹھے تھے ...

...زادہ نہ تھے،

... شجاع بن مخلد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے امام ابویوسف کو کہتے ہوئے

"میرے لڑکے کا انتقال ہوگیا، لیکن نہ میں نے اس کی تدفین و تجہیز میں حصہ لیا، ... یہ سارا کام میں نے اپنے پڑوسیوں اور عزیزوں پر چھوڑ دیا، مجھے یہ ... تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مجلس درس سے بچھڑ جاؤں اور یہ حسرت رہ جائے کہ فلاں وقت میں موجود نہ تھا" !

... استاذ کی نظر میں

عباس ابن عمر، اسحاق بن ابی اسرائیل سے، اور وہ حسان بن ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک ... کہتے ہوئے سنا کہ وہ فرما رہے تھے:

"ابویوسف کی طرح کسی نے بھی اتنی پابندی سے حاضری نہیں دی، اگر داؤد طائی نے بھی اس کے نقش قدم کی پیروی کی ہوتی تو لوگ اس سے بھی اسی طرح نفع اندوز ہوتے" !

ابویوسفؒ زندگی بھر اپنے استاذ ابوحنیفہؒ اور ابن ابی لیلیٰ کا ذکر اجلال و اکرام کے ساتھ کرتے رہے، اور ہمیشہ ان کے ثناخواں اور مدّاح و رطب اللسان رہے ... علم میں برکت عطا فرمائی" !

امام ابوحنیفہؒ کی منزلت اور عظمت کس دل میں جاگزیں نہیں ہے ! وہ امام اعظم کے لقب سے ملقب ہیں، ملت اسلامیہ کی غیر معمولی اکثریت انہی کی مقلد ہے،

ابویوسفؒ ابوحنیفہؒ کے شاگرد تھے، اور ابوحنیفہؒ کو اپنے اس شاگرد پر فخر تھا،

بارگاہ امام اعظم میں جو آیا، وہ کہیں سے کہیں پہنچ گیا، لیکن ابویوسفؒ وہ تنہا شخص تھے جو ان کے جانشین بلا اختلاف بن گئے،

آثارِ محمد

آج کوفہ ایک خرابہ ہے'!

لیکن کیا کل بھی وہ ایسا ہی تھا؟

تاریخ کے اوراق کوفہ کی عظمت پہ گواہ ہیں،

یہ شہر مسلمانوں نے آباد کیا، اس کی تعمیر مسلمانوں کے ہاتھوں ہوئی، اور بہت جلد یہ مرجع انام بن گیا، یہ صرف فوجی چھاؤنی ہی نہ تھا، بلکہ علم اور معرفت کا مرکز بھی تھا، تحقیق و تجسس کے چشمے یہیں سے پھوٹتے تھے، "قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں یہیں کے در و دیوار سے ٹکراتی تھیں،

امیرالمومنین حضرت علیؑ کے عہد سعادت میں تو خاص طور پر اس کی عظمت اور منزلت میں اضافہ ہوگیا، یہاں اصحاب رسول ﷺ کی ایک بڑی جماعت جمع ہو گئی، حضرت علی اور قاضی شریح نے تاریخ قضا میں جو ناقابل فراموش اور لازوال کارنامے، یادگار چھوڑے ہیں ان کی جستجو یہیں کے کھنڈروں میں کی جاسکتی ہے اور امام ابویوسفؒ تو حضرت علیؓ اور قاضی شریحؒ کی قضا کے سب سے بڑے منادی اور پیرو تھے،

کوفہ

چپہ چپہ پہ ہیں یاں گوہر یکتا تہِ خاک

دفن ہوگا نہ کہیں ایسا خزانہ ہرگز!

کوفہ کی علمی عظمت واہمیت

امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے عہد میں

...شاھ میں کوفہ کی بنا پڑی، حضرت عمرؓ کوفہ کی اہمیت بہت زیادہ محسوس کرتے ...انہوں نے عرب کے فصیح و بلیغ اہل زبان اور قبائل کو آباد کیا، اس دور میں ...بہت بڑی جماعت بھی یہاں آئی، اور اس کا معقول حصہ یہیں رہ پڑا،

...عبداللہ بن مسعودؓ کوفہ میں

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، مشہور صحابی رسول ہیں جو ابن ام عبد رضی اللہ عنہ کے نام سے بھی معروف ہیں حضرت عمرؓ کے ...تشریف لائے، تاکہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں، اور دین کے مسائل سمجھائیں حضرت عمرؓ کی ...عبداللہ ابن مسعودؓ کی منزلت کا کیا عالم تھا، اس کا اندازہ ان الفاظ سے ہوگا، جو انہوں ...کوفہ کو فرمائے تھے، :

...عبداللہ کو تمہارے پاس بھیج کر میں تمہیں اپنے اوپر ترجیح دے ...رہا ہوں،!!

...الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی نگاہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی ...

منزلت کی کیا کیفیت تھی ؛ —— یہ کہ پایۂ تخت میں ہر طرح کے فقہاء اور علماء صحابہ کرامؓ کی موجودگی کے باوصف خلیفۂ وقت ان کی ضرورت اور اہمیت سے اپنے آپ کو بے نیاز نہیں کر سکتا تھا،

حضرت ابن مسعودؓ کے بارے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

"جو قرآن کو اس طرح پڑھنا چاہے جس طرح وہ نازل ہوا ہے تو اسے چاہیے کہ ابن ام عبد کی قرأت کے مطابق اسے پڑھے"!!

نیز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

"میں اپنی امت کے لئے اس بات سے راضی ہوں، جسے اس کے لئے ابن ام عبد پسند کرے"!!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعودؓ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے :

"ابن مسعود کا سینہ علم کا گنجینہ ہے"!!

کوفہ میں فقہ و سنت کی نشر و اشاعت

کتب سنت میں اخبار وارده اور احادیث مروی سے ابن مسعودؓ کی وسعت علم، اور منزلت و مرتبہ پر روشنی پڑتی ہے، اس صحابی جلیل نے کوفہ میں فقہ و سنت کا علم پھیلانے، اور لوگوں کو دین کی حقیقت اور مسائل حیات سے روشناس کرانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، حضرت عمرؓ نے انہیں کوفہ بھیجا اور اواخر خلافت عثمان رضی اللہ عنہ تک ان کی ساری سرگرمیاں اور مساعی اسی ایک امر کے لے وقف رہیں، چنانچہ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کوفہ میں فقہاء کا گروہ کثیر دیکھ کر بہت خوش اور مسرور ہوئے، انہوں نے ابن مسعودؓ سے فرمایا :!

"تم نے تو اس قریہ کو علم اور فقہ سے لبالب بھر دیا ہے"!!

چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد ہوں، اور ان شاگردوں کے شاگرد ...

[illegible] کے ملک جنگ پہونچتی ہے، یہ لوگ اس شہر کے جگمگاتے ہوئے چراغ تھے، جن سے [illegible] ہوتی تھیں،

[illegible] اور اجل صحابہ کا ورود کوفہ میں

حضرت علی رضؓ نے جب کوفہ کو اپنا پایۂ تخت بنالیا، اور اجل صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت نے کوفہ میں ڈیرا ڈال دیا، تو یہاں کی [illegible] سے فقہ و حدیث کے آوازے گونجنے لگے، کوئی گوشہ ایسا نہ تھا، جہاں علوم دینی کی [illegible] جاری نہ ہو، چنانچہ اگر یہ کہا جائے تو ذرا مبالغہ نہ ہوگا کہ سارے امصار مسلمین میں کوفہ اپنی علمی [illegible] کے اعتبار سے اپنی مثال آپ تھا، صرف اس ایک شہر میں جتنے فقہا، محدثین اور مفسرین اور فصیح ترین [illegible] مستقل اقامت کے باعث، علوم لغت عربیہ کے جیسے جید ماہرین یہاں جمع تھے، مشکل سے [illegible] مثال مل سکتی تھی، نیز کبار صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے بھی چونکہ یہاں مستقل طور پر بود و باش [illegible] اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ علوم دینی کی ترویج کا کام بڑے وسیع پیمانہ پر شروع ہوگیا تھا، [illegible] حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کے صرف کبار اصحاب کے حالات و سوانح قلمبند کئے جائیں [illegible] اس موضوع پر مرتب کیا جائے، تو ایک بہت بڑا دفتر تیار ہوسکتا ہے

[illegible] صحابہ کی موجودگی

عراق کے دوسرے شہروں سے قطع نظر صرف کوفہ میں، جو صحابہ موجود تھے ان کی تعداد کسی طرح پندرہ سو سے کم نہیں تھی۔

[illegible] بن الاجدع کا قول ہے:

"اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا علم چھ نفوس میں مرکوز ہوکر رہ گیا تھا، جو یہ ہیں۔"

۱- علیؓ

۲- عبداللہؓ

۳- عمرؓ

۴- زید بن ثابتؓ

۵- ابوالدرداءؓ

مغیرہ بن حمزہ مجھ سے کہتے تھے کہ جن اصحاب ابوحنیفہؒ نے تدوین فقہ کا کام کیا ان کی تعداد چالیس تھی اور یہ سب اپنے علم و فضل کے اعتبار سے ایک سے ایک بڑھ کر تھے۔

!

اصحاب ابوحنیفہؒ اور تدوین فقہ

اسی طرح سلیمان بن عمران، اسد بن فراتؒ سے روایت کرتے ہیں، "جن اصحاب ابی حنیفہؒ نے کتب فقہ کی تدوین و تالیف میں حصہ لیا ان کی تعداد چالیس تھی، ان میں جو متقدین تھے ان کے نام یہ ہیں:"

لہ اسد بن فرات کے حالات نسبتاً وضاحت اور بسط و تفصیل کے ساتھ ہم "امام محمدؒ" میں درج کر چکے [illegible] لہٰذا اس موقعہ پر ان کے اعادہ سے کچھ حاصل نہیں، لیکن چونکہ ایک بات زیر گفتگو آگئی ہے، لہٰذا مناسب [illegible] اگر مختصر طور پر اسد بن فرات کا تعارف کرا دیا جائے۔

[illegible] اسد بن فرات، درحقیقت مغرب اقصیٰ کے رہنے والے تھے، شوق علم کشاں کشاں انہیں مدینہ [illegible] لے گیا، اور یہ امام مالکؒ کے حلقۂ درس میں بیٹھے، فقہ، مالکی کی مشہور کتاب "مدونہ" درحقیقت انہی [illegible] کا نتیجہ ہے۔

لیکن علم کا یہ مسافر، حضرت امام مالکؒ کے حلقۂ فیض سے استفادہ پر قناعت نہ کرسکا، بعض ایسے [illegible] کا تشفی بخش جواب امام مالکؒ سے نہ مل سکا، اور جواب میں انہوں نے جو کچھ کہا وہ اگرچہ [illegible] سے یہ جستجو پیدا ہوئی کہ فقہاء کوفہ کو بھی ٹٹولا جائے، اور ان کے علم سے اگر استفادہ اور استفاضہ کی [illegible] تو اسے بروئے کار لایا جائے،

چنانچہ مدینہ سے اٹھ کر یہ اسد بن فرات کوفہ پہنچے، [illegible] دنیا جہاں کے اگر جوق در جوق [illegible]

۱۔ [illegible] یوسف[2]
۲۔ حضرت البذیل[3]
۳۔ [illegible] الطحان[4]

[illegible] سفر کی سختیاں برداشت کر کے آتے تھے، اور ان حضرات کی بارگاہ علم میں حاضر ہو کے [illegible]

[illegible] حضرات نے زیادہ تر امام محمدؒ سے استفادہ کیا، وہ امام صاحب کی سیرت، شخصیت، کردار، علم [illegible] اجتہاد، وسعت نظر فی العلم اور دوسرے نکات سے بہت زیادہ متاثر ہوئے، اتنے متاثر [illegible] چنانچہ ان میں انہوں نے اپنے ذہن و فکر کو ڈھالا تھا، وہ بدل گئی، بالکل بدل گیا، یہاں آکر [illegible] سے وہ بے زار ہو گئے تھے، جہاں علم تھا، اجتہاد تھا، وسعت تھی، قانون (فقہ) [illegible] کے ساتھ لیسر بھی (جو اسلام کی اصل روح ہے)، چنانچہ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہونچی کہ [illegible] جب وہ مسند قضا پر بیٹھے اور قاضی القضاۃ بنا دیے گئے، تو گو مالکی مذہب سے ان کی [illegible] لیکن اکثر و بیشتر ان کے فیصلے اور فتاوے، فقہ حنفی کے مطابق ہوا کرتے تھے۔

[illegible] ہے، امام محمدؒ سے اسد بن فرات[?] نے بہت زیادہ فیض اٹھایا، لیکن یہ کیونکر ممکن [illegible] یوسفؒ جیسی عظیم و جلیل ہستی کو نظر انداز کر دیتے، چنانچہ شوق علم انہیں اس بارگاہ میں بھی لے پہنچا، [illegible] کے برخ نظر، ملکۂ اجتہاد، اور وسعت علم سے حاصل کر سکتے تھے، کیا، اور زندگی بھر [illegible] سے، امام ابو یوسفؒ کی شاگردی پر انہیں ناز تھا، اور بجا ناز تھا۔

[illegible] سے زیادہ اور امام ابو یوسفؒ سے کسی حد تک کسب فیض کرنے کے بعد وہ مصر بھی پہونچے، [illegible] سے یہاں کچھ بزرگ بھی پیدا ہوئیں لیکن اہل علم کا یہ اصول ہے، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۴۔ اسد ابن عمرو،
۵۔ یوسف ابن خالد السمتی، (دیکھے از مشائخ شافعی)
۶۔ یحییٰ بن ذکریا، بن ابی زائدہ، ———— [illegible]

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) بلکہ یہ بات ان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ جو موقف اختیار کر لیتے ہیں، اس سے اسی وقت رجوع کرتے ہیں جب پورے طور پر انشراح قلب حاصل ہو جائے، چنانچہ وہ مصر پہنچے ضرور، لیکن ان کے موقف میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی، فقہ حنفی سے ان کو جو تاثر تھا، وہ قائم رہا، اور زندگی بھر وہ اسی کے مطابق [illegible] فتوے دیتے اور فیصلے کرتے رہے۔

ان مراحل سے فارغ ہو کر جب وہ اپنے وطن پہنچے تو وہاں کی حکومت اعیان و اراکین اور علماء نے ان کی قدر [illegible] کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، انہیں منصب قضا سونپا اور وہ قاضی القضاۃ بنا دیے گئے۔

لیکن قدرت کو ان سے ابھی ایک بہت بڑا کام لینا تھا،
اسی زمانہ میں مغرب کی اسلامی حکومت نے صقلیہ (سسلی) کے قزاقوں، اور غارت گروں اور امن و امان کی [illegible]
سے متاثر ہو کر فیصلہ کر لیا کہ اسے مملکت اسلامی میں شریک کر لیا جائے۔
چنانچہ صقلیہ فتح کرنے کے لیے جو فوج بھیجی گئی اس کے امیر، اور سالار بھی اسد ابن فرات تھے۔

اسلام کی تاریخ میں ایسے لوگ ملتے ہیں جو بیک وقت صاحب سیف و قلم تھے مثلاً امام ابن تیمیہ[?]
جنھوں نے تلوار سے تاتاریوں سے، اور دوسرے عناصر سے جنگ میں باقاعدہ حصہ لیا، [illegible]
لیکن یہ سعادت قاضی اسد بن فرات ہی کے مقسوم میں تھی انہی نے لکھ دی تھی کہ وہ ایک بڑی [illegible]
امیر اور سالار بنیں، ایک غیر ملک کو فتح کریں، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اسد بن فرات کی روایت

اسد بن فرات کی روایت یہ بھی ہے کہ:

"مجھ سے اسد بن عمرو نے کہا، ابو حنیفہ رہ کے مجمع فقہی کے لوگ مسائل کے جواب میں مختلف قسم کی آرا دیا کرتے تھے، کوئی کسی طرح جواب دیتا، کوئی کسی طرح، پھر یہ سارے جواب ابو حنیفہؒ کی خدمت میں پیش کیے جاتے اور ان سے کہا جاتا کہ اب وہ جواب میں کچھ فرمائیں، پھر وہ مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر غور کر کے جواب دیتے، اس طرح ایک مسئلہ کے جوابات پر تین دن تک غور و فکر کا سلسلہ جاری رہتا، اس کے بعد یہ حضرات آخری اور طے شدہ جواب کو درج کتاب کر کے مدون کر لیتے ــــــــــ !"

رفیقوں کا منزلت ابو حنیفہؒ کی نظر میں

صیمریؒ اسحاق بن ابراہیم کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک مرتبہ فرمایا، !

"اصحاب ابو حنیفہؒ اپنے استاذ اور رہنما (امام ابو حنیفہؒ) کی معیت میں زیر غور اور زیر بحث مسائل پر غور و خوض کیا کرتے۔ اتفاق سے اگر کسی دن عافیہ بن یزید حاضر مجلس نہ ہوتے تو امام صاحب فرماتے، !"

"جب تک عافیہ نہ آئیں انتظار کر لو، !"

پھر جب عافیہ آ جاتے اور دوسرے اصحاب ابو حنیفہؒ کی رائے سے اتفاق

[illegible] تاریخ میں "فاتح صقلیہ" کے نام سے مشہور ہوئے اور ان کارناموں کے انجام [illegible] اور حیات دوام حاصل کریں۔
[illegible] بہت بڑے عالم تھے، بہت بڑے مجاہد اور سب سے بڑھ کر یہ کہ راہ حق کے شہید!

(رئیس احمد جعفری)

کر لیتے تو امام صاحب فرماتے۔

"اب اسے لکھ لو، !"

اور اگر عافیہ اتفاق رائے نہ کرتے بلکہ اختلاف کا اظہار کرتے تو امام صاحب پھر اس مسئلہ کو قلمبند کرنے سے منع کر دیتے، !"

ابو حنیفہؒ کی مجلس مشاورت

یحییٰ بن معین نے "معرفۃ التاریخ والعلل" میں فضل بن دکین سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ:

"میں نے زفر کو کہتے ہوئے سنا کہ جب امام ابو حنیفہ کے سامنے مسائل پیش ہوتے تو ہم آپس میں اختلاف رائے کا اظہار کرتے، اگر ابو یوسفؒ اور محمد بن الحسن ہمارا ساتھ دیتے، تو پھر وہ مسئلہ ہم لکھ کر مدون کر لیتے، !"

مسائل قلمبند کرنے میں احتیاط

امام ابو حنیفہ، مسائل کو قلمبند کرنے کی اجازت اس وقت دیتے تھے جب خوب اچھی طرح اس کی تنقیح ہو چکی ہو۔

ایک مرتبہ انہوں نے ابو یوسفؒ سے کہا،

"جو کچھ مجھ سے سنو اسے فوراً لکھنے نہ بیٹھ جایا کرو، آج میں ایک مسئلہ پر کوئی رائے قائم کرتا ہوں، کل بعض دلائل کے باعث اسے ترک کر دیتا ہوں، پھر کوئی رائے قائم کرتا ہوں، اور دوسرے حالات و دلائل سامنے آتے ہیں تو پرسوں اسے بھی بدل دیتا ہوں، !"

امام صاحب کی اس تنبیہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تحمیص و تحقیق کا ل سے [illegible] شاگرد، تدوین و تالیف مسائل میں جلد بازی سے کام لیتا تو آپ اسے سختی سے ٹوکتے [illegible] اور شان تحقیق بھی یہی ہے، [illegible]

ابوحنیفہ کی مجلس شوریٰ

المؤفق المکی، (ج ۲ - ۱۳۳) کے قول سے صورت احوال پر مزید روشنی پڑتی ہے:

"ابو حنیفہ نے اپنی مجلس فقہی کو ایک طرح کی مجلس شوریٰ بنا لیا تھا، جہاں ہر شخص آزادی سے اپنی رائے کا اظہار کرتا تھا۔ وہ اپنی رائے کو تھوپنے اور منوانے کی ذرا بھی کوشش نہیں کرتے تھے،

ان کا معمول یہ تھا کہ وہ ایک ایک مسئلے کو اس پر بحث و گفتگو کرنے کے لئے اپنے اصحاب کو بحث و گفتگو کا موقع دیتے، کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ صرف ایک مسئلہ پر پورا مہینہ بلکہ کبھی کبھی اس سے بھی زیادہ بحث و مناظرہ میں گذر جاتا، یہاں تک کہ طول بحث و مباحثہ اور تنقیح و تمحیص کے بعد کوئی ایک قول قبول کر لیا جاتا، پھر ابو یوسفؒ اسے مرتب اور مدوّن کر لیتے، اور وہ داخل اصول ہو جاتا۔

سچ پوچھئے تو یہی اولیٰ و اصوب طریقہ کار تھا، حق سے قریب، اور یہی سبب کہ آپس میں بحث و مباحثہ کے بعد کسی شخص کو بھی اپنی رائے کے واپس لے لینے میں اور متفقہ قول کو قبول کر لینے میں تامل یا تردد نہ ہوتا!"

مجلس شوریٰ کا طریقہ کار

اپنے اصحاب کی تفقہ و تدریس کے سلسلہ میں امام ابو حنیفہؒ کا طرز کار یہ تھا کہ کوئی مسئلہ جب زیر غور آتا، تو اس کے تمام پہلوؤں پر غور کیا جاتا، اور تائید میں جو کچھ کہا جا سکتا، وہ کہتے اس کے بعد اپنے اصحاب سے ...

"... کوئی اس کے برخلاف کچھ کہنا چاہتا ہے؟"

اس سوال کے بعد ہر شخص ان کی مجلس فقہی کا اپنی اپنی رائے ظاہر کرتا، امام صاحب اس فریق رائے کے مختلف پہلوؤں پر نکتہ چینی کرتے اور ایک دوسری رائے قائم ...

"اب آپ کی کیا رائے ہے؟"

لوگ پھر آپس میں بحث و اختلاف کرتے، اور جب کسی ایک رائے پر قریب قریب متفق ہو جاتے تو امام صاحب پھر ان دلائل کا توڑ کرتے، اور ایک تیسری رائے پیش کرتے اور سوال کرتے،

"اب کیا رائے ہے آپ کی؟"

اب لوگ پھر اس پر نقد و نظر کا سلسلہ شروع کر دیتے، پھر امام صاحب ... رائے کو ترجیح دیتے، اور اس طرح بار بار کے ردّ و کد کے بعد مسئلہ منقح ہو جاتا اور اس پر اتفاق کر لیا جاتا، جیسا کہ "الانتقاء" (صفحہ ۱۴۰) میں ہے۔ امام صاحب کا یہ طرز تفقہ دوسرے تمام ... کے طرز و اسلوب کے مقابلہ میں ایک امتیاز خاص کا حامل ہے،

ابو یوسفؒ قضایائے علیؓ کے حامل تھے

یہ تھی وہ قضا جس میں ابو یوسفؒ نے فقہی تحصیل ... امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کے ... عقل میں جلا پیدا ہو گئی، اور ذہن پر صیقل، اور ان کی فقہ کے تعمق میں ترسع پیدا ہو گیا، ... اثرات ان کی زندگی کے واقعات سے نمایاں ہیں،

امام ابو یوسفؒ نے محمد بن ابی لیلیٰؒ، القاضی سے بھی بہت استفادہ کیا ... زمانہ کے مانے ہوئے قاضی تھے، اور خاص طور پر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے طرز قضا کے رمز آشنا تھے، شریح حضرت عمرؓ کے زمانے سے لیکر حجاج کے زمانہ تک ... ابو یوسف کو علمی اور عملی طور پر ابن ابی لیلیٰؒ سے وہ احکام قضا بھی مل گئے جو قضایائے علیؓ ... تھے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا علم کتنا وسیع تھا، اور اس موضوع کے ... اور قادر تھے!"

امام ابو یوسفؒ کی بے مثال قوتِ حافظہ

ذکاوت و ذہانت، فراست و بصیرت

… نے اپنی کتاب میں امام ابو یوسفؒ کو امت اسلامیہ کے ان یگانۂ روزگار ستو… ہے جن کی قوتِ حفظ لاثانی تھی، اور یہ قوتِ حفظ صرف حدیث ہی سے متعلق نہ تھی، … حیثیت رکھتی تھی،

…کی روایت ابن جوزی نے "اخبار الحفاظ" میں لکھا ہے کہ:

"امام ابو یوسفؒ صحاح واحد میں ساٹھ ستر حدیثیں یاد کر لیتے … پورے اسناد کے ساتھ انہیں سنا دیا کرتے تھے، !"

… اس کتاب کا ایک نسخہ موجود ہے، صرف پہلا ورق غائب ہے، ———

…کی روایت ابن عبد البر اپنی کتاب "الانتقاء" میں لکھتے ہیں:-

"مجھے احمد بن محمدؒ بن احمد نے اور ان کو احمد بن فضلؒ … محمد بن جریر طبریؒ کا قول ہے کہ ابو یوسف ابراہیمؒ بن یعقوب القاضی

بہت بڑے فقیہ، بہت بڑے عالم، اور بہت بڑے حافظ حدیث تھے … حدیث میں تو ان کی شہرت کا ڈنکا بجا کرتا تھا، وہ بہت زیادہ حاضر دماغ، اور جید الحافظ محدثین میں تھے، ساٹھ ستر حدیثیں سنتے ہی یاد کر لیا کرتے تھے، پھر … ہو کر لوگوں کو ان کا املا کرا دیتے تھے، وہ کثیر الحدیث تھے، ———— !"

بالکل یہی بات ابن جریر نے "ذیل المذیل" میں لکھی ہے!

صیمری کی روایت صیمری حسن زیاد کی سند سے "اخبار ابو حنیفہؒ و اصحابہ" میں تحریر … "ہم ابو یوسفؒ کے ساتھ بارادۂ حج روانہ ہوئے، راستہ میں ان کی طبیعت ناساز ہو گئی، چنانچہ ہم نے بیر میمون پر ڈیرا ڈال دیا، یہاں سفیان بن عیینہؒ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے، ابو یوسفؒ نے ان سے کہا:

"ابو محمدؒ سے حدیث سنیں، ———— !"

چنانچہ سفیانؒ نے چالیس حدیثیں اس وقت روایت کیں، پھر جب سفیان اٹھ گئے، تو ابو یوسفؒ نے ہم سے کہا،

"اب وہ حدیثیں مجھ سے سن لو، جو ابھی سفیانؒ نے روایت کی تھیں!"

چنانچہ انہوں نے چالیس کی چالیس اسی وقت سنا دیں،

"گو بیماری سے ابو یوسف نڈھال ہو رہے تھے، اگرچہ کافی ہو چکی تھی، … کا بار بھی تھا، اور سفر کی پریشانیاں بھی، لیکن بے پناہ قوتِ حفظ کا اس وقت بھی یہ عالم تھا، !"

حسن بن ابی مالکؒ کی روایت موفق المکی، حسن بن ابی مالک کی سند سے روایت … کہ انہوں نے کہا: !

ہم ابو معاویہ کے پاس حجاج بن ارطاۃ کی حدیث لکھنے کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے، ایک

دن ہم سے معاویہ نے کہا،

"کیا ابو یوسفؒ تمہارے نزدیک نہیں ہیں ؟ "

ہم نے عرض کیا

"ہیں تو ! "

فرمایا :

"ابو یوسفؒ کو چھوڑ کر تم میرے پاس لکھنے کے لئے آتے ہو ؟ "

پھر ہم حجاج بن ارطاۃ کے ہاں جانے لگے، وہاں ابو یوسفؒ اسی دوران میں جب حجاج

حوالے سب کچھ بر زبان یاد کر لیتے، پھر جب ہم باہر نکلتے تو ابو یوسفؒ کے حافظہ

سے خوب فائدہ اٹھاتے، یعنی انہیں سب کچھ یاد ہو چکا ہوتا اور ہم نوٹ کر

لیتے ! "

ابو یوسفؒ کی شکایت

موفق ہی نے، یحییٰ ابن آدم کی سند سے بیان کیا ہے کہ :

خلیفہ ہارون رشید سے شکوہ کیا گیا کہ آپ نے ابو یوسفؒ کو بہت زیادہ رفعت و

عزت عطا کر دی ہے آخر اس کی وجہ کیا ہے ؟ ،

ہارون نے جو خود بھی بہت بڑا فقیہ اور عالم تھا جواب میں کہا،

"اس لئے کہ مجھے ابو یوسفؒ کی معرفت حاصل ہے از روئے تجربہ میں ان کی منزلت بڑھانے

پر مجبور ہوں، خدا کی قسم ابواب علم میں سے کوئی باب ایسا نہیں جس میں نے ابو یوسف

کو عاجز پایا ہو اگر میں نے ہمیشہ اور ہر موقعہ پر انہیں کامل اور یکتا پایا، وہ ہمارے

سامنے بیٹھے علقول میں جاتے تھے، ہم لکھ لیتے تھے، اور وہ نہیں لکھتے

تھے پھر جب ہم مجلس سے اٹھتے تو اصحاب حدیث انہیں گھیر لیتے، اور اپنے

لکھے ہوئے نوٹوں کی تصحیح ان کے حافظے سے کرتے، اور فقہ میں تو انہیں وہ مرتبہ

حاصل ہے، جس پر آج تک کوئی آدمی نہیں پہنچ سکا، بڑے بڑے لوگ ان کے

سامنے پہنچ کر چھوٹے اور کم مایہ نظر آنے لگتے تھے، ان کے پاس بڑے بڑے

فقیہ آتے تھے، جب کہ وہ عام مجلس میں بیٹھے ہوتے اور اس موقعہ پر نہ ان کے پاس

کوئی کتاب ہوتی، نہ نوٹ بک، وہ ہمارے ساتھ شریک مجلس رہتے، اور ان

آنے والے علماء اور فقہاء سے سوال کرتے،

"آپ کیا چاہتے ہیں ؟ "

وہ جواب دیتے،

"فلاں فلاں باب کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں ! "

ابو یوسفؒ وہیں بیٹھے بیٹھے برجستہ ان کے ہر سوال کا جواب دیتے، اور چٹکی بجاتے میں

ہر مشکل حل کر دیتے، یہ وہ خصوصیت تھی جس سے ان کے ہم عصر علماء عاجز تھے،

اور پھر ان سب باتوں پر بالا یہ کہ وہ استقامت فی المذہب اور صیانت فی الدین

کا بھی نمونہ کامل تھے ——— لاؤ اگر ابو یوسفؒ کو

سا کوئی آدمی لا سکتے ہو ! ———

ابو یوسف کے بارے میں رشید کی یہ رائے بہت وزن رکھتی ہے، اس کی اہمیت اور

اور بڑھ جاتی ہے جب یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ رشید خود اچھا عالم، اور علم کا اچھا قدر دان تھا

رشید نے یہ رائے ایک عرصہ کے تجربہ اور مشاہدہ کے بعد قائم کی تھی ! "

داؤد بن رشید کا قول

داؤد بن رشید کا قول ہے :

"اگر ابو یوسفؒ کے سوا ابو حنیفہؒ کا کوئی اور شاگرد نہ ہوتا،

تب بھی جمیع ناس پر انہیں فخر حاصل ہو جاتا، ابو یوسفؒ کو مصروف تکلم دیکھتا تو ایسا معلوم

ہوتا جیسے وہ ایک بحرِ ذخار سے چلّو بھر بھر کر علم اور معرفت کے خزانے لٹا رہے ہیں
حدیث ان کے نوکِ زبان، فقہ ان کے نوکِ زبان، کلام ان کے نوکِ زبان، کوئی
موضوع بھی تو ایسا نہ تھا جس میں وہ یکتا نہ ہوں، جس میں وہ عاجز اور درماندہ نظر
آئیں "! "

ابویوسفؒ جامع العلوم

بلال ابن یحییٰ البصری، جو " بلال الرائے " کے نام سے بھی معروف
ہیں، امام صاحب کے بارے میں کہتے ہیں:
"ابویوسفؒ تفسیر کے فن میں غیر معمولی دستگاہ رکھتے تھے، مغازی میں ان کا جواب
نہ تھا، ایامِ عرب کے وہ ماہر تھے، فقہ بھی ان علوم میں سے جن کے وہ ماہر تھے ایک
علم تھا "! "

ابویوسفؒ کی شخصیت

یحییٰ بن خالد ذہبی کی ایک روایت بیان کرتے ہیں:
" ہمارے پاس ابویوسفؒ آئے اور پھر ہم نے ایسا
محسوس کیا جیسے انہوں نے فقہ سے فضا کو معمور کر دیا ہے "! "

ابویوسفؒ محدث کی حیثیت سے

یحییٰ بن معین کا امام ابویوسفؒ کے بارے میں
قول ہے:
" اصحاب الرائے میں ابویوسفؒ سے زیادہ اثبت فی الحدیث میں نے کوئی اور شخص
نہیں دیکھا، وہ بے پناہ قوت حافظہ کے مالک تھے، ان سے زیادہ از روئے
روایت کوئی اور شخص نظر سے نہیں گزرا "! "

ذہبی نے حفاظِ حدیث میں ابویوسفؒ کو شمار کیا ہے

ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں
امام ابویوسفؒ کو حفاظ حدیث
میں شمار کیا ہے، اور ان کے مناقب میں ایک مخصوص رسالہ لکھا ہے، جو طبع ہو چکا

ابو یوسفؒ کی دقت نظر صیمری نے بطریق طحاوی ابن ابی عمران سے ایک روایت کی ہے [illegible] سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو یوسفؒ ایک مرتبہ حجاج بن ارطاة کے پاس [illegible] جو کوفہ کے قاضی تھے، اور ان سے لونڈی کے جنین کے بارے میں فتویٰ پوچھا،

حجاج نے جو جواب دیا، اس پر ابو یوسفؒ نے اعتراض کیا، اور اپنے دلائل و [illegible] کیا،

آپ نے تو معاملہ یکسر پلٹ دیا، لونڈیوں کا جنین اگر وہ کسی حادثہ کے باعث مردہ پیدا ہو [illegible] صورت میں آپ حرہ عورت کے اسقاط جنین سے بھی زیادہ دلاتے ہیں، بہ نسبت اس صورت کے زندہ پیدا [illegible] اور پھر مر جائے،

حجاج نے کہا،

«اگر یہ بات ہے میرے بیٹے تو پھر لوگوں کے سامنے اس طرح نہ بیان کرنا»

ابو یوسفؒ اور ربیعۃ الرائے صیمری سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ابو یوسفؒ نے امام مالک کے استاد ربیعۃ الرائے سے کہا۔

آپ اس غلام کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو بیک وقت دو آدمیوں کا غلام ہو اور ان دو میں سے ایک نے اسے آزاد کر دیا ہو؟

ربیعہ نے جواب دیا،

«ایسے غلام کا عتق (آزادی) جائز نہیں ہے»!

ابو یوسفؒ نے پوچھا،

کیوں جائز نہیں ہے؟ —— آخر اس کا سبب؟

ربیعہ نے جواب دیا،

«اس لئے کہ اس میں ضرر کا پہلو ہے، اور حدیث میں آیا ہے «لا ضرر ولا ضرار»

ابو یوسفؒ نے سوال کیا،

«اور اگر وہ دوسرا آدمی بھی اسے آزاد کر دے؟ ——————

پھر آپ کیا کہتے ہیں؟

ربیعہ نے جواب دیا،

«یہ عتق جائز ہے»!

ابو یوسفؒ نے کہا،

«میں آپ کی بات نہیں مان سکتا، پہلے مالک کا کلام بے اثر رہا۔ اور غلامی (آزادی) قرار پائی آپ کے نزدیک پھر بھلا دوسرے مالک کے آزاد کرنے کے بعد وہ کس طرح آزاد ہو جائے گا، جب کہ ابھی تک وہ بدستور غلام ہے؟»

یہ سن کر ربیعہ نے سکوت اختیار کیا، اور کوئی جواب نہ دے سکے،

روایت طحاوی طحاوی نے اس طرح کے بہت سے واقعات بیان کئے ہیں، چونکہ اختصار مدنظر ہے، لہٰذا ہم نے صرف چند واقعات پر اکتفا کیا،!

ابو یوسفؒ نے سوال کیا،

"اور اگر وہ دوسرا آدمی بھی اسے آزاد کر دے؟ ——————"

پھر آپ کیا کہتے ہیں؟

ربیعہ نے جواب دیا،

"یہ عتق جائز ہے"!

ابو یوسفؒ نے کہا،

"میں آپ کی بات نہیں مان سکتا، پہلے مالک کا کلام بے اثر رہا۔ اور غلامی و آزادی قرار پائی آپ کے نزدیک پھر بھلا دوسرے مالک کے آزاد کرنے کے بعد وہ کس طرح آزاد ہو جائے گا، جب کہ ابھی تک وہ بدستور غلام ہے"؟

یہ سنکر ربیعہ نے سکوت اختیار کیا، اور کوئی جواب نہ دے سکے،

روایت طحاوی

طحاوی نے اس طرح کے بہت سے واقعات بیان کئے ہیں، چونکہ اختصار مد نظر ہے، لہذا ہم نے صرف چند واقعات پر اکتفا کیا،!

•

- دقت نظر ابو یوسفؒ کی خصوصیت تھی،
- ذہانت و فراست ابو یوسفؒ کی جبلت تھی،
- حاضر جوابی ابو یوسفؒ کے ملکات میں شامل تھی،
- نکتہ رسی ابو یوسفؒ کی فطرت تھی،
- معنیٰ آفرینی ابو یوسفؒ کی سرشت تھی،

•

ابو یوسفؒ نے فقہ کا دامن اپنی دقت نظر، ذہانت و فراست حاضر جوابی، نکتہ رسی اور معنیٰ آفرینی سے مالا مال کر دیا!

•

[illegible] حدیث میں امام ابو یوسفؒ کے بعض اساتذہ

○

ابو یوسفؒ نے ابو حنیفہؒ اور ابن ابی لیلےؒ کو زندہ کردیا

[illegible] ابو یوسفؒ نے محمد بن ابی لیلیٰ القاضی سے حاصل کیا، ابو حنیفہؒ کے حلقۂ درس میں بیٹھ کر [illegible] یہاں تک کہ اصول فقہ، اور ادلہ احکام میں کامل دسترس حاصل کرلی، اور ان دونوں [illegible] کی کہ احمد بن عمار بن ابی مالک اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

[illegible] نہ ہوتے، تو ابو حنیفہؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ کو بھی کوئی یاد نہ رکھتا، ! "

[illegible] ہے، جو خود ابو یوسف کے لئے بھی مطبوع اور پسندیدہ نہ تھی بلکہ حقیقت [illegible] ابن ابی لیلیٰ نہ ہوتے، تو ابو یوسفؒ کو وہ منزلت اور رفعت حاصل نہ ہوتی جو

[illegible] ابو یوسفؒ کی نظر میں

خود امام ابو یوسفؒ کا جہاں تک تعلق تھا وہ اپنے دونوں استادوں کے نہ صرف ممنون تھے بلکہ حد درجہ [illegible] ان کا ذکر خیر کیا کرتے تھے، چنانچہ ان کا قول ہے: ———

[illegible] بہت سی علمی مجلسوں میں اٹھا بیٹھا ہوں، لیکن ابو حنیفہؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ کے

مجمع علمی اور مجلس علم کی بات کریں اور کہاں؟ ! میں نے ابو حنیفہؒ سے بڑا فقیہ کوئی نہیں دیکھا، اور نہ ابن لیلیٰ سے بہتر کوئی قاضی میری نظر سے گذرا، ! "

مذکورہ روایت صیمری نے پوری سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

ابو یوسفؒ کو ابو حنیفہؒ کی شاگردی پر فخر تھا۔

ابو یوسف کو ابو حنیفہؒ اور ابن لیلیٰؒ سے شرف شاگردی حاصل کرنے کی بنا پر فخر و ناز تھا، اور بہت [illegible] اس کا ذکر شاندار الفاظ میں کیا کرتے تھے، ان دونوں کے علوم کی نشر و ترویج ان کی زندگی کا مقصد [illegible] ان دونوں کے علم و کمال کی طرف وہ لوگوں کو دعوت دیا کرتے تھے،

بلکہ روایت تو یہاں تک ہے کہ ہر نماز کے بعد، پہلے ابو حنیفہؒ کے لئے دعائے مغفرت کرتے تھے، پھر اپنے والدین کے لئے، شاید اسی سعادت مندی کا نتیجہ تھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے علم میں اس درجہ برکت عطا فرمائی تھی،

ابو حنیفہؒ کے دامن سے وابستگی کا اعتراف

یوسف بن ابی سعدی کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا،

"میں ابو حنیفہؒ کی خدمت میں ۱۹ سال تک حاضر باش رہا، اس طرح کہ ہمیشہ فجر کی نماز انہی کے ساتھ پڑھی، ! "

———

صیمری سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام ابو یوسف نے فرمایا!

"میں امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں کم و بیش ۱۰ سال رہا، نہ میں صبح کے وقت ان کا دامن چھوڑتا تھا نہ دوپہر کو، بجز اس صورت کے کہ بیماری مجھ پر غالب آجائے، ! "

ابو یوسفؒ کے شیوخ اور اساتذہ

اب ہم ذیل میں امام ابو یوسفؒ کے بعض شیوخ اور اساتذہ کے اسمائے گرامی درج کرتے ہیں!

۱ - ابان بن ابی عیاش -

…ین حکیم، ——— ان کے علم وفضل کا شہرہ دیار و امصار میں تھا،

ابو اسحاق الشیبانی (سلیمان)، ——— فقہ میں ان کی بصیرت کا اعتراف سب کو تھا،

…ان بن ابی اسحاق یونس، ——— تحقیق و تدقیق مسائل میں یکتا تھے،

اسماعیل بن ابراہیم بن المہاجر البجلی، ——— فقہ اور علوم فقہ، اور علوم متعلقات فقہ میں کامل تھے،

اسماعیل بن امیہ، ——— ان کی مجلس درس سرچشمۂ علم وفیض تھی،

اسماعیل بن ابی خالد، ——— دور دور سے لوگ ان کے حضور میں حصول علم کے لئے پہنچے،

اسماعیل بن علیہ، ——— علم کا ذوق رکھنے والا ہر شخص کشاں کشاں ان کے آستانہ پر حاضر ہوتا،

اسماعیل بن مسلم، ——— ان کا شمار اکابر رجال میں ہوتا ہے۔

ایوب بن عتبہ، ——— یہ پیروی سلف میں مشہور ہیں،

…یان بن بشر، ——— غیر معمولی قوت اجتہاد کے مالک تھے،

ابوبکر بن عبد اللہ الهذلی، ——— اختلاف فکر و نظر کے باوجود امام صاحبؒ نے ان سے استفادہ کیا

…ثابت ابو حمزہ الثمالی، ——— جن کا شمار رجال ترمذی میں ہوتا ہے

——— ! ! اسی سے ان کی جلالت قدر کا اندازہ ہوتا ہے۔

…ابن جریج عبد الملک، ——— ان کا حلقۂ درس مجموعۂ رنگا رنگ تھا، ہر طرح کے طالب علم موجود تھے،

…جناب یحییٰ الکلبی، ——— فقہ کے جملہ علوم پر مجتہدانہ نظر رکھتے تھے،

…حجاج بن ارطاۃ، ——— مشہور اور معروف شخصیت کے مالک تھے،

…حریز بن عثمان، ——— ہر اہل علم ان کی جلالت شان کا قائل ہے،

…الجعدی، ——— ان کے علم کی گہرائی کا اندازہ ممکن نہیں،

…حکم بن دینار، ——— اہل علم کے گروہ میں خصوصی احترام کے مالک ہیں،

…حکم ابن عبد الملک بن میسرہ ——— مسند درس پر بیٹھے تو مرجع انام بن گئے،

…حسن بن علی بن عمارہ، ——— دور دور سے لوگ اس سرچشمۂ علم پر پہنچے اور سیراب ہوتے،

۲۲ . حصین بن عبد الرحمان السلمی، ——— اخبار و آثار کی جستجو میں کھوئے رہتے،

۲۳ . حسین بن عمرو بن میمون، ——— روایات سلف کی تلاش ان کا مشغلہ تھا،

۲۴ . حنظلہ بن ابی سفیان، ——— قضایائے علیؓ کے ماہر تھے،

۲۵ . خصیف ابن عبد الرحمان، ——— فقہ کے ہر مکتب فکر کے رمز آشنا تھے،

۲۶ . داؤد بن ابی ھند، ——— اپنا ایک مخصوص مکتب فکر رکھتے تھے،

۲۷ . روح بن مسافر، ——— ان کی مجلس علم سب کے لئے کھلی تھی،

۲۸ . السری بن اسماعیل، ——— فضل وکمال، تحقیق و تمحیص اور وقت نظر میں اپنی مثال آپ تھے،

۲۹ . سعید بن ابی عروبہ، ——— علوم قرآنیہ و فقہیہ پر پوری دسترس رکھتے تھے،

۳۰ . سعید بن المرزبان، ——— ان کی طلاقت لسانی نے انہیں مرجع انام بنا دیا تھا،

۳۱ . سعید بن مسلم، ——— جو بات سمجھاتے، اس طرح کہ دل میں اتر جاتی،

۳۲ . سعید بن یحییٰ اللخمی، ——— اہل علم انہیں منارۂ علم کہتے تھے،

۳۳ . سفیان بن عیینہ، ——— فقہ اسلامی ان کے احسان سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی،

۳۴ . ابو سفیان بن العلاء، ——— مشہور اور معروف اور یگانہ شخصیت کے حامل تھے،

۳۵ . سلیمان التیمی، ——— اصحاب فقہ ان کی جلالت شان کے معترف ہیں،

۳۶ . سلیمان بن مہران الاعمش، ——— ان کے حلقۂ درس میں علم کی تقسیم عام تھی،

۳۷ . سماک بن حرب، ——— تفقہ اور اجتہاد میں یکتا تھے،

۳۸ . طلحہ بن یحییٰ، ——— ذاتی فضل و اعتبار سے بھی یگانہ تھے

۳۹ . طارق ابن عبد الرحمان، ——— انکا علم ایک وسیع سمندر تھا جس کی تہہ تک کوئی نہ پہنچ سکا،

۴۰ . عاصم بن ابی النجود، ——— علم حاضر، فکر رائے اور ذوق علم میں اپنی مثال آپ تھے،

۴۱ . عاصم الاحول، ——— ان کی مجلس درس میں دور دور سے لوگ کھنچے چلے آتے،

۴۲ . عبد اللہ بن سعید المقبری، ——— انہیں دیکھکر اندازہ ہوتا تھا کہ علم کیا ہے۔

۴۳۔ عبداللہ بن علی، —— علم کی عظمت کا انہی کی بارگاہ میں پہونچکر احساس ہوتا تھا،
۴۴۔ عبداللہ بن عمرو —— ان کی وسعت علم کا معاصرین تک کو اعتراف تھا،
۴۵۔ عبداللہ بن عمر، —— جب مسند درس پر بیٹھتے تو ایسا لگتا جیسے علم خود بول رہا ہے
۴۶۔ عبداللہ بن الحر، —— مشکل مسائل کو پانی کر دیتے تھے،
۴۷۔ عبداللہ بن واصد —— ان کے پاس پہونچکر ہر دشواری آسان ہو جاتی تھی،
۴۸۔ عبداللہ بن الولید المدنی، —— علوم سنت اور فقہ کے ماہر تھے،
۴۹۔ عبیدہ بن ابی رائطہ، —— فقہ و اصول پر عمیق نظر رکھتے تھے،
۵۰۔ عبداللہ بن ابی حمید، —— ان کا استدلال، نافہموں کو بھی قائل کر دیتا تھا،
۵۱۔ عبدالرحمان بن ثابت، —— جب لب کشائی کرتے تو مسائل مبہم آسان کر دیتے،
۵۲۔ عبداللہ بن عبداللہ المسعودی، —— آثار کے ماہر تھے،
۵۳۔ عبدالرحمان بن سمر، —— امام عصر تھے،
۵۴۔ عبدالملک بن میسرہ، —— فقہ کے علاوہ دوسرے علوم میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے،
۵۵۔ عیینہ بن عبداللہ، —— اہل علم ان کی وقت نظر کے معترف ہیں،
۵۶۔ عطاء بن السائب، —— علوم کتاب و سنت اور فقہ و اصول میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے،
۵۷۔ علاء بن عیلان، —— ہر علم سے لگاؤ تھا،
۵۸۔ العلاء بن کثیر، —— مانے ہوئے اصحاب علم میں شمار ہوتے ہیں۔
۵۹۔ عمرو بن دینار —— ان کی شخصیت ایک معیار ہے،
۶۰۔ عمرو بن عثمان، —— مطالعہ علوم سے آخر وقت تک وابستہ رہے،
۶۱۔ عمرو بن المهاجر، —— کتاب ان کی بہترین رفیق تھی،
۶۲۔ عمرو بن میمون، —— فقہ کے حلقہ میں کون انہیں نہیں جانتا؛
۶۳۔ ابن عمران، —— یہ بھی اصحاب فقہ میں نمایاں شخصیت کے مالک ہیں،

۶۴۔ عمرو بن یحییٰ بن عمارہ، —— علوم تشریعی نے انہیں گھیر رکھا تھا،
۶۵۔ عمر بن ثابت —— وہ کون سا علم تھا جو ان کی دسترس سے باہر تھی،
۶۶۔ غالب بن عبیداللہ، —— اصحاب فقہ و حدیث ان کے ثنا خواں تھے،
۶۷۔ غیلان بن قیس الہمدانی، —— ان کی مسند درس سرچشمۂ علوم تھی،
۶۸۔ الفضل بن مرزوق، —— جو ان کے حلقۂ فیض میں پہنچ جاتا، وہ یگانہ بن جاتا،
۶۹۔ نظر بن خلیفہ، —— عالم باعمل تھے،
۷۰۔ قیس بن الربیع —— ان کے علم کی شان ہی کچھ اور تھی،
۷۱۔ قیس بن مسلم، —— جب کسی مسئلہ پر زبان کو جنبش دیتے تو کوئی گوشہ تشنہ نہ چھوڑتے
۷۲۔ کامل بن العلاء —— مرتبہ اجتہاد پر فائز تھے،
۷۳۔ اللیث بن سعد، —— ان کی قوت اجتہاد ورائے کے سب معترف تھے،
۷۴۔ لیث بن ابی سلیم، —— ان کی مجلس درس میں ہر وقت طلبہ کا ہجوم رہتا
۷۵۔ مالک بن انس، —— ان کی گراں مایہ شخصیت سے کون واقف نہیں،
۷۶۔ مالک بن مغول، —— یہ بھی اپنے وقت کے امام تھے،
۷۷۔ مجالد بن سعید، —— فقیہ اور عالم سنن تھے،
۷۸۔ محمد بن اسحاق صاحب المغازی، —— ان کا نام ہی ان کے تعارف کے لئے کافی ہے
۷۹۔ محمد بن ابی حمید، —— یہ بھی علوم تشریعی میں یگانہ تھے،
۸۰۔ محمد بن سائب الکلبی، —— طلبہ ہر وقت انہیں گھیرے رہتے،
۸۱۔ محمد بن سالم، —— ان کی شہرت اقطار اسلامیہ میں عام تھی،
۸۲۔ محمد بن طلحہ —— ان کا علم، ان کے وقار کا ضامن تھا،
۸۳۔ محمد بن عبداللہ بن عمرو بن شعیب،
۸۴۔ محمد بن عبیداللہ العرزمی،

۸۵۔ محمد بن عمرو بن علقمہ، ——— علوم دین ان کا خاص موضوع تھا،
۸۶۔ مسعر بن کدام، ——— زندگی بھر فقہ کی مسند پر بیٹھے رہے،
۸۷۔ مسلم الجزالی، ——— علم سے کسی وقت بے تعلق نہیں ہوتے تھے،
۸۸۔ مطرف بن طریف، ——— حصول علم میں ہر دشواری ان کے لئے آسان تھی،
۸۹۔ ابو معشر، ——— کسی کٹھن مرحلہ کو حصول علم میں انہوں نے حائل نہ ہونے دیا،
۹۰۔ مغیرہ بن مقسم، ——— استاذ کے دامن سے ایسے چمٹے کہ پھر اسے نہ چھوڑا،
۹۱۔ منصور بن المعتمر، ——— اہل علم کے حلقہ میں مشہور و معروف ہیں،
۹۲۔ المنہال بن خلیفہ، ——— جہاں علم کا چشمہ پایا وہاں پہنچے اور رہ پڑے،
۹۳۔ میسرہ بن معبد ——— علم کے لئے سفر کرنا ان کے نزدیک زندگی کا بہترین مشغلہ تھا،
۹۴۔ نافع مولی ابن عمر، ——— حلقۂ درس میں جاکر سب کچھ بھول جاتے تھے،
۹۵۔ ابن طریف، ——— کتاب ہاتھ میں لیتے اور دُنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے،
۹۶۔ ابن ابی نجیح عبداللہ، ——— تدوین فقہ سے غیر معمولی دلچسپی رکھتے تھے۔
۹۷۔ النعمان بن ثابت (ابوحنیفہ) ——— فقہ کے جملہ علوم سے حد درجہ لگاؤ تھا،
۹۸۔ ورقاء الاسدی، ——— علوم فقہ کے علاوہ دوسرے علوم سے بھی شغف رکھتے تھے،
۹۹۔ الولید بن عیسیٰ، ——— کتاب و سنت کے معارف ازبر تھے،
۱۰۰۔ ہشام بن عروہ، ——— علوم تشریعی سے ان کا شغف حد کمال کو پہنچا ہوا تھا،
۱۰۱۔ ہشام بن سعید، ——— فضل و کمال ان کا جوہر تھا،
۱۰۲۔ یحییٰ بن ابی انیسہ، ——— اصول فقہ سے خاص طور پر لگاؤ رکھتے تھے،
۱۰۳۔ یحییٰ بن سعید الانصاری، ——— یکتا اور بے ہمتا۔
۱۰۴۔ یحییٰ بن عبداللہ التیمی، ——— علوم دینیہ ان کا موضوع خصوصی تھا،
۱۰۵۔ یحییٰ بن عمرو بن سلم، ——— آثار و اخبار ... [illegible]

۱۰۶۔ یزید ابو خالد، ——— ان کے تفقہ کا اعتراف اہل علم کے حلقہ میں عام تھا،
۱۰۷۔ یزید بن ابی زیاد، ——— علم فقہ کی ان سے اور ان سے علم فقہ کی زینت تھی،
۱۰۸۔ یونس بن ابی اسحاق، ——— یگانہ و بے نظیر فقیہ تھے،

مذکورہ اساتذہ امام ابویوسف کی جو فہرست پیش کی گئی ہے، گو وہ تمام و کمال نہیں ہے [illegible]
ان اساتذہ میں رجال حجاز و عراق، اور جملہ اقالیم و بلدان و امصار کے شیوخ و اساتذہ شامل ہیں،
ان میں بعض وہ بھی ہیں جو ناقدان اخبار و روایات کی نظر میں ضعیف ہیں،

اصحاب جرح و قدح سے فقہاء کا اختلاف

لیکن اس موقعہ پر ایک بات ضرور [illegible] رکھنی چاہیے کہ فقہاء رجال پر جو نظر ڈالتے [illegible]
ہیں، وہ ان کے موارد اخبار، اور ان کے بارے میں بھی کلام متکلمین کے اعتبار سے ڈالتے ہیں، [illegible]
پر اصحاب جرح و قدح، جس طرح کسی شخص کو مجروح قرار دیتے ہیں، فقہاء ان کی رائے کو [illegible]
کر ان کی رائے سے نہیں مان لیتے، اور خاص طور پر ان لوگوں کے بارے میں بالکل نہیں [illegible]
سے وہ کسب فیض کر چکے ہیں، جن کے پاس برس ہا برس رہ چکے ہیں، سالہا سال تک جن کی [illegible]
اور شخصیت کا بالحاظ نظر مطالعہ اور مشاہدہ کر چکے ہیں، تا اپنی رائے، اپنے مشاہدے [illegible]
کو کسی نقاد کی رائے پر وہ کس طرح قربان کر سکتے ہیں، جن شیوخ کے ضبط و اتقان [illegible]
تجربہ ہے، ان کے بارے میں وہ دوسروں کی رائے کی تقلید کیوں کریں؟ ان سے زیادہ [illegible]
جان سکتا ہے کہ جن شیوخ کو انہوں نے کسب فیض کے لئے منتخب کیا، ان کے ضبط و اتقان [illegible]
نسیان، عدالت، اور قلت دین کا رمز شناس ان سے زیادہ بہر حال کوئی نہیں ہو سکتا،

اصحاب رجال اور شافعی کے اساتذہ

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں امام [illegible] کے اساتذہ میں بھی ہمیں ایسے حضرات [illegible] نہایت
[illegible] اصحاب رجال، اور بعض رواۃ نے [illegible]

...یا ہے، لیکن امام شافعیؒ نقادانِ فن کے ان آراء کو قبول نہیں کرتے، اور ان شیوخ ...ے سے عقیدت ختم کرتے ہیں، !

...ت کی بات یہ ہے کہ اس امر پر نہ دوسرے متہم کئے جاتے ہیں، نہ ان پر اعتراض کیا جاتا ہے ...مجروح قرار دیا جاتا ہے، لیکن ابویوسفؒ کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جاتی، بلکہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ...حدت کئے جاتے ہیں، ۵

ابویوسفؒ کے اساتذہ میں ایک خاص بات جو قابلِ غور ہے یہ ہے کہ وہ ... حلقۂ فکر سے تعلق رکھتے ہیں، اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابویوسفؒ کے شوقِ علم کا کیا عالم تھا ؟

جو شخص بھی جس فن میں یکتا، مشہور، اور بے ہمتا نظر آتا، وہ اس کے دروازے پر پہونچے اور جو کچھ حاصل کر سکتے تھے کیا، علم کے معاملہ میں انہوں نے کبھی قناعت نہ کی، ۵

حرصِ علم

تحمل، برداشت، لینت، ملاطفت

محمد بن زیاد نے امام ابویوسفؒ اور امام زفرؒ دونوں بزرگوں سے علم حاصل کیا تھا، اپنے اساتذہ کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

...یوسف کا فرق

"میں زفرؒ اور ابویوسفؒ دونوں کے حلقۂ درس میں شریک ہوا کرتا تھا، اور علم فقہ حاصل کرتا تھا، تعلیم کے سلسلہ میں ابویوسف کو میں نے بہت زیادہ ... تحمل مزاج پایا، ان کی پیشانی پر کبھی بل نہیں آیا، امام زفر میں یہ بات نہیں تھی، وہ جھڑک دیتے،

جب بھی امام زفر سے میں سوال کرتا، یا اپنی کوئی مشکل ان کی خدمت میں پیش کرتا، ... سمجھ پاتا تو پھر سوال کرتا، امام زفر پھر جواب دیتے، پھر بھی ... آتا اور میں پھر کچھ کہتا تو وہ خفا ہو جاتے اور ارشاد فرماتے،

"نہایت نالائق ہو، عقل سے عاری، فہم سے خالی!! تم کبھی بھی علم حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے"!!"

میں یہ سن کر دل برداشتہ ہو کر، بجھا ہوا، غمگین اور افسردہ امام ابویوسفؒ کے حلقۂ درس میں پہنچتا، یہاں بھی میں سوال کرتا وہ جواب دیتے، اگر میں نہ سمجھ پاتا، تو پھر الجھتا، پھر سوال کرتا، وہ پھر جواب دیتے، الغرض بار بار یہی ہوتا لیکن ہر مرتبہ پہلے سے زیادہ نرمی اور لینت کے ساتھ مجھے سمجھاتے، اپنا علم میرے دل میں اتار دینے کی کوشش کرتے اور ارشاد فرماتے،

"کوئی بات نہیں، صبر کرو، غور کرو، بات کی تہ تک پہنچ جاؤ گے، مقصد حاصل کرو گے، مراد کو پہنچ جاؤ گے"!!"

پھر فرماتے،

"میرے بس میں ہوتا تو جو کچھ میرے دل میں ہے، تم سب کے دلوں میں انڈیل دیتا"!

تعلیم علم اور تعلیم مسائل

تعلیم علم، اور تعلیم مسائل سے امام صاحب کو بے انتہا دلچسپی تھی، اس کام سے وہ کبھی اور کسی حالت میں غافل نہ رہتے تھے، اب اس سے بڑھ کر کیا ہوگا، کہ عالم احتضار (حالت نزع) میں بھی وہ اپنے اس فریضہ سے غافل نہیں رہے،

ابراہیم ابن الجراح کی روایت ہے کہ:

"ابویوسف بیمار پڑے، میں ان کی عیادت کے لئے حاضر ہوا، میں نے دیکھا بے ہوشی طاری ہے، جب ذرا افاقہ ہوا، آنکھ کھولی اور مجھ سے کہا، اے ابراہیم، رمی جمار میں افضل صورت کیا ہے؟ آیا رمی جمار پیدل کرنا چاہیے یا سوار ہو کر؟

میں نے جواب دیا،

"پیدل"!!"

فرمایا،

" قطعا " ! "

...ں نے عرض کیا،

" سوار ہو کر " ! "

...شاد ہوا،

" یہ بھی غلط " ! "

...س کے بعد فرمایا،

" جو شخص دعا کے لئے وہاں رکنا چاہتا ہو، اس کے لئے افضل یہ ہے کہ پا پیادہ ...ی جمار کرے، اور جو نہ رکنا چاہتا ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ سواری پر بیٹھے بیٹھے رمی جمار کرلے، اور آگے بڑھ جائے " ! "

ذرا دیر بیٹھ کر میں امام صاحب کے پاس سے رخصت ہوا، مشکل سے دروازے ...ک پہونچا ہوں گا کہ کان میں رونے دھونے کی آواز آئی، میں فوراً پلٹا معلوم ہوا، امام صاحب اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے ——— خدا ان پر اپنی رحمتیں نازل کرے، !

...یات ابویوسف

مذکورہ بالا واقعہ کتاب ابن ابی العوام میں اسناد کے ساتھ موجود ہے، اسی طرح کا ایک واقعہ صیمری نے بھی بطریق ابی علیہ، ابراہیم ...ے روایت کیا ہے،

امام صاحب کے یہی وہ خصوصیات تھے، یہی وہ قوت صبر و برداشت اور تحمل و طلاقت ...ن کے علم کو غیر معمولی طور پر بابرکت بنا دیا تھا، !

امر واقعہ یہ ہے کہ ابویوسف رح کے حرص علم، اور شوق علم کی کوئی انتہا نہ تھی کوئی در ایسا نہ تھا، جہاں انہوں نے دستک نہ دی ہو، کوئی شیخ وقت ایسا نہ تھا، جس کے سامنے انہوں نے زانوئے شاگردی تہ نہ کیا ہو،

یہی چیز تھی جس نے انہیں، امام وقت بنا دیا، یہی چیز تھی جس نے ان کے علم کو بحر بے کراں بنا دیا، !

امام ابو یوسفؒ کے تلامذہ

جماعت کثیر کا کسبِ فیض و علم

امام ابو یوسفؒ سے ایک جماعت کثیر نے علم حاصل کیا، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، ساری
... کا اس موقع پر پیش کرنا تو ممکن نہیں، چند خاص نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں،

شاگردوں کی فہرست

۱ - ابراہیم بن الجراح المازنی، القاضی،
۲ - ابراہیم بن رستم الطیاسی،
۳ - ابراہیم بن یوسف بن میمون البلخی،
۴ - ابو ابراہیم بن معبد،
۵ - احمد بن حنبل ——— جنہوں نے امام ابو یوسفؒ سے علم کے تین
دفتر تکمیل کئے،
۶ - احمد بن محمد بن عیسیٰ السکونی،

۷ - احمد بن منیع الحافظ، ——— حدیث کے حافظ تھے،
۸ - اسحاق بن الفرات الکندی، ——— جزئیات فقہیہ پر عبور تام رکھتے تھے،
۹ - اسحاق بن ابی اسرائیل، استاد کی ذات سے غیر معمولی شغف کی بنا پر ممتاز تھے،
۱۰ - اسد بن الفرات ——— یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے سحنون سے پہلے
مذہب امام مالک کو مدون کیا تھا،
۱۱ - اسماعیل ابن حماد بن ابو حنیفہ،
۱۲ - اسماعیل بن الفضل، ——— گویا یہ علم ہی کے لئے پیدا ہوئے تھے،
۱۳ - اشرف بن سعید النیشا بوری، ——— حصول علم کیلئے انہوں نے سفر کی ناقابل تصور تکلیفیں برداشت کیں
۱۴ - بشار بن موسیٰ الخفاف البصری، ——— علم استاذ کے حامل اور عامل،
۱۵ - بشر بن غیاث (۱)
۱۶ - ابو عبدالرحمان المریسی، ——— ان کی ذات گفتگو کا موضوع بنی رہی ہیں کا بعد میں ذکر ہوگا
۱۷ - بشر بن الحکم، ——— علامۂ وقت، علم کے سوا کسی چیز سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی،
۱۸ - بشر بن الولید الکندی، ——— بڑی مشکل سے اُستاذِ امام تک پہنچے پھر وہاں سے نہ ہلے
۱۹ - بشر بن یزید ابی الازہر النیشا بوری، ——— اپنے فن میں کامل تھے،
۲۰ - ابو بکرؒ ——— یہ امام صاحب کے بھانجے تھے،
۲۱ - توبہ بن سعد المروزی، ——— فن فقہ گویا ان کا رفیق و جلیس تھا،
۲۲ - جعفر بن یحییٰ البرمکی ——— یہ ہارون رشید کا ...
تھا، ——— جسے کون نہیں جانتا؛
۲۳ - الحسن بن ایوب ابو علی النیشا بوری، ——— انہیں علم کا بحر بیکراں کہنا چاہئے

(۱) ... آگے چل کر ... ہم نسبتاً تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

۲۴ . الحسن بن زیاد اللؤلؤی ، ——— فن فقہ کے علاوہ دوسرے علوم میں بھی دستگاہ کامل رکھتے تھے ،

۲۵ . الحسن بن زیاد بن عثمان ، بن حماد الزیادی ، ابو حسان ، ——— فقہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے ،

۲۶ . الحسن بن شبیب ، ——— اصول فقہ میں ان کی نظر بہت وسیع تھی ،

۲۷ . الحسن بن ابی مالک ، ——— استاد کا دامن اس مضبوطی سے پکڑا کہ پھر اسے نہ چھوڑا ،

۲۸ . الحسن بن سہر ، ——— فن پر دستگاہ کی یہ کیفیت تھی کہ کوئی گوشہ نظر سے مخفی نہ تھا ،

۲۹ . الحسین بن ابراہیم بن الحر البغدادی ، اشکاب ، ——— جس شوق سے علم حاصل کیا اسی شوق سے اسے پھیلایا ،

۳۰ . الحسین بن حفص الاصفہانی ، ——— حصول علم کیلئے کوئی دشواری ان کے لئے سنگ راہ نہ تھی ،

۳۱ . الحسین بن الولید ، ——— ان کا اوڑھنا بچھونا ، صرف علم تھا ،

۳۲ . حفص الفرد ——— علم کے سوا کسی مشغلہ سے کوئی سروکار نہ تھا ،

۳۳ . حماد بن دلیل ، ——— پڑھتے بھی تھے ، پڑھاتے بھی تھے ، سیکھتے بھی تھے ، سکھاتے بھی تھے ،

۳۴ . حیان بن بشر بن المخارق ، ——— علم سے انکی شیفتگی جنون کی حد تک پہونچی ہوئی تھی ،

۳۵ . خالد بن صبیح ، ——— ان کا وجود سراپا علم تھا ، ——— علم نافع ،

۳۶ . ابو الخطاب ——— یہ امام ابو یوسفؒ کے کاتب بھی تھے ، .... اور بہت بڑے عالم بھی ،

۳۷ . خلف بن ایوب البلخی ، ——— علم نافع کی تشہیر و ترویج ان کا مشغلۂ حیات تھا ،

۳۸ . داؤد بن رشید الخوارزمی) ——— راستہ کی ہر دشواری ان کے سمند شوق کے لئے تازیانہ تھی ،

۳۹ . سعید بن ربیع الہروی ابو زید ، ——— سراپا علم ، سراپا فضل ، سراپا کمال تھے ،

۴۰ . سلمہ بن الحکم ، ——— دن ہو یا رات ، علم کا رفیق و جلیس تھا ،

۴۱ . سہل بن مزاحم ، ——— صحت اور بیماری ہر حالت میں یہ علم سے وابستہ رہتے ،

۴۲ . شجاع بن مخلد ، ——— اپنے ساتھیوں میں ذکاوت کی بنا پر ممتاز تھے ،

۴۳ . شعیب بن سلیمان الکیسانی ، ——— حاضر دماغی ، نکتہ سنجی ، اور ذہانت ان کی خصوصیت تھی ، عالم باعمل تھے ،

۴۴ . شقیق بن ابراہیم البلخی ، ——— انکی وراست فقہ کی اطراف و اکناف میں دھوم تھی ،

۴۵ . عباس بن الولید ، ——— جزئیات فقہ پر غیر معمولی عبور رکھتے تھے ،

۴۶ . ابو العباس الطوسی ، ——— فقہ و اصول دونوں کے ماہر تھے ،

۴۷ . عبداللہ بن عمر بن غانم الرعینی ، ——— فتاوائے سلف پر وسیع نظر رکھتے تھے ،

۴۸ . عبدالرحمان بن عبداللہ العمری ، ——— علم فقہ کو انہوں نے اپنا فن بنا لیا تھا ،

۴۹ . عبدالرحمان بن مسہر ، ——— دراست فقہ ان کا محبوب مشغلہ تھا ،

۵۰ . عبدالرحمان بن مہدی ، ——— فقہ و اصول فقہ دونوں پر یکساں نظر تھی ،

۵۱ . عبدوس بن بشر الرازی ، ——— جزئیات کے استحضار میں کمال رکھتے تھے ،

۵۲ . عثمان بن بحر الجاحظ ——— ان کی حیثیت اور شخصیت مشہور انام ہے ،

۵۳ . عثمان بن حکیم ، ——— آثار و اخبار پر عمیق نظر رکھتے تھے ،

۵۴ . حزم بن فروہ ——— روایات کی جانچ اور پرکھ سے غیر معمولی دلچسپی رکھتے تھے ،

۵۵ . عصام بن یوسف البلخی ، ——— فقہ حنفی کے قبول عام اور مرجعیت میں ان کے فضل کمال کا حصہ بھی تھا ، صاحب الجہدیات

۵۶ علی بن الجعد الجوہری الحافظ المشہور ، ” ——— اہل علم جس سے حوالہ کا کام لیتے تھے ،

۵۷ . علی بن حجر المروزی ، ——— ان کا پایۂ تفقہ دوست ، دشمن سب کے نزدیک مسلم اور معروف تھا ،

۵۸ . علی بن حرملہ الکوفی ، ——— غیر معمولی وسعت نظر اور وسعت علم کے حامل تھے ،

۵۹ . علی بن خشرم ——— کتاب و سنت ، فقہ و روایت ، اور آثار و اخبار کے ماہر تھے ،

۶۰ . علی بن صالح الجرجانی ، ——— ان کے حرص علم کی کوئی انتہا نہ تھی ،

۶۱ . علی بن صبیح ، ——— اپنی اصابت فکر و نظر کے اعتبار سے یکتا تھے ،

۶۲ . علی بن عمرو بن الفرطی ، ——— ان کا شوق علم دوسروں کے لئے دلیل راہ تھا ،

بہت جلد شہرت اور مرجعیت کے منصب پر فائز ہو گئے ،

۶۴ . علی بن مسلم الطوسی، ـــــ علم کے لئے دشت پیمائی اور صحرا نوردی ان کا طرۂ امتیاز ہے،

۶۵ . عمار بن عبدالملک ابوالیقظان المروزی، ـــــ مسلم الثبوت فقیہ تھے،

۶۶ . عمرو بن حماد، ـــــ فقہ کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جس پر ان کی نظر نہ ہو،

۶۷ . عمرو بن ابی عمرو الحرانی، ـــــ ہر قسم کے مسائل پر عبور رکھتے تھے،

۶۸ . عمرو بن محمد الناقد،

۶۹ . عمرو بن الولید الاعصف، ـــــ مسائل مختلف فیہ اور مجتہد فیہ کے عالم تھے،

۷۰ . فرات بن نصر الہروی ـــــ علم کے ساتھ ساتھ چلتا تھا،

۷۱ . فرج بن عبداللہ ـــــ یہ امام ابویوسف کے آزاد

کردہ غلام تھے،

۷۲ . الفضل بن حاتم، ـــــ حدیث وتفسیر میں بھی درک رکھتے تھے،

۷۳ . الفضل بن غانم، ـــــ آثار وروایات کے ماہر تھے،

۷۴ . الفضیل بن عیاض، ـــــ علوم کتاب وسنت پر عبور کامل رکھتے تھے،

۷۵ . القاسم ابن الحکم العرنی، ـــــ روایات سلف سے غیر معمولی لگاؤ تھا،

۷۶ . قتیبہ بن اسد، ـــــ فتاوائے سلف پر گہری نظر تھی،

۷۷ . محمد بن ابراہیم بن ابی سکینہ، ـــــ علوم متنوع پر دسترس تھی، فقہ سے خاص طور پر لگاؤ تھا،

۷۸ . محمد بن بکر بن خالد القصیر ابوجعفر ـــــ یہ بھی امام صاحب

کے کاتب تھے۔ ـــــ اور حامل علوم شرع،

۷۹ . محمد بن الحسن الشیبانی، ـــــ یہ امام ابوحنیفہ کے

شاگرد رشید، امام ابویوسف کے شاگرد اور ہم عصر، اور اپنے وقت کے بہت بڑے

امام اور مجتہد تھے، ان پر امام ابویوسف اور امام ابوحنیفہ دونوں کو ناز تھا،

۸۰ . محمد بن خالد الحنظلی الرازی، ـــــ جامع علوم شخصیت کے مالک تھے [illegible]

۸۱ . محمد بن ابی رجاء الخراسانی، ـــــ ہر سرچشمہ علم پر پہنچے اور سیراب ہوئے،

۸۲ . محمد بن سماعہ التمیمی، ـــــ شب وروز مطالعہ میں مصروف رہنا ان کا کام تھا،

۸۳ . محمد بن الصباح، ـــــ علم سے ان کا شغف حد کمال کو پہنچا ہوا تھا،

۸۴ . محمد بن عمرو بن السری المصری، ـــــ حدیث وسنت اور فقہ کے بحث میں ہمہ وقت [illegible]

۸۵ . مخلد بن خالد، ـــــ آثار اور روایات کے ماہر تھے،

۸۶ . المعلی بن منصور الرازی، ـــــ اخبار واحادیث اور کتاب الٰہی سے والہانہ ذوق رکھتے [illegible]

۸۷ . الموجہ ابو عمرو المروزی، ـــــ رائے اور غور فقہی کے اعتبار سے ممتاز تھے،

۸۸ . موسیٰ بن سلیمان الجوزجانی، ـــــ اہل علم کے حلقہ میں معروف شخصیت کے حامل [illegible]

۸۹ . ابوموسیٰ الانصاری، ـــــ اجتہادی مسائل پر غیر معمولی عبور تھا،

۹۰ . ابن ابی نجدہ ـــــ مختلف فیہ مسائل پر محققانہ نظر رکھتے تھے،

۹۱ . نصر بن عبدالکریم البلخی، ـــــ مسائل فقہیہ کا ہر گوشہ ان کی نظر میں تھا،

۹۲ . وکیع بن الجراح، ـــــ وسیع النظر محقق تھے،

۹۳ . ہشام بن عبدالملک ابوالولید الطیالسی، ـــــ تحقیق مسائل میں ہمہ وقت مصروف رہتے [illegible]

۹۴ . ہشام بن عبداللہ الرازی، ـــــ یگانۂ روزگار محقق تھے،

۹۵ . ہشام بن سعدان، ـــــ یہ بھی امام صاحب کے

کاتب تھے۔ اور جامع علوم،

۹۶ . ہلال بن یحییٰ الرائی البصری، جو ہلال الرائی کے نام سے معروف ہیں، ان کی کتاب

الوقت معرکہ کی کتاب مانی جاتی ہے،

۹۷ . الہیثم بن خارجہ، ان کا اوڑھنا بچھونا صرف علم تھا،

۹۸ . الہیثم بن موسیٰ، ـــــ اگر دلچسپی تھی تو علم سے ورنہ ہر طرف سے بے پرواہ [illegible]

۹۹ . یحییٰ بن آدم، ـــــ علوم فقہیہ پر ان کا بہت بڑا احسان ہے،

۱۰۰۔ یحییٰ بن عبد الصمد، ——————

۱۰۱۔ یحییٰ بن معین، ——————

۱۰۲۔ یحییٰ بن النیشاپوری۔ ——————

۱۰۳۔ ابن ابی یوسفؒ، —————— راوی "کتاب الآثار"

——————

یہ ایک مختصر سی فہرست تھی، ان کے علاوہ بھی اور بہت سے شاگرد تھے، جو نامور ہیں،

... اور شاگرد

یہ فہرست جو اوپر مذکور ہوئی ہے، اس میں وہ لوگ بھی ہیں، جنہوں نے ابو یوسفؒ کے ساتھ مل کر ابو حنیفہؒ سے فقہ کی تحصیل کی، اور بعد میں ابو یوسفؒ کے سامنے ... زانوئے تلمذ تہ کیا، اور ایسے اصحاب بھی ہیں جنہوں نے امام محمد کی معیت میں ابو یوسفؒ سے پڑھا، اور اسی کے ... ان کے حلقۂ درس سے باقاعدہ طور پر مستفید ہوئے۔

... جیسا کہ ذہبیؒ نے روایت کیا ہے، اہل علم کی ایک بہت بڑی جماعت نے امام ابو یوسفؒ سے ... کیا، ان لوگوں میں وہ لوگ بھی نظر آتے ہیں، جو بعد میں مرتبۂ امامت و اجتہاد پر فائز ہوئے،

... روایت ابو یوسف سے؟

امام شافعیؒ نے امام ابو یوسفؒ سے "الام" اور "المسند" میں محمد بن حسن کے واسطے سے روایت کی ہے ... "المولا" سے ظاہر ہوتا ہے، حالانکہ امام شافعیؒ کو براہ راست امام ابو یوسفؒ سے ... موقع نہیں ملا تھا، جیسا کہ ابن تیمیہ، ابن حجر، اور سخاوی کا قول ہے،

... بعض مسانید ابی حنیفہ میں، شافعیؒ کی جو روایتیں "ابو یوسفؒ" سے مروی ہیں، یہ لغزش قلم ... یہ ابو یوسفؒ نہیں تھے، صرف یوسف تھے، یعنی یوسف بن خالد السمتیؒ!

... غیاث

امام ابو یوسف کے شاگردوں کی جو فہرست صفحات بالا میں ہم نے پیش کی ہے، ان میں بشر بن غیاث کا نام بھی آیا ہے۔

... بشر بن غیاث نے خلق قرآن کے مسئلہ میں معتزلہ کی ہمنوائی کی تھی، اس پر امام ابو یوسفؒ نے

•

امام ابو یوسفؒ جامع فضائل گوناگوں تھے،

یہی وجہ تھی کہ ان کے آستانے پر ایک مرتبہ جو آجاتا تھا وہ پھر کسی اور در کا رُخ نہیں کرتا تھا،

ایک مرتبہ جو ان کی بارگاہ علم میں پہونچ جاتا تھا، پھر وہ کسی اور حلقۂ درس سے بے نیاز ہو جاتا تھا،

جو ان کے علم و بصیرت کی جھلک دیکھ لیتا تھا، وہ پھر کبھی اور کہیں نہیں جاتا تھا،

•

اجتہاد

نوعِ انسانی، اور ملّت اسلامیہ پر اسلام کا

عظیم الشان اور ناقابل فراموش احسان

!

اجتہاد اسلام کی خصوصیت ہے'!

دوسرے ادیان و مذاہب میں نہ اجتہاد کا حکم ہے' نہ اجتہاد کا اصول،

اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے، وہ انسانی ضروریات، احتیاجات پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مہر نہیں لگانا چاہتا، چند بنیادی مسائل تو بے شک ہر اعتبار سے تغیّر و تبدّل سے آشنا نہیں ہو سکتے، لیکن اس کے بعد اجتہاد کا دروازہ کھلا ہوا ہے، اس لئے کہ زمانہ کے ساتھ ساتھ انسان کے احوال و کوائف میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے، ضروریات و احتیاجات بھی بدلتے رہتے ہیں، اس انقلاب احوال کو اسلام نظر انداز نہیں کر سکتا تھا، اس نے اجتہاد کی اجازت دی'

لیکن اجتہاد کے کچھ شرائط بھی ہیں' ——— ہر شخص

اجتہاد نہیں کر سکتا' ——— !

مجتہد کے لئے بھی کچھ شروط و قیود ہیں ——— ہر شخص

مجتہد نہیں بن سکتا، .. ..

امام ابو یوسفؒ کا پایۂ اجتہاد

(۱)

اجتہاد کی تعریف، اور نوعیت و حقیقت

اجتہاد، ایک اصطلاح ہے، !

... یہ ہے کہ اجتہاد سے مراد کیا ہے ؟

... نام ہے، دلائل کی پشت پناہی کے ساتھ حکم فرعی کے استنباط کا۔

شرائط اجتہاد اجتہاد کی شرط یہ ہے کہ :

— کلام الٰہی پر پورا عبور ہو،

... کے اعتبار سے بھی، اور معنی شرعی کے اعتبار سے بھی۔

... سے پوری پوری واقفیت ہو،

— علم سنت پر بھی عبور ہو،

... کی رو سے بھی، اور سند کے اعتبار سے بھی،

— ... اجماع کا علم کامل بھی،

جس کی تفصیل اصول فقہ کی کتابوں میں موجود ہے،

ابو یوسف کا، ۱۷ سال تک ابو حنیفہ سے استفادہ امام ابو حنیفہ کوفہ میں مسند درس پر متمکن تھے، فقہ کے شائق دور دراز مقامات سے کھنچ کھنچ کر ان کی بارگاہ علم میں پہنچ رہے تھے، اہل علم کی ایک جماعت موجود تھی جن کا اشتراک و تعاون انہیں حاصل تھا، تحقیق مسائل، تدقیق دلائل، تدوین، اجوبہ، میں یہ جماعت، امام ابو حنیفہ کی سربراہی میں مصروف و منہمک تھی، امام صاحب کی وفات تک یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔

امام ابو یوسف، امام ابو حنیفہ کے ساتھ تقریباً ۱۹ سال تک رہے۔ اس مدت میں، انقطاع مجلس کے چند مختصر وقفے بھی شامل ہیں، لیکن بغیر کسی انقطاع کے، تواتر اور تسلسل کے ساتھ، ۱۷ سال تک وہ اپنے استاذ جلیل کے دامن علم سے وابستہ رہے،

استاد کے مواہب و کمالات کا پرتو امام ابو یوسف جیسا شخص جو اپنی ذکاوت، ذہانت، بصیرت، فراست اور قوت حافظہ کے اعتبار سے خود اپنی مثال آپ تھا، اتنی طویل مدت تک جب امام ابو حنیفہ سے استفادہ کرے گا، تو ظاہر ہے استاذ کے مواہب اور کمالات کیا کچھ اس نے حاصل نہ کر لیے ہوں گے، ؟

یقیناً ایسا ہی ہوا،

اس طویل مدت میں، ابو یوسف نے ابو حنیفہ کا سارا علم، اپنے ذہن و دماغ میں جذب کر لیا،

وہ مرتبۂ اجتہاد پر فائز ہو گئے،

اجتہاد مطلق کے مرتبہ بلند پر فائز ہو گئے،

ابو حنیفہ کی سند اس میں کوئی شبہ نہیں زندگی کی آخری سانس تک امام ابو حنیفہ کی ذات گرامی سے اپنے انتساب کی وہ نگہبانی کرتے رہے، اس پر فخر کرتے رہے، استاذ سے انہوں نے جو کچھ حاصل کیا تھا، استاذ کا جو سلوک ان کے ساتھ مرعی رہا تھا، اس فیض و کمال سے انہوں نے جو کچھ پایا تھا، اسے انہوں نے کبھی بھی فراموش نہیں کیا، ...

...کہ ان کی تکوینِ علمی، تمام تر رہینِ منت تھی ابو حنیفہؒ کی،
...امام ابو حنیفہ نے اس بات کی گواہی دی تھی کہ :
"ابو یوسفؒ اپنے طبقہ (فقہاء) میں اس دنیا کے سب سے بڑے عالم ہیں" ! "
...خوارج نحلین الطحاوی نے سند کے ساتھ اسد بن الفرات سے روایت کیا ہے، جو
...تاریخ میں موجود ہے۔

...کا یگانہ فضل و کمال اور شانِ اجتہاد

اسی طرح ابو یوسفؒ کے یگانہ فضل و کمال اور شانِ اجتہاد کی شہادت دیتے ہوئے
...علی ابن الجعد (صاحب الجعدیات) کہتے ہیں :
"میں نے ابو یوسفؒ کا سا پیکرِ علم و کمال کوئی اور نہیں دیکھا" ! "

...عمران، جو طحاوی کے شیخ ہیں، فرماتے ہیں :
"میں نے علی ابن الجعد ثوری جیسے صاحب فضل و کمال کو دیکھا، میں نے حسن
...جیسے یگانۂ روزگار فرد کو دیکھا، میں نے امیر المومنین فی الحدیث، امام مالک
...نے ابن ابی ذئب جیسی کمالات و خصائص گوناگوں رکھنے والی شخصیت
...میں نے لیث بن سعد جیسے نادرِ روزگار شخص کو دیکھا، میں نے شعیب بن الحجاج
...فرد فرید کو دیکھا، لیکن کسی میں وہ بات نہ پائی جو امام ابو یوسفؒ میں دیکھی ! "
...روایت صیمری نے پوری سند کے ساتھ روایت کی ہے، اور اسی سے اندازہ ہوتا ہے
...کہ امام ابو یوسفؒ کے فضل اور مزیت کا کیا عالم تھا ؛

...ابو یوسفؒ کے بارے میں

امام ابو یوسفؒ کے فضل و کمال سے متاثر ہو کر بے ساختہ ایک مرتبہ اعمش کی زبان سے نکل گیا

"تم طبیب ہو، ہم دوا ساز" ! "
یہ وہ موقع تھا جب اعمش کی روایت کردہ حدیث پر ہی سے ایک مسئلہ مستنبط کر کے امام صاحب
نے ان کے استفسار کا جواب دیا تھا۔
اسی موقع پر اعمش نے یہ بھی کہا تھا،
"میں اس حدیث کی روایت اس وقت سے کر رہا ہوں جب تمہارے والدین بھی ایک
دوسرے کے رفیقِ زندگی نہیں بنے تھے، لیکن اس کی یہ تاویل آج ہی اور ابھی معلوم ہوئی" ! "
اعمش کے یہ الفاظ امام صاحب کی وقتِ استنباط کا بہت بڑا ثبوت ہیں۔

اپنے زمانہ کا سب سے بڑا فقیہہ

طلحہ ابن محمد بن جعفر الشاہد کا قول ہے!
"ابو یوسفؒ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے فقیہہ ہیں،
ان کے عہد میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں تھا جسے ان پر فوقیت و ترجیح دی جا سکے" ! "
یحییٰ ابن خالد کا بیان ہے :
"ایک مرتبہ ہمارے پاس ابو یوسفؒ آئے، ان کی گفتگو سن کر ہمیں ایسا معلوم ہوا
کہ ساری فضا فقہ سے مملو ہے" ! "

فقہ پر غیر معمولی عبور

عبد بن ابی داؤد الحربی، جو بہت بڑے حافظ حدیث تھے،
فرماتے ہیں :
"ابو یوسفؒ کو فقہ پر غیر معمولی عبور حاصل تھا، وہ کسی طرح بھی ان کی گرفت سے باہر
نہیں نکل سکتی تھی" ! "
مذکورہ روایات ابن ابی العوامؒ نے سند کے ساتھ بیان کی ہے۔

زفر اور ابو یوسفؒ سے مناظرہ

امام زفر کا شمار بھی اصحاب ابو حنیفہ میں ہوتا ہے، وہ
اپنے وقت کے امام اور مجتہد تھے : ذکاوت و ذہانت
اور قوت و دلیل و استدلال میں مانے ہوئے شخص تھے، لیکن جب کبھی امام ابو یوسفؒ سے بحث و مناظرہ کی

...ان کی رائے ہی غالب رہتی، اور خود امام ابو حنیفہ انہی کی تائید کرتے،

...ت آثار اور وسعت نظر

حقیقت یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ ذکاوت و ذہانت کے اعتبار سے بے مثل تھے، ان کی دلیل اتنی قوی ہوتی کہ اس ... کسی سے نہ بن پڑتا، ان کی قوت حافظہ نے تو ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر لی تھی، معرفت ... اور وسعت نظر ایک ناقابل تردید حقیقت ہے، آثار و اخبار کے ساتھ شدت تمسک، ایک ... ہے جو متفق علیہ ہے ——— وہ لوگ جو امام ابو یوسفؒ سے عقیدت ... اور وہ لوگ جو نکتہ چین تھے، اور جرح و قدح کے عادی تھے، سب اس بات پر متفق ... وسعت نظر، ذہانت، ذکاوت، قوت استنباط، قوت دلائل امام صاحب کو حاصل تھی، وہ ان کے ... ان کے معاصرین میں کسی کو حاصل نہیں تھی،

... وجہ ہے کہ گو ان کے استنباط و اجتہاد سے بعض مواقع پر کسی کو کچھ اختلاف ہو، لیکن ان کے ... اعتراف ہر شخص کو ہے، ان کے ملکۂ اجتہاد کے سامنے کون ہے جو سر نہیں جھکاتا؟

•

اجتہاد کا ملکہ، خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔

لیکن اجتہاد سے کام لینا آسان نہیں، اس کے لئے علم، بصیرت، تدبر، فراست

وسعتِ فکر و نظر، اور اصابتِ رائے کی ضرورت ہے،

امام ابو یوسفؒ میں یہ سارے خصائص بدرجۂ کمال موجود تھے،

•

درجاتِ اجتہاد

○

ایک دقیق علمی بحث

[illegible] کی معروف تقسیمیں یہ ہیں، :

— مجتہد مطلق مستقل، غیر منتسب،

— مجتہد مطلق، منتسب،

— مجتہد مقید بہ مذہب ———————— جیساکہ ابن حجر مکی نے بتایا ہے،

[illegible] اپنے امام کے اصول پر مبنی ہوتا ہے، (۱)

[illegible] مولانا عبدالحی لکھنوی نے بھی اپنی کتاب میں نقل کی ہے، (۲)

[illegible] عبدالرحیم دہلوی نے بھی یہ تقسیم اپنے ہاں نقل کی ہے، (۳)

[illegible] الفاتحہ،

[illegible]

[illegible] اسباب الخلاف ،

لیکن ان دونوں بزرگوں نے درجات کی یہ تقسیم تو کردی ہے، لیکن تمحیص و تحقیق کے ساتھ اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر بحث و گفتگو کا حق نہیں ادا کیا ہے، اگرچہ درجات کی یہ تقسیم ابن کمال الوزیر کے اس اصول سے ملتی جلتی ہے جو انہوں نے درجات فقہ اور توزیع فقہا کے سلسلہ میں برتا ہے۔

طبقاتِ فقہا

ابن الکمال نے جو طبقات فقہا قائم کئے ہیں وہ یہ ہیں، :

طبقۂ اولیٰ: مجتہدین شرع | یہ پہلا طبقہ مجتہدین شرع پر مشتمل ہے، مثلاً ائمہ اربعہ، اور وہ اہل علم جو ائمہ اربعہ کے مسلک پر عامل [illegible] اور قواعد اصول اور استنباط احکام شرع کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل ادلۂ اربعہ کو بنیاد و اساس قرار دیتے ہوں، وہ ادلۂ اربعہ یہ ہیں،

۱۔ کتاب،

۲۔ سنت،

۳۔ اجماع،

۴۔ قیاس،

طبقۂ ثانیہ: مجتہدین مقید! | اس دوسرے طبقہ میں وہ مجتہدین شامل ہیں جو اپنے مذہب کے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے اور اپنے [illegible] مذہب کے اصولوں کو پیش نظر رکھکر اجتہاد کرتے ہیں، مثلاً، ابویوسف، محمد، اور جملہ اصحاب ابی حنیفہ رحمہم اللہ تعالےٰ،

یہ حضرات ادلۂ مذکورہ کی اساس پر استخراج احکام کی قدرت رکھتے ہیں جو ان کے استاذ [illegible] نے اس سلسلہ میں مقرر کر دیئے ہیں،

یہ حضرات گو احکام فرعیہ میں اپنے امام اور استاذ ابوحنیفہ سے اختلاف کرجاتے ہیں [illegible]

...اصول میں ان کی پوری پوری پیروی کرتے ہیں،

...ثالثہ: مجتہدین مقلد

یہ تیسرا طبقہ ان مجتہدین پر مشتمل ہے، جو صرف ان مسائل میں اجتہاد کرتے ہیں جن کے سلسلہ میں صاحب مذہب

...امام سے کوئی روایت موجود نہیں ہے،

...طبقہ کے لوگوں میں نمایاں نام یہ ہیں،

...خصاف،

...ابو جعفر الطحاوی،

...ابوالحسن الکرخی،

...شمس الائمہ الحلوانی،

...شمس الائمہ السرخسی،

...فخر الاسلام البزدوی،

...فخر الدین قاضی خان،

وغیرہ

...مجتہدین نہ فروع میں، نہ اصول میں اپنے شیخ کے خلاف جا سکتے ہیں، البتہ ان ...استنباط احکام کر سکتے ہیں، جن میں ان کے شیخ اور امام کا کوئی قول یا مسلک موجود نہ ہو، لیکن ...قواعد کے ماتحت جو ان کے امام اور شیخ نے مقرر کر دیے ہیں، ا

...اصحاب تخریج

چوتھا طبقہ ان مجتہدین پر مشتمل ہے، جو اصحاب تخریج کہلاتے ہیں۔

...وغیرہ اس گروہ میں شامل ہیں،

...مطلق اور اصولی طور پر تو اجتہاد نہیں کر سکتے، لیکن چونکہ اصول اور مآخذ سے پورے ...ہیں، اس لئے مجمل ذو وجہین کی تفصیل کر سکتے ہیں،

...سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا قول جو محتمل ہو اور جس کے دو معانی نکلتے...

یہ اس کی تفصیل کر کے کسی ایک پہلو کو متعین قرار دیتے ہیں،

اسی طرح حکم مبہم محتمل الامرین کی توضیح بھی کر سکتے ہیں،

حکم مبہم محتمل الامرین سے مطلب یہ ہے کہ ایسا حکم جو واضح نہ ہو، بلکہ مبہم ہو... یا زیادہ معنی پیدا ہوتے نکلتے ہوں، یہ حضرات اس کی توضیح کر کے کسی ایک معنی کو لازم قرار دے سکتے ہیں،

چنانچہ ہدایہ میں جو کہیں کہیں یہ نظر آتا ہے۔

كذا فی تخریج الكرخی

كذا فی تخریج الرازی۔

وہ اسی قبیل سے ہے۔

طبقہ خامسہ: اصحاب ترجیح

مجتہدین کا پانچواں طبقہ اصحاب ترجیح کہلاتا ہے۔ اس طبقہ میں ابو الحسین القدوری اور صاحب ہدایہ...

وغیرہ شامل ہیں،

ان حضرات کی شان یہ ہے کہ یہ صرف، روایات میں ایک کو دوسری پر ترجیح دے سکتے ہیں... اپنے شیخ اور امام کے دائرہ تقلید سے قدم باہر نہیں نکال سکتے، کتب فقہیہ میں ان کے اقوال اس قسم... نظر آئیں گے۔

هذا اولی

یعنی یہ روایت دوسری کے مقابلہ میں زیادہ قابل قبول ہے۔

هذا اصح درایةً۔

یعنی یہ روایت از روئے درایت زیادہ...

۱۔ ہدایہ فقہ کی مشہور درسی کتاب ہے جو اونچے درجوں میں پڑھائی جاتی ہے۔

۲۔ قدوری فقہ حنفی کے مسائل کا مجموعہ ہے، یہ کتاب بھی مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم میں شامل ہے... ابتدائی درجوں میں پڑھائی جاتی ہے۔

…نہیں ہے۔

هذا اصح روایةً یعنی اصول روایت کے اعتبار سے اسے دوسری روایت پر ترجیح حاصل ہے۔

هذا اوفق للقیاس یعنی یہ روایت لزرو ئے اصول قیاس زیادہ درست لہٰذا قابل قبول نظر آتی ہے۔

هذا ارفق للناس یعنی یہ روایت مصالح عامہ لہٰذا مفاد عام سے زیادہ قریب ہے لہٰذا یہی قابل عمل ہے۔

…: اصحاب تمیز مجتہدین کا چھٹا طبقہ اصحاب تمیز کہلاتا ہے۔ یہ اپنے شیخ اور امام کے مقلد ہوتے ہیں، اس دائرہ … باہر نہیں نکال سکتے، لیکن ان کی قوت تمیز قابل تسلیم ہوتی ہے، یعنی جو روایتوں میں کون …ت:

… قوی ہے،

… کون سی زیادہ قوی ہے،

… کون سی روایت ظاہر مذہب کے مطابق ہے،

… کون سی روایت ظاہر روایت کے ذیل میں آتی ہے؟

… روایات نادرہ میں کون سی روایتیں شامل ہیں؟

… قول کی تمیز انہی حضرات کا حق ہے۔

… صاحب کنز، صاحب مختار، صاحب وقایہ، صاحب المجمع، وغیرہ شامل ہیں۔

… شان یہ ہے کہ یہ حضرات اپنی کتابوں میں اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ نقل نہیں

طبقۂ سابعہ یہ ساتواں گروہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جو مذکورہ بالا چھ طبقوں میں سے کسی میں نہیں آتا، یہ ہر طرح کے اقوال و روایات جمع کر لیتا ہے، جیسے رات کے اندھیرے میں کوئی شخص جنگل چلا جائے، اور وہاں سے اچھی اور بری، مضبوط اور کمزور، تر و تازہ اور سوکھی ہوئی، بے خار اور خاردار، ہر طرح کی لکڑیاں چن کر ٹھور لائے،

ایسے لوگ قابل ملامت ہیں،

اور جو لوگ ایسے لوگوں کی تقلید کرتے ہیں، وہ تو بے انتہا سزاوار ملامت ہیں،

والحمد لله اولاً وآخراً تمت رسالة طبقات الفقهاء لابن الكمال الوزير۔

جامع و مانع تقسیم ابن الکمال نے طبقات فقہا کی جو تقسیم کی ہے، وہ بجائے خود جامع و مانع ہے یا نہیں، سردست یہ موضوع ہمارے دائرۂ گفتگو سے خارج ہے لیکن ہم یہ ضرور عرض کریں گے کہ امام ابو یوسف اور ان کے امثال کو مجتہد فی المذہب، لکھا انہوں نے بہت بڑی زیادتی، اور امام یوسف کی توہین کی ہے، اور فکر و نظر کے عدم توازن کا ثبوت دیا ہے۔

امام محمد، ابو یوسف اور زفر کا پایہ مرجانی نے ابن الکمال کی اس تقسیم و توزیع پر اظہار رائے کرتے ہوئے کہا ہے،

«ابو یوسف، محمد بن الحسن، اور زفر کی منزلت کا فقہ میں یہ حال ہے کہ اگر وہ مالک اور شافعی سے برتر نہیں ہیں، تو کسی درجہ میں کمتر بھی نہیں ہیں!»

اور کون کہہ سکتا ہے کہ مرجانی کا یہ قول مبنی برحق و صداقت نہیں ہے؟

اجتہاد کی دو قسمیں واقعہ یہ ہے کہ اجتہاد کی دو قسمیں ہیں،

(۱) اعلیٰ،

۲ - ادنیٰ،

اور ان دونوں قسموں کے درمیان بھی درجات متفاوتہ موجود ہیں، لہٰذا کسی فقیہ کی عام، اور اصولی طو…

عباس رضی اللہ عنہا کا، اور ان کے اصحاب کا، اور ان اصحاب کے اصحاب کا، مثلاً عکرمہ بن خالد وغیرہ کا،
اور پھر یہ امام شافعی، کیا فقہہ حجاز کے ساتھ فقہہ عراق کے بھی ممنون کرم نہ تھے ؟

کیا ایک زمانہ تک یہ امام مالکؒ سے اپنا انتساب نہیں کرتے رہے ؟ یہاں تک کہ جس ...
ابان نے ان کا رد کیا،

اور پھر کیا امام مالکؒ سے الگ ہونے کے بعد امام شافعیؒ امام محمدؒ سے اپنا انتساب نہیں کرتے ...
اور کیا ان کے استقلال پر مسائل امام محمدؒ غالب نہیں رہے ؟

مجتہد کا مقلد ہونا

اصل بات یہ ہے کہ کسی ایک مسئلہ میں، یا چند مسائل میں، ...... کسی دوسرے
مجتہد سے متفق اور ہم رائے ہونا، اسے مقلد نہیں بنا دیتا، بلکہ یہ اتفاق
مبنی ہوتا ہے خود اس کی بصیرت اور قوت دلیل پر، جس طرح ایک مجتہد غور و فکر اور تحقیق و تمحیص کے بعد
کسی ایک رائے پر پہنچ سکتا ہے، دوسرا مجتہد بھی تحقیق و تمحیص کے بعد اسی رائے پر کیوں نہیں
پہنچ سکتا ؟

تقلید یا اتفاق رائے ؟

ابوبکر قفالؒ، اور ابو علیؒ بن خیرون، اور القاضی حسینؒ سے منقول ہے
کہ یہ حضرات کہا کرتے تھے :

" ہم شافعی کے مقلد نہیں ہیں، البتہ ہماری رائے ان کی رائے کے موافق
ہوتی ہے تو وہ بات مان لیتے ہیں " !

لیکن صرف ان کا یہ قول، انہیں امام شافعیؒ کے طبقہ میں نہیں شامل کر دے گا، کیونکہ متاخر کے ...
متقدم کا انکار، جبکہ اس نے تدوین علم کا کارنامہ انجام دیا ہو، اور اس سے متاخر نے فائدہ بھی اٹھایا ہو،
کوئی اچھی بات نہیں،

اسی طرح ابن خزیمہؒ اور ابن المنذرؒ کا یہ ادعا ناقابل قبول ہے کہ :
" ہم نے جب سے ہوش سنبھالا ہے کسی کی تقلید نہیں کی " !
... ملنے جا سکتے ہیں الذین سے ...

... بندی کر کے اسے کسی زمرے میں شامل کر دینا، کوئی آخری اور قطعی فیصلہ نہیں مانا جاتا، یا اگر
... نے استاذ سے انتساب اپنے لئے موجب فخر و ناز سمجھا ہو، اور اس طرح اپنی سعادت
... کرتا ہو، تو محض اس جذبۂ امتنان کے بدلے میں یہ بھی نہیں کیا جا سکتا کہ اسے اہل اجتہاد
... مستقل کے زمرے سے نکال کر، دوسرے کمتر زمرے میں شریک کر دیا جائے، حالانکہ
... سے دیکھا جائے، تو اپنے علم، دقت نظر، وسعت معلومات، قوت حافظہ، ذہانت
... کے اعتبار سے ان اکابر کے مقابلہ میں اعلیٰ منزلت کا حامل ہے، جو مجتہد مطلق مستقل
... ہیں، اور جس ذات سے وہ اپنا انتساب کرتا ہے، دوسرے مجتہدوں کے مقابلہ
... مطلق اور مستقل ہوں یا نہ ہوں، وہ کہیں اعلیٰ منزلت رکھتا ہے۔

... کا دعویٰ ؟

یہ بات بھی فراموش نہ کرنی چاہئے، کہ "استقلال" کا دعوے
اپنے حقیقی معنی میں ائمہ متبوعین میں سے کسی کے بارے میں بھی صحیح
...
... مجتہد و مطلق مستقل ہونے کے باوجود اس کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ ان کا عام مسلک وہی تھا
... تابعین اصحاب علیؓ اور اصحاب ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا یا پھر اصحاب کے اصحاب،
... کا

... اجتہاد

اسی طرح مالکؒ کے بارے میں بھی یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا،
مالکؒ بن انس کا سارا اجتہاد، اور سارا تفقہ کیا، ابن عمرؓ اور زید بن ثابت
... ہے ؟ یا پھر ان دونوں اصحاب اور مدینہ کے فقہائے سبعہ پر، پھر ان کے اصحاب
... پر
کیا اس سے انکار کیا جا سکتا

... حیثیت

اب شافعیؒ کو لیجئے
شافعیؒ کا اجتہاد مطلق، اور اجتہاد مستقل بھی ...

…ب میں جو ابن عبدالحکم کے ردّ شافعی کے سلسلہ میں دست و بازو ثابت ہوئے، اور دوسرے … میں، جو مسائل کو ایسے لوگوں کی طرف منسوب کیا کرتے تھے جنہوں نے کبھی وہ مسئلہ نہیں بیان … مشغلہ، تقویت ضعیف، اور تضعیف قوی تھا، درجۂ اجتہاد تک پہونچنے کے لئے … کافی نہیں، اس کے بعد کچھ شرائط بھی ہیں، ان کی تکمیل بھی ضروری ہے۔

…ک سوال اور اس کا جواب

ابو الولید الباجی سے جب یہ پوچھا گیا کہ:

" مذہب مالکی میں ایسا کون شخص ہے جو درجۂ اجتہاد پر فائز ہو اور جملہ علوم پر حاوی ہو؟"

جیسا کہ ابن فرحون نے نقل کیا ہے، انہوں نے کہا،

"یہ درجہ مالک کے بعد اسماعیل کے سوا اور کسی کو نہیں ملا"! (۱)

اگر باجی کا یہ قول صحیح ہے تو ابن عرفہ کے اس ادعا کا کیا حشر ہوگا، جس میں انہوں نے اپنے … کو مالکیہ سے اختلاف کے باوجود مرتبہ اجتہاد پر فائز مانا ہے، ابن القاسم کے بارے میں … انہوں نے یہی کہا ہے۔ سوال قدرۃً یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ مجتہد فی المذہب تھے، یا … کے مقلد؟ پھر امام تلمسانی مالکی کے فرزند ابو زید، اور ابو موسیٰ کے بارے میں کیا؟ … کے مرتبے سے متعلق ان کے احوال و سوانح میں نظر آتا ہے؟

…م الحرمین کا قول

ان تمام باتوں کے جواب میں صحیح طور پر جو بات لکھی جاسکتی ہے وہ امام الحرمین کا وہ قول ہے جسے نووی نے مزنی کے حالات و سوانح … لکھا ہے، جسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:

"مزنی کا شمار اصحاب تخریج میں ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ اقوال شافعیؒ کے خلاف

---

(۱) … بھی اسماعیل القاضی پر اتنے نازاں نظر آتے ہیں، لیکن ان اسماعیل کے بارے میں داؤد ظاہری … الفاظ استعمال کئے ہیں وہ بعید از انصاف ہیں۔

نہیں جاتے، اس کے برعکس ابو یوسفؒ اور محمدؒ یہ دونوں اصحاب اپنے استاذ اور شیخ کے اصول کے خلاف بھی جاتے ہیں"! (۱)

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی مجتہدانہ حیثیت

اس سے ثابت ہوا کہ امام الحرمین کی نظر میں مزنی مجتہد فی المذہب تھے، اور ابو یوسف و محمد، مجتہد فی المذہب سے بلند مرتبہ کے مجتہد تھے، کیونکہ یہ دونوں حضرات اپنی بصیرت اور فکر کے ماتحت اپنے امام اور شیخ سے اصول و فروع دونوں میں اختلاف کرتے تھے، اگرچہ اس امام اور شیخ سے اپنا انتساب کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے تھے۔

باقی رہا کسی قائل کا یہ قول کہ ابو یوسفؒ اور محمدؒ صرف وہی کہتے تھے، جو انہوں نے اپنے استاذ اور شیخ سے سن رکھا تھا، اس موضوع پر ہم آگے چل کر کسی دوسرے باب میں گفتگو کریں گے۔

---

(۱) تہذیب الاسماء واللغات،

اہلِ علم کا خراجِ تحسین ابو یوسفؒ کی خدمت میں

...نے تذکرۃ الحفاظ میں امام ابو یوسفؒ کو حفاظِ حدیث میں شمار کیا ہے'! ...کے بعد ذہبی نے لکھا ہے':

" امام ابو یوسفؒ کے علم و سیادت کا چرچا ہر جگہ اور ہر کہیں ہے، میں نے ان کے اور امام محمد کے جو ان کے اصحاب میں تھے، خاص طور پر ایک رسالہ (مناقب) میں لکھا ہے"! "

...ب ابو یوسف

امام صاحب کے مناقب میں ذہبی نے جو رسالہ لکھا ہے وہ زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے' اس میں ایک عنوان ہے۔

"ثناء الائمۃ علی ابو یوسف'! "

اس باب کے ماتحت امام صاحب کے مناقب و خصائل اور خصائص و کمالات کے اعتراف ...کر کیا ہے وہ ذہبی نے نقل کر دیا ہے۔

...کی عیادت

اسد بن فرات محمد بن الحسن سے روایت کرتے ہیں، کہ انھوں نے کہا،

...مرتبہ ابو یوسف بیمار پڑے، امام ابو حنیفہ ان کی عیادت اور مزاج پرسی

کے لئے تشریف لے گئے جب وہاں سے نکلے تو فرمایا':

" اگر یہ نوجوان مر گیا، تو . . . کرۂ ارض پر اس سے بڑا عالم کہاں سے ڈھونڈا جائے گا"!

احمد بن حنبل کا استفادہ ابو یوسفؒ سے

عباس الدوری کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل کو کہتے ہوئے سنا':

" جب پہلے پہل میں نے کتابت حدیث پر توجہ کی تو امام ابو یوسفؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، جو قاضی شہر تھے، چنانچہ میں نے ان سے بہت سی حدیثیں لکھیں" اس کے بعد پھر دوسرے لوگوں کے پاس کتابتِ حدیث کا مقصد لے کر پہنچا'! "

اس کے بعد امام احمد بن حنبل نے اسی سلسلۂ گفتگو میں فرمایا'

" امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ سے زیادہ، ابو یوسفؒ میں ہم کشش محسوس کرتے تھے'! "

یحییٰ بن معین کا قول

ابراہیم بن ابی داؤد البرلسی کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین کو کہتے ہوئے سنا'!

" اصحاب رائے میں' ابو یوسفؒ سے زیادہ اثبت فی الحدیث، اور اصح الروایت میں نے کوئی شخص نہیں دیکھا"! "

عباس الدوری کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین کو کہتے ہوئے سنا':

" ابو یوسف، صاحب حدیث تھے، صاحب سنت تھے"! "

محمد ابن سماعہ کہتے ہیں کہ مجھ سے یحییٰ بن خالد نے بیان کیا کہ:

... جو اگر گزر چکا ہے، احمد بن حنبل نے ابو یوسفؒ سے تقریباً تین دفتر حدیثوں کے لکھے۔

"ہمارے پاس ابویوسفؒ آئے، اور انہوں نے ساری فضا فقہ سے بھر دی"! "

اعمش اور ابویوسفؒ

بشر بن الولید کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ سے ابویوسفؒ نے بیان کیا،:

"اعمش نے مجھ سے ایک مسئلہ دریافت کیا، میں نے اس کا جواب دیا،

اعمشؒ نے مجھ سے پوچھا،

"یہ بات تم کس بنیاد پر کہہ رہے ہو؟"

میں نے جواب دیا،

"اس حدیث کی بنیاد پر جو آپ نے ہم سے بیان کی تھی"! "

اعمش نے کہا،

"اے ابویعقوب یہ حدیث مجھے اس وقت سے یاد ہے، جب ابھی تمہارے والدین کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی، لیکن اس کی جو تاویل تم نے اس وقت بیان کی، اس طرف تو ذہن کبھی منتقل نہیں ہوا تھا"! "

ابن الثلجی کا قول

ابن الثلجی کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن داؤد الخریبی کو کہتے ہوئے سنا کہ:

"ابویوسف کو فقہ پر عبور تام حاصل تھا علم فقہ کا ہر گوشہ ان کی نظر میں تھا، وہ جس طرح چاہتے تھے اسے استعمال کرتے تھے، اسے پورے طور پر انہوں نے اپنی گرفت میں لے لیا تھا"! "

اصحاب رائے میں ابویوسفؒ کا مرتبہ

عمرو بن محمدؒ الناقد کا قول ہے،:

"اصحاب رائے میں سے کسی سے بھی روایت کرنا میں پسند نہیں کرتا، سوا ابویوسفؒ کے، کیونکہ وہ صاحب سنت تھے"! "

امام احمدؒ بن حنبل کا قول ہے:!

"ابویوسف منصف فی الحدیث تھے"! "

ابویوسف مفسر قرآن

ابو حازم القاضی بکر العمی سے، اور وہ ہلال الرائے سے روایت کرتے ہیں کہ:

"ابویوسفؒ تفسیر کے حافظ تھے، مغازی کے حافظ تھے، ایام عرب کے حافظ تھے، جن متعدد اور متنوع علوم میں انہیں کامل دستگاہ حاصل تھی، ان میں ایک فقہ کا علم بھی تھا"

مزنی کا قول ہے،:

"ابویوسفؒ کی پیروی اتباع حدیث کے باعث کی جاتی تھی"! "

ابویوسفؒ کا ذوق عبادت

احمد بن عطیہؒ کہتے ہیں کہ میں نے محمدؒ بن سماعہ کو کہتے ہوئے سنا:

"منصب قضا پر فائز ہونے کے بعد ابویوسفؒ کا معمول یہ تھا کہ ہر روز دو سو رکعتیں پڑھا کرتے تھے"! "

اصحاب حدیث اور ابویوسفؒ

عباسؒ کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین کو کہتے ہوئے سنا:

"ابویوسفؒ اصحاب حدیث کو بہت زیادہ پسند کیا کرتے تھے، اور ان کی طرف بے حد مائل تھے"!

صدوق اور ثقہ

عبداللہ بن علیؒ المدینی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا:

"۱۸۰ھ میں جب امام ابویوسف بصرہ تشریف لائے، تو ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے، وہ دس حدیثوں کی روایت کرتے اور ان کے بیان کرتے وہ صدوق اور ثقہ تھے"! "

...کت بیان اور حسنِ کلام

حسینؒ بن الولید کہتے ہیں، :

« ابو یوسفؒ جب کلام کرتے تھے تو انسان چکر کھا جاتا ... ان کی نزاکت بیان اور حسن کلام سے حیران رہ جاتا تھا، ! میں نے ایک روز دیکھا کہ ایک ... پر وہ گفتگو کر رہے ہیں، زبان اس طرح چل رہی تھی، جیسے تیر بے خطا، اکثر لوگ ... بیان و معنی کی بنا پر ان کا مفہوم پورے طور پر نہیں سمجھ سکے، ہم سب اس بات پر بہت ... تھے، اور بڑی دیر تک آپس میں چہ می گوئیاں کرتے رہے کہ خدا نے اس شخص کیلئے زبان و ... کس طرح مسخر کر دیا ہے، اور ہر مشکل اس کے لئے کس درجہ آسان ہے، ! »

...تاذ کیلئے دعائے مغفرت کی پابندی

ابوالقاسمؒ شرف الدین بن عبدالحلیم، نے اپنی کتاب ... میں ایک خاص فصل مناقب ... کے لئے وقف کی ہے،

بیمری حسن بن ابی مالک سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا،

"میرے سامنے ایک مرتبہ ابو یوسفؒ نے کہا، ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں نے نماز پڑھی ہو، اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے دعائے مغفرت نہ کی ہو، ! "

...گوں میں سب سے بڑا فقیہہ

علی بن صالح جب ابو یوسفؒ سے حدیث روایت کرتے تو کہتے، :

"حدیث بیان کی مجھ سے اس شخص نے جو فقیہوں میں سے بڑا ہے، قاضی القضاۃ ہے، علماء کا سردار ہے یعنی ابو یوسفؒ، ! "

...کے دل میں ابو یوسفؒ کی عظمت

ایک روز املا کراتے ہوئے۔ اپنے شاگردوں (املا کرنے والوں) سے بشرؒ بن الولید نے

... مناقب ابی حنیفۃ النعمان

جب کہ کسی نے امام ابو یوسفؒ کو صرف "یعقوب" کے نام سے ذکر کیا تھا کہا،

"کیا اس یگانۂ روزگار شخص کی عظمت سے تمہارے دل خالی ہیں؟ کیا تم اس کا احترام نہیں کرتے، یقین کرو، میں نے ابو یوسفؒ جیسا صاحب فضل و کمال آج تک نہیں دیکھا، ! "

اور یہ بشرؒ بن الولید وہ بزرگ ہیں جو ابن ابی ذئبؒ اور شعبہؒ وغیرہ کی مجلس علم میں شریک رہ چکے، اور ان سے استفادہ کر چکے ہیں، !

ابو یوسفؒ کا ذکر استحقار سے

طحاوی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ... عمران کو کہتے ہوئے سنا کہ :

"علی بن الجعد ہمیں املا کرا رہے تھے، اتنے میں انہوں نے فرمایا، "ابو یوسف نے ہم سے حدیث بیان کی، ! "

مجلس شائقین علم، اور شاگردوں سے کچا کچ بھری ہوئی تھی، حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا،

"کیا آپ ابو یوسفؒ کا ذکر کر رہے ہیں؟ "

اس انداز گفتگو سے علی بن الجعد نے یہ محسوس کیا کہ بات کرنے والا امام ابو یوسفؒ کا ذکر اجلال و اکرام سے نہیں کر رہا ہے، اور جن شایان شان الفاظ میں یہ نام لینا چاہیے تھا اس سے گریز کر رہا ہے، علی نے بپھرے ہوئے لہجہ میں اس سے کہا،

"جب تم ابو یوسفؒ کا ذکر کرنا یا ان کا نام لینا چاہو، تو تمہیں چاہیے کہ پہلے اپنا منہ اشنان (ایک خوشبودار گھاس) اور گرم پانی سے دھو لو، پھر یہ نام نامی زبان پر لاؤ، ! "

... ابی عمران، وہ بزرگ ہیں جو، ثوری، حسن بن صالح، مالک بن ...

اور شعبہ بن الحجاجؒ کی مجلس میں بیٹھ چکے، اور ان اکابر کا نظارہ کر چکے ہیں،

توثیق

قریبؒ کا قول ہے کہ!

"ابو یوسفؒ، ثقہ اور صدوق تھے،! "

نے بھی امام ابو یوسفؒ کی توثیق کی ہے اور انہیں ثقہ فی الحدیث مانا ہے! "

وقت، متقی، پرہیز گار،

ابن حبان ابو یوسف کے حالات و سوانح کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں، : (۱)

"ابو یوسفؒ شیخ وقت تھے، متقی اور پرہیز گار، ان میں کوئی بات ایسی نہ تھی، ان کی ثقاہت کو کمزور کرتی ہو، یا انہیں مجروح کرتی ہو، یا انہیں سزا وار قدح قرار دیتی ہو، اگرچہ ہمیں ان سے اختلاف ہے، لیکن یہ اختلاف ہماری اس سے میں حائل نہیں ہو سکتا جو ہر انسان کی عدالت اور جرح سے متعلق واقعات و حقائق کی روشنی میں ہم قائم کرتے ہیں اور جس کا وہ حقیقی طور پر مستحق ہوتا ہے، چنانچہ ہم نے زفرؒ اور ابو یوسفؒ کو ثقات میں داخل کیا ہے، کیونکہ روایتِ حدیث کے سلسلہ میں ان دونوں کی عدالت ہم پر ظاہر ہو چکی ہے، اور ہم انہیں عدول تسلیم کرنے پر مجبور ہیں، لیکن (اس طبقہ میں) جو لوگ ان دونوں (زفرؒ اور ابو یوسفؒ) کے پایہ کے نہیں ہیں انہیں بے شک ہم نے ضعفا میں شمار کیا ہے، اور ان سے احتجاج ہم جائز نہیں سمجھتے،! "

کثیر الصوم

آگے چل کر موصوف نے ابو یوسفؒ اور ان کے صاحبزادے یوسفؒ کے ذکر وفات کے سلسلہ میں فرمایا ہے، :

"میں نے قحطبہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے محمد بن الصباح کو ایک مرتبہ یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک بار مجھ سے پوچھا گیا،

"تم ہیثم سے سنی ہوئی حدیثیں کیوں نہیں لکھتے؟"

میں نے جواب دیا،

"اس لئے کہ ایک مرتبہ سماعت حدیث کے بعد جب میں ان کی مجلس سے اٹھ رہا تھا، تو میں نے ایک مسئلہ پوچھا، انہوں نے جو جواب دیا اس سے میری تشفی نہیں ہوئی بلکہ وہ ٹھیک بھی نہیں تھا، پس پھر میں نے ہیثم کو چھوڑ دیا، اور ابو یوسفؒ کا دامن پکڑ لیا، ابو یوسفؒ مرد صالح تھے، اور اکثر روزے رکھا کرتے تھے،! "

ابن حبانؒ کی کتاب دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ کے "مخطوطات" میں موجود ہے اس کا نمبر ۱۱۷ ہے،!

علیؒ بن المدینی اور ابو یوسفؒ

احمد بن عمر کامل الشجری جو ابن جریرؒ کے اصحاب میں سے تھے کہتے ہیں،!

"یحییٰ بن معینؒ احمد بن حنبلؒ اور علی بن المدینیؒ، اس پر متفق تھے کہ ابو یوسفؒ ثقہ اور عدول ہیں،! " (۱)

ابو یوسفؒ اور ابو معشرؒ

وکیع القاضیؒ، حسین بن محمد بن ابی معشر سے، اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، :

"ابو یوسفؒ حیرہ میں ابو معشرؒ کو املا کرایا کرتے تھے،! "

---

(۱) اخبار القضاۃ،

محدبن اشکاب عمر بن حفص بن غیاث سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، !

"حجاج بن ارطاۃ ہمیں املا نہیں کراتے تھے، جب وہ درس دے کر چلے جاتے تھے، تو ہم سب لوگ ابو یوسف کو گھیر لیا کرتے تھے اور وہ املا کرائے گئے تھے"! "

...ف کا ذکر خیر

ابو عبداللہ صیمریؒ (۱) اور ابوالقاسمؒ بن ابی العوام الحافظ (۲) نے مناقب ابی یوسفؒ بڑے بسط و تفصیل سے اپنی اپنی کتابوں میں بیان کئے ہیں،

...آج خطیب نے بھی اس لاگ کے باوجود جو انہیں ہمارے اصحاب سے ہے، (۳) ...ے ساتھ بطریق طحاوی و صیمری، پوری شرح و بسط کے ساتھ ایک سے زائد بار، ابو یوسفؒ ...قب بیان کئے ہیں، اور ان کے بارے میں جملۂ صالحہ استعمال کئے ہیں،

...ن پر اظہار رائے

امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے مدون فکر و نظر سے لوگ اختلاف رکھتے ہوں، یا اتفاق یہ حقیقت ہے کہ ان کے ...فضائل کا اعتراف سبھی کو کرنا پڑا ہے، ان کے ثقہ اور عدول ہونے سے بھی اختلاف ...شاید ہی کسی کو ہوتی !،

...چنانچہ جہاں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ خوف خدا سے بے پروا ہو کر، جہاں بعض لوگوں نے مناقب ...ے مثالب بیان کئے ہیں، وہاں اکثریت ایسے اہل علم کی ہے، جنہوں نے ان بزرگوں کے ...کے اعتراف میں بخل سے کام نہیں لیا ہے"!

...فضائل

چنانچہ جن اہل علم نے ان بزرگوں کے مناقب و فضائل اپنی اپنی کتابوں یا رسالوں میں بیان کئے ہیں، ذیل میں اختصار کے ساتھ ہم اس کا ذکر کرتے ہیں:

...صحابہ،
...ابی حنیفہ و اصحابہ،
...،

- ـــــ مناقب ابی حنیفہؒ ـــــ موفق المکی نے لکھے ہیں،
- ـــــ اسی طرح صاحب "الفتاوی البزازیہ" نے بھی بسط و تفصیل سے کام لے کر، مناقب سپرد قلم کئے ہیں،
- ـــــ ابن ابی العوام القاضی الکبیر نے بھی اس سلسلہ میں قلم اٹھایا ہے، ان کا شمار، نسائی اور طحاوی کے اجل اصحاب میں ہوتا ہے ۳۳۰ھ کے لگ بھگ ان کا انتقال ہوا۔
- ـــــ تفاعی نے قاضی احمد (۱) ابن محمد بن عبداللہ ابن محمد بن احمد بن یحییٰ الحارث السعدی، المعروف بہ ابن ابی العوام کی کتاب کا ذکر کیا ہے، جو انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے جد ابی القاسم سے روایت کی ہے، اس کے اسانید حد درجہ صحیح ہیں،
- ـــــ ذہبی نے تو مناقب ابی یوسف میں پورا ایک رسالہ لکھا ہے، جو فوائد علمیہ پر مشتمل ہے،
- ـــــ اسی طرح ابوالقاسم القرینی نے ابو یوسفؒ پر جو کچھ لکھا ہے، وہ بھی بہت اہم، اور معلومات

---

(۱) ۔ ان کا شمار ثقات اہل علم میں ہوتا ہے، ۲۱ شعبان ۳۰۵ھ میں اتوار کے دن ان کا انتقال ہوا، ملاحظہ ہو، کندی کی کتاب "قضاۃ مصر"!"

اس کے علاوہ "تاج التراجم" ص ۹۵ پر بھی ان کے حالات و سوانح کتنے ہیں،

ابن حجر کا خیال ہے کہ اصل مؤلف یہی ہیں، لیکن یہ صحیح نہیں، اصل مؤلف ان کے جد ہیں، جن کا ذکر نسائی نے اور ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں کیا ہے، یہ صرف راوی کتاب ہیں،

افزا ہے۔

علامہ نوح بن مصطفی القونوی، صاحب مؤلفات کثیرہ نے بھی ایک رسالہ امام صاحب کے حالات میں لکھا ہے۔

زیلی کا رسالہ بھی اس سلسلہ میں قابل ذکر ہے،

امام ابو یوسفؒ کی شان میں ائمہ وقت نے ثنا و صفت کے جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ بہت ہیں، لیکن ہم جتنا کچھ لکھ دیا اب اسی پر اکتفا کرتے ہیں، !

رضی اللہ عنہ ونفعنا بعلومہ۔

امام ابو یوسف کی شان میں وقت کے اکابر نے ثنا و صفت کے جو الفاظ استعمال کئے ہیں، ان سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے، کہ ان کے علم، اجتہاد، اصابت رائے، اور پختگی فکر سے ان کے معاصرین، کس درجہ متاثر تھے، اور کس طرح بے ساختہ وہ ان کے تبحر علم کے حضور میں خراج عقیدت پیش کرنے پر اپنے تئیں مجبور پاتے ہیں،

مؤلفاتِ امام ابو یوسفؒ

حقائق ومصارف کا بحرِ بے پایاں

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مؤلفاتِ کثیرہ کا ذکر کتبِ اہلِ علم میں موجود ہے، لیکن ان میں سے ... ناپید ہو چکی ہیں، صرف چند ایسی ہیں جن تک نظر کی رسائی ہو سکی،

... ابو یوسفؒ — ذیل میں ہم امام صاحب کی کتابوں کا کسی حد تک ——— کیونکہ یہی ممکن ہے ——— ذکر کرتے ہیں، حسبِ ضرورت ... الفاظ تعارف کے بھی کہہ دیئے جائیں گے،

... کتاب الآثار — یہ کتاب اولہٗ فقہ پر مشتمل ہے، اس کے مرویات زیادہ تر امام ابو حنیفہؒ سے ہیں جو امام ابو یوسفؒ کے شیخ، استاذ، اور امام تھے،

... اختلاف ابن ابی لیلیٰ وابی حنیفہؒ! — اس کتاب میں جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، امام ابو حنیفہؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ، القاضی کے اصولی اور فروعی اختلافات کا ذکر ہے، جس سے دونوں بزرگوں کے نقطۂ فکر و نظر سے بڑی حد تک آگاہی ہو جاتی ہے۔

۳ - الرد علیٰ سیر الاوزاعی

اس کتاب کا موضوع بھی اس کے نام سے ظاہر ہے، امام ابو یوسفؒ نے اوزاعی کے رد میں جو دلائل پیش کئے ہیں، اور جو نکات بیان فرمائے ہیں، اور جس وقتِ نظر، وسعتِ علم، اور فکرِ عمیق اور تجسس و تحقیق کا ثبوت دیا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔

۴ - کتاب الخراج

یہ کتاب امام صاحب نے خلیفہ ہارون رشید کے لئے تحریر فرمائی تھی اس میں احکام اموال درج ہیں جو رشید کی استدعا پر امام صاحب نے قلمبند اور تالیف فرمائے تھے،

اس کتاب کے مقدمے سے ثابت ہوتا ہے کہ امام صاحب کے سینہ میں کیسا جری اور نڈر دل تھا، حق کے معاملہ وہ کسی سے خائف ہونا جانتے ہی نہیں تھے ان کے طبقہ میں سے کسی شخص نے کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی، جو اس کی ہم پایہ ہم رتبہ ہو، یا اس سے ٹکر لے سکے، بلکہ اگر ہم یہ کہیں کہ اس کتاب کا جواب ... نہیں ہو سکا تو ذرا بھی مبالغہ نہیں ہوگا،

جس شخص نے اس کتاب کا، اور اس موضوع پر دوسری کتابوں کا مطالعہ کیا ہے وہ اس اعتراف پر مجبور ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع، ... مواد کے اعتبار سے بہمہ جہت لاثانی اور بے مثل ہے۔

اس کتاب کی متعدد شرحیں بھی لکھی گئی ہیں، جن کے ذریعہ اس کتاب کے نکات مکنون کو اجاگر کیا گیا ہے، علم و معرفت کے جو خزینے اس میں ... ہیں، ان کی نشان دہی کی گئی ہے، اور جو حقائق اس میں زیرِ نقاب ہیں ... کیا گیا ہے۔

۵ - المخارج والحیل

اس کتاب کی نسبت امام صاحب کی طرف کی جاتی ہے ... طور پر یہ بات قابلِ غور و تامل ہے، اس کو ایک ...

ہیں موجود ہے، نیز آستانہ (قسطنطین) کے کتب خانہ علی پاشا شہید میں بھی اس کا ایک نسخہ ہے، اس کی طباعت کا اہتمام یوزف شاخت مشہور جرمن مستشرق نے کیا تھا،

کتب فی الاصول والامالی، محمد بن اسحاق الندیم کہتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ نے "اصول وامالی" میں بھی کئی کتابیں لکھی ہیں، مثلاً،

الف ۔ کتاب الصلوٰۃ،
ب ۔ کتاب الزکوٰۃ،
ج ۔ کتاب الصیام،
د ۔ کتاب الفرائض،
ہ ۔ کتاب البیوع،
و ۔ کتاب الحدود،
ز ۔ کتاب الوکالۃ،
ح ۔ کتاب الوصایا،
ط ۔ کتاب الصید والذبائح،
ی ۔ کتاب الغصب،
ک ۔ کتاب الاستبراء،

امالی بشر بن الولید القاضی کی روایت ہے کہ ابو یوسفؒ نے کئی کتابیں املا کرائیں جن کی تعداد تقریباً ۳۶ ہے۔

کتاب اختلاف (علماء) الامصار عالم اسلام کے علماء و فقہاء اور حفاظ حدیث کے بعض اختلافی افکار وعقائد

پر اس کتاب میں اظہار خیال کیا گیا ...

۹ ۔ کتاب الرد علی مالکؒ بن انس، کتاب کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے، تحقیقی مواد کتاب میں بہت زیادہ ہے۔

۱۰ ۔ الخراج، ایک چھوٹا سا رسالہ ہے، جو امام صاحب نے خلیفہ ہارون الرشید کے لئے تحریر فرمایا تھا، اس میں بھی احکام اموال درج ہیں،

۱۱ ۔ کتاب الجوامع: یہ کتاب امام ابو یوسفؒ نے یحییٰ بن خالد (۱) کے لئے لکھی تھی یہ درحقیقت چالیس چھوٹی اور مختصر کتابوں کا مجموعہ ہے۔ اس مجموعہ میں لوگوں کے فکری اور عقائدی اختلاف اور اس سلسلہ میں رائے ماخوذ کا ذکر ہے۔

۱۲ ۔ اصول فقہ: طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد کا قول ہے کہ:

"ابو یوسفؒ یگانہ روزگار اور یکتا وبے ہمتا عالم تھے، وہ اصحاب ابی حنیفہ میں سے تھے، بہت بڑے فقیہ، بلکہ سب سے بڑے فقہا اپنے زمانہ میں سب سے ممتاز اور یگانہ، ان کے عہد میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں تھا جو ان سے تقدم کا دعویٰ کر سکے،

علوم وفنون میں ابو یوسفؒ کو جو مہارت اور ریاست حاصل تھی، وہ انتہا کو پہنچی ہوئی تھی، وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اصول فقہ میں کتابیں لکھیں، اور امام ابو حنیفہ ...

---

(۱) یعنی یحییٰ بن خالد برمکی ـــــــ اس خاندان کو عہد خلافت ہارون رشید میں جو عروج حاصل ہوا وہ تاریخ کا ایک ناقابل فراموش صفحہ ہے۔ یہ خاندان علمی سرپرستیوں کے اعتبار سے بھی بے مثال آپ تھا، (دیکھیں محمد جعفری)

کے مسلک کو اس اصول پر مدوّن کیا، انہوں نے بہت سے مسائل املا کرائے اور ساری دنیا میں ابوحنیفہؒ کا علم پھیلا دیا، مذہب ابی حنیفہؒ کی تدوین، تکمیل اور نشر میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔"

۔ مسائل :

امام ابویوسفؒ نے مسائل، اور اصول فقہ کے سلسلہ میں جو تصنیفی سرمایہ چھوڑا ہے، اس کے بارے میں خطیب توحی سے روایت کرتے ہیں کہ بلاشبہ مذہب ابوحنیفہ کے لئے اصول فقہ کی تدوین میں ابویوسفؒ کو اولیت حاصل ہے، اور ان کی یہ اولیت شافعیت کے اصولوں کی تدوین کے سلسلہ میں شافعی کی اولیت کے منافی نہیں ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ شافعیؒ کے یہ علمی کارنامے مناقشہ سے محفوظ نہیں ہیں، کیونکہ ایک گروہ اہل نظر وفکر کا یہ خیال ہے کہ یہ تصنیفی اور علمی سرمایہ، مذہب حنفی کے مطابق کتب اصول فقہ کی تدوین وتکمیل کے بعد کا واقعہ ہے۔

یہ قول اگرچہ قابلِ تسلیم نہ ہو، تو بھی اس سے اس ذہنی خلجان کا اندازہ ہوتا ہے، جو اس سلسلہ میں بعض اصحاب کے دل میں موجود تھا۔

۔ کتب کثیرہ :

ذہبی ابویعلی الموصلی کے حالات وسوانح کے ضمن میں رقمطراز ہیں کہ ایک مرتبہ ابوعلی الحافظ نے فرمایا کہ اگر ابویعلی ابویوسفؒ کی کتابوں میں مشغول نہ ہو جاتے جو انہوں نے بشر بن الولید کو املا کرائی تھیں، تو بصرہ میں سلیمان بن حرب اور ابوالولید الطیالسی سے محروم نہ رہ جاتے۔

اس قول سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابویوسفؒ کی کتابوں کی کثرت اور تنوّع کا کیا عالم تھا، ؟ اور اگر تصانیف ابویوسفؒ کی کثرت مفرطہ حائل نہ ہوتی تو مذکورہ دونوں شیوخ (سلیمان بن حرب، اور ابوالولید الطیالسی) سے بھی وہ استفادہ کرکے علو سند کے حامل ہو سکتے تھے، لیکن امام موصوف

کی تصانیف کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ ان میں وہ ایسے کھوئے گئے کہ پھر دوسری طرف توجہ ہی نہ کر سکے۔

۱۵ - امالی امام ابویوسفؒ :

کشف الظنون میں ہے کہ :-
امام ابویوسفؒ کے امالی تین سو مجلدات پر محتوی ہیں اور ہر جزء خواہ کتنا ہی مختصر تصور کیا جائے پھر بھی اس کتاب کی ضخامت حد سے زیادہ بڑھ جاتی ہے،

۱۶ - تصانیف مبسوطہ :

قرشی ——— جن کا ذکر اس سے پہلے کہیں گذر چکا ہے ——— امام ابویوسفؒ کی کثرت تصانیف کے سلسلہ میں کہتے ہیں، :-
"مناقب ابی یوسفؒ میں ایک بات یہ بھی ہے کہ انہوں نے بہت سی ... مفصل اور مبسوط اور طویل کتابیں لکھیں، جن میں املاء، امالی، ادب القاضی وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، بشر بن الولید کو بھی انہوں نے املا کرایا، اور مناسک وغیرہ پر مسائل تحریر کرائے،"

شیخ یحیٰی الغزی، مسجد حرام میں منصب وعظ پر فائز تھے، وہ حجر اسود کے مواجہہ میں کعبہ مشرفہ کے میزاب کے سامنے وعظ کہا کرتے تھے، ایک مرتبہ وہ شہر زبید میں تشریف لائے، یہ واقعہ ۹۰۵ھ کا ہے، ان کا قول ہے کہ میں نے بچشم خود تین سو مجلدات میں امالی ابی یوسفؒ شہر غزہ کے ایک مدرسہ میں دیکھے ہیں ——— غزہ ارض شام میں واقع ہے، ——— اور جس کتب خانے میں یہ بے نظیر علمی سرمایہ

دیکھنے میں آیا، وہ صرف امام صاحب کی کتابوں کے لیے مخصوص تھا، اِ لہ کتب خانے سے مراد، شاید راوی نے الماریاں لی ہیں، کیونکہ اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ خاص خاص اصحاب کے کتب و مؤلفات کے لیے الماریاں مخصوص کر دیتے تھے، انہی میں ان کی کتابیں رکھی جاتی تھیں، جیسا کہ دمشق کے کتب خانۂ ظاہریہ میں ابن ترکمان وغیرہ کی کتابیں اب تک اسی ہنج سے موجود ہیں،

امام صاحب کی اس ضخیم کتاب کے بارے میں اب کچھ نہیں معلوم، غالباً یہ نایاب کتاب بھی دوسری گراں مایہ کتابوں کی طرح تتر بتر کی اس طوائف الملوکی اور خانہ جنگی میں ضائع ہو گئی، جو مصر میں چرکس حکومت کے زمانہ میں بہت سی گراں بہا اور نادر کتابیں ضائع ہو گئیں، مثلاً،

- **کتاب الفنون** ——— یہ ابوالوفا عقیل الحنبلی کی کتاب تھی، اور اپنے موضوع پر بے مثل،
- کتاب حدائق ذات بہجہ ——— اس کتاب کا موضوع تفسیر تھا، ابویوسف عبد السلام القزوینی اس کے مصنف تھے،
- تفسیر ابی الحسن الاشعری ———
- تفسیر الجبائی،
- تفسیر القاضی عبد الجبار ——— وغیرہ وغیرہ،

نادر کتابوں کا ضیاع

یہ وہ کتابیں تھیں، جو اپنے موضوع، منتر، مواد، معلومات، نکات، اور حقائق و معارف کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ تھیں، عالم اسلام

میں ان کا کوئی جواب نہ تھا، ان سے ہر اہل علم استفادہ کرتا تھا، ان کے پایۂ استناد کو یہ عالم تھا کہ مدرسہ و خانقاہ میں ان کی یکساں عظمت تھیں، علم کی ہر محفل میں، اور ذکر کی ہر مجلس میں ان کتابوں کا چرچا تھا،

لیکن باہمی خانہ جنگیوں، بدامنیوں اور طوائف الملوکیوں نے جہاں اور بہت سے نقصانات ملت اسلامیہ کو پہنچائے، وہاں ایک عظیم اور ناقابل تلافی نقصان یہ بھی پہنچایا کہ یہ اور اس طرح کی دوسری بہت سی کتابیں اس طرح ضائع ہو گئیں کہ آج ان کا کہیں پتہ اور نشان نہیں ملتا، آج دنیا کے سارے کتابی خزانے کھنگال ڈالئے، مگر کیا مجال ہے جو ان کتابوں کا کہیں سراغ مل جائے،

یورشِ تاتار کے نتائج

مغل مشرق اور آل چنگیز نے اسلام قبول کرنے سے پہلے اسلامی ممالک پر تاخت و تاراج کا جو نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کیا تھا، اس میں صرف یہی نہیں ہوا کہ سر کٹے ہوں، دھڑ گرے ہوں، عمارتیں مسمار ہوئی ہوں، شہر ویران ہوئے ہوں، کھیت جلے ہوں، دولت و ثروت پر ڈاکہ پڑا ہو، مرد اور عورت گرفتار ہوئے ہوں، اور غلام بنا لئے گئے ہوں، بلکہ یہ بھی ہوا کہ مسلمانوں کے علمی خزانے، اور ان کے لازوال تصنیفی دفینے برباد ہو گئے،

ہر نقصان کی تلافی قدرت نے کر دی، ہر نقصان کی تلافی کسی نہ کسی درجہ میں، اور کسی نہ کسی طرح ہو سکتی ہے، لیکن کیا اس ضیاع کبرائی کی تلافی بھی ہو سکتی ہے، جو مسلمانوں کے تصنیفی اور علمی سرمایہ کی اضاعت کی صورت میں رونما ہوا، ؟

کلّا ثمّ کلّا

مسائل متنازعہ فیہ پر امام ابو یوسفؒ کی رائے

[illegible] ابی العوام محمد بن احمد ابن حماد سے، اور وہ محمد بن شجاع سے، اور وہ حسن ابن ابی مالک
[illegible] روایت کرتے ہیں، :

[illegible] خدا کا کلام ہے،

"میں نے ابو یوسفؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ قرآن خدا کا
کلام ہے، جو شخص اس بارے میں سوال کرتا ہے ،

مجھے :
کیوں :
کیونکر :

[illegible] جو ان مسائل پر بحث و مجادلہ کرتا ہے، وہ اس قابل ہے کہ اسے قید کر دیا
[illegible] کوڑوں کی بڑی کڑی مار دی جائے، ! "

[illegible] میں کہہ رہا ہوں

امام ابو یوسفؒ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا، :
" لوگو، جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے سن لو، اور محفوظ کر لو،
[illegible] میرے اندر یہ قوت ہوتی کہ اپنا علم تم میں تقسیم کر سکتا، اور جو کچھ میرے دل میں
[illegible] ہے وہ تمہیں سونپ سکتا تو بلاشبہ میں ایسا کر چکا ہوتا، ! "